# راہِ وفا

یعنی

## سفر نامۂ بلادِ اسلامیہ

حجاز

عراق

مصر

شام

فلسطین



حاجی الحرمین الشریفین جناب مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب وفا ڈبائیوی

کیشیر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

١٣٥٤ھ

١٩٣٥ء

جید برقی پریس بلیماران دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# انتساب

میں جذبۂ قومیت و مذہبیت میں ڈوبی ہوئی اس عقیدت مندانہ تصنیف کو نہایت فخر کیساتھ اُس مخیّر قوم کے نامِ نامی سے منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں جو دیارِ مدینہ میں غربت و افلاس کی زندگی بسر کرنیوالے یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہو اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں یہ کتاب خرید کر ثوابِ دارین کمانے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اس کتاب کی آمدنی آقائے دو عالمؐ کے سبز گنبد پہ نظر رکھنے والے یتیموں اور مدینہ کی گلیوں میں رہنے والی بیواؤں کیلئے وقف کردی گئی ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس عالمِ فانی میں وہی خوش قسمت اُمتی قابلِ ناز ہے جو مرحلۂ حیات سے گزرتے ہوئے راہِ وفا اختیار کرے اور اپنی قوتِ عمل سے یہ سعادتِ عظمیٰ حاصل کرکے دین و دنیا کی نعمتیں مول لے اور ہمیشہ کیلئے سرکارِ دو عالمؐ میں اپنا نام لکھا کر مستحقِ رحمت ہو، ورنہ یوں تو ہر خریدارِ محبت اس کتاب کے خریدنے سے بارگاہِ ایزدی اور دربارِ نبوی میں اجرِ عظیم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

اللہ اللہ رے ارزانی بازارِ رسول
چند پیسوں کی عوض قصرِ ارم ملتا ہے

وفا

باہتمام فیض محمد خان
مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں طبع ہوا

۲۰۰۰ — ۳۸ — ۷-۱۴ — ۲۲۴

# فہرست مضامین راہِ وفا

**تصاویر:۔** (عراق) مزارِ غوث پاک[1]۔ مرقدِ امام اعظم[2]۔ روضۂ امام حسین[3]۔ روضۂ مولا علی کرم اللہ[4]
(شام) مسجد امویہ کا اندرونی منظر[5]۔ مزارِ سلطان صلاح الدین ایوبی[6]
دمشق کا چوراہہ[7]۔ بیروت کا گھنٹہ گھر[8]۔ گروپ شرکاء سفر[9]
(فلسطین) مسجد اقصیٰ[10]
(مصر) مسجد محمد علی پاشا[11]۔ جامعہ ازہر[12]
(حجاز) خانہ کعبہ[13]۔ گنبدِ خضریٰ[14]

## فہرست ہذا معلومات سفر تفصیل اخراجات نقشۂ سفر

ب

# معلوماتِ سفر

**علی گڈھ تا کراچی** (براہِ لاہور) کرایہ ریل پندرہ روپیہ چودہ آنہ۔ لاہور میں ٹھہرنے کی بہترین جگہ نشاط ہوٹل انارکلی بازار۔ لاہور کی مشہور عمارات و مقامات یہ ہیں شاہی مسجد۔ مسجد شہید گنج۔ شالامار باغ۔ مقبرۂ جہانگیر۔ مقبرۂ نورجہاں۔ مزار داتا گنج بخشؒ عجائب خانہ۔ چڑیا گھر۔ مقبرۂ زیب النساء۔ انارکلی۔

**کراچی** ٹھہرنے کی جگہ سلطانہ ہوٹل۔ مشہور مقامات۔ جامع مسجد۔ خالق دینا ہال میونسپل آفس۔ کماری۔ وکٹوریہ میوزیم۔ منورا۔ گاندھی باغ۔ صدر۔ ہوابندر۔ حاجی کیمپ۔

**کراچی تا بصرہ** جہاز کا سفر ہے۔ راستہ میں فطرتی مناظر کی خوب سیر ہوتی ہے۔ بحرین۔ آبادان۔ محمرہ بندرگاہیں پڑتے ہیں۔ کرایہ تینتیس ۳۳ روپیہ علاوہ خوراک، ہر ہفتہ ڈاک کا جہاز اتوار کو کراچی سے روانہ ہو کر جمعرات کو پانچویں دن بصرہ پہونچتا ہے۔ بصرہ میں مشہور مزارات یہ ہیں حضرت خواجہ حسن بصریؒ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت انس بن مالکؓ۔ حضرت عتبہؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ مکینہ اسٹیشن و عور جنکشن پر کلدانیوں کے آثارِ قدیمہ نکالے جا رہے ہیں۔ عراقی حکومت ہے۔

**بصرہ تا بغداد** ریل کا سفر ہے تیرہ گھنٹہ کا راستہ ہے۔ کرایہ پانچو فلس یعنی چھ روپیہ دس آنہ ہے۔ بغداد میں ٹھہرنے کیلئے بہت سی رُباط بنی ہوئی ہیں۔ دجلہ کے کنارے پر سٹل ہوٹل میں بھی آرام ملتا ہے۔ بغداد شریف سے کربلا اور نجف کو ریل بھی جاتی ہے۔ کاظمین ایک محلہ ہے جہاں موٹر بس بارہ فلس۔ گھوڑا ٹریم چار فلس۔ گاڑی پانچ فلس کو جاتی ہے۔ مشہور مزارات و مقامات یہ ہیں۔ بارگاہِ غوث پاکؒ۔ جامع مسجد۔ عیدگاہ۔ کاظمین۔ باب الشیخ حضرت امام محمد الغزالیؒ۔ حضرت معروف کرخیؒ حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردیؒ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ حضرت سلمان پاکؓ حضرت بشر حافیؒ۔ حضرت یوشعؑ۔ حضرت سری السقطیؒ۔ مقبرۂ زبیدہ۔ حذیفۃ الیمانیؓ۔ عبداللہ بن جابرؓ۔ بہلول داناؒ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابی بکر شبلیؒ۔ خواجہ حبیب عجمیؒ۔ ذوالنون مصریؒ داؤد طائی۔ صدر الدین قونوی۔ جمال الدینؒ۔ سید محمد الہندیؒ۔ شیخ ابراہیمؒ۔ امام علی نقیؑ۔ امام عسکریؑ صاحبزادہ امام موسیٰ کاظمؑ۔ امام موسیٰ کاظمؑ امام محمد تقیؑ کھنڈرات بابل۔ چاہ بابل۔ قیدخانہ ہاروت و ماروت۔ عجائب خانہ نمرود

**بغداد تا سلمان پاک** موٹر کا راستہ ہے۔ کرایہ ایک سو ستر فلس (دو روپیہ چار آنہ)، حضرت سلمان فارسیؓ کا مزار ہے اکثر ہر روزہ بغداد کو واپسی ہو جاتی ہے ورنہ ٹھہرنے کے لئے

**بغداد سے کربلا** (براہ مسیب) ذریعہ سفر ریل اور موٹر دونوں ہیں۔ ہم نے موٹر سے سفر کیا۔ ایکسو بچاس فلس یعنی دو روپیہ کرایہ ہے۔ کربلا میں سید عبدالرزاق صاحب اہل سنت والجماعت کے تنہا وکیل ہیں۔ شیعہ حضرات کے وکیلوں کی تعداد بہت ہے۔ قصبہ مسیب میں صاحبزادگان حضرت مسلمؓ کے مزارات ہیں۔ کربلا میں سیدنا امام حسینؓ علی اکبرؓ علی اصغرؓ حضرت عباسؓ حضرت حبیبؓ اور حضرت حرؓ و دیگر حضرات کے مزارات ہیں۔

**کربلا سے نجف** موٹر سواری۔ ایک سو چالیس فلس یعنی ایک روپیہ چودہ آنہ کرایہ۔ سید عبداللطیف صاحب شعبان زادہ وکیل اہل سنت ہیں۔ شیعہ حضرات کے متعدد وکیل ہیں۔ مزار مبارک مولا علی کرم اللہ وجہہ ہے۔

**نجف سے بغداد** (براہ کوفہ) ذریعہ سفر موٹر کرایہ دو سو پچیس فلس یعنی تین روپیہ۔ کوفہ میں حضرت مسلمؓ اور حضرت ہانیؓ کا مزار ہے۔ مسجد کوفہ میں شہادت گاہ حضرت علیؓ تنور نوحؑ۔ مزار حضرت خدیجہ بنت حضرت علیؓ اور پیغمبر خدا حضرت یونسؑ کا مزار ہے۔ قصبہ ذوالکفل بھی راستہ میں پڑتا ہے جہاں پیغمبر خدا حضرت ذوالکفل کا مزار ہے یہودی مجاور ہیں۔ درمیان میں کھنڈرات بابل وغیرہ اور حلہ اسٹیشن جہاں سے نجف کو ریل جاتی ہے اور ہندیہ جہاں سے کربلا کو ریل جاتی ہے، ملتے ہیں۔

**بغداد سے دمشق** سواری موٹر۔ کرایہ ڈیڑھ دینار یعنی بیس روپیہ۔ ٹھہرنے کی جگہ مکان عبدالرحمن الہندی۔ پانچسو میل کا سفر ہے ہر دوشنبہ اور جمعرات کو بغداد سے موٹریں روانہ ہوتی ہیں۔

**دمشق کے مشہور مقامات و مزارات** جبل الشیخ جو ہمیشہ برف پوش رہتا ہے۔ مسجد امویہ۔ مزار حضرت یحییٰؑ مزار سلطان صلاح الدین ایوبیؒ۔ مزار حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ فاتح شام۔ حضرت امیر معاویہؓ۔ حضرت بلال حبشیؓ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر صادقؓ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار۔ حضرت زین العابدین کا مصلیٰ۔ وہ طاق جس میں سر امام حسینؓ رکھا گیا۔ مزار حضرت رقیہ بنت علیؓ۔ زندان سادات۔ مزار حضرت سعد بن عبادہؓ۔ مزار حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت ام کلثوم و حضرت زینب بنات حضرت علیؓ۔ مزارات ازواج مطہرات ام المومنین حضرت ام سلمہ۔ ام حبیبہ حضرت میمونہؓ۔ مزار حضرت سکینہؓ بایزید بسطامی حضرت محمد صالح کردی (جن کا پائے مبارک سات سو برس سے قبر کے باہر نکلا ہوا ہے۔ مقام اصحاب کہفؓ مقام ہابیل وقابیل۔ عبداللہ بن عثمانؓ۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ۔ فاطمہ الصغریٰ۔ سید عبدالوہاب و سید عبدالغفار صاحبزادگان غوث الاعظمؓ۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ حضرت شیخ محمد الایوبی کردیؒ۔

سلطان ناصرالدین محمود بن سلطان جمال الدین غازیؒ حضرت رقیہ بنت حضرت علیؓ۔ ام المومنین حضرت حفصہ، حضرت اوس بن اوس ثقفی، حضرت ابی بن کعبؓ شوہر دائی حلیمہؓ۔ حضرت عثمانؓ بن امام حسنؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن زین العابدین۔ حضرت مقدادؓ

**مزار زینبؓ** دمشق سے حضرت زینب کا مزار سات میل ہے موٹر میں پچاس قرش یعنی ایک روپیہ کرایہ ہے ہمروزہ واپسی ہوجاتی ہے۔ ٹھہرنے کا انتظام نہیں کرنا پڑتا۔

**دمشق سے بیروت** سواری موٹر کرایہ تین سو قرش سوری یعنی چھ روپیہ۔ فاصلہ زائد از نوے میل، راستہ دلفریب، مناظر دلکش، لبنان کی سیر جنت ارضی کی سیر ہے۔

**شام و فلسطین کے مشہور شہر** حمص، حماۃ، حلب۔ ان شہروں کو دمشق سے موٹر اور ریل دونوں سواریاں جاتی ہیں۔ حمص میں سپہ سالار اسلام فاتح اعظم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے اور حماۃ میں سیدنا عبدالرزاق بن محی الدین عبدالقادر جیلانی کا مزار ہے۔ حلب میں حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار ہے۔ حیفہ بندرگاہ۔ یافہ اور لد جنکشن کے قریب حضرت خضر علیہ السلام و حضرت الیاس علیہ السلام کے مقامات ہیں اور حضرت الیاسؑ کی بی بی کا روضہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا چشمہ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے مکانات ہیں وہ مقام بھی ہے جہاں سیدنا علی بن غانم چالیس سال سمندر میں کھڑے رہے۔

**دمشق سے بیت المقدس** سواری ریل کرایہ پانچسو قرش سوری دس روپیہ موٹر بھی جاتے ہیں مگر ہم نے ریل میں اس وجہ سے سفر کیا کہ دونوں طرف دلکش مناظر کی سیر عجیب وغریب لطف دیتی ہے حیفہ بندرگاہ پر شب کو قیام کرنا پڑتا ہے دمشق سے ہر تیسرے روز بیت المقدس کو ریل جاتی ہے جو حیفہ پر بدلنی ہوتی ہے۔ بیت المقدس میں ٹھہرنے کیلئے ہندوستانی زائرین کو خواجہ ناظر حسن صاحب انصاری کے زیر اہتمام زاویہ ہندی بنا ہوا ہے۔ جہاں ہر طرح کا آرام و آسائش ہے۔

قابل زیارات مقامات، مسجد اقصیٰ، صخرہ شریف۔ کتب خانہ، عجائب خانہ، مزار مولانا محمد علی مرحوم، مزار حضرت سلیمان علیہ السلام۔ مقام حضرت مریم۔ مزار حضرت داؤد علیہ مزار حضرت عزیز علیہ السلام۔ ولادت گاہ حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت ابراہیم ادہم۔ حضرت رابعہ بصری۔ غار الانبیا

**مقام سیدنا موسیٰ** پوری موٹر ایک پونڈ فلسطینی کو جاتی ہے جس کے تیرہ روپیہ پانچ آنہ چار پائی ہوتے ہیں۔ بیت المقدس سے پچیس تیس میل کا فاصلہ ہے حضرت موسیٰؑ کا مزار ہے، اس لئے یہ مقام انھیں کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے۔

**مقام خلیل الرحمٰن** یہ بھی بیت المقدس سے کئی میل ہے جہاں کئی پیغمبروں کے مزارات ہیں غار الانبیا بھی اسی جگہ ہے۔ چوتھائی پونڈ فلسطینی یعنی تین روپیہ آٹھ آنہ

موٹر کا کرایہ ہے۔ یہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مزار ہے اسوجہ سے یہ مقام انھیں کے نام سے منسوب ہے۔ اسی جگہ حضرت بی بی سائرہ، حضرت اسحٰق اور ان کی بی بی رفقہ، حضرت یعقوبؑ اور ان کی دوسری بی بی لائقہ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مزارات نمایاں ہیں، ستر نبی اس جگہ مدفون ہیں۔ راستہ میں یہودیوں کی سب سے پہلی آبادی جس کا نام بار تورم (یعنی سوگھر ہے) اور حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا مزار ہے

**بیت المقدس تا قاہرہ** سواری ریل۔ کرایہ ایک پونڈ تیرہ روپیہ پانچ آنہ چار پائی جس میں نہر سوئز کو عبور کرنے کا بھی کرایہ شامل ہے۔ مصر میں ٹھہرنے کیلئے ناظر حسن صاحب انصاری بھی بیت المقدس سے انتظام کر سکتے ہیں، اور ریاض الدین صاحب فاروقی ناظم انجمن اسلامیہ کی معرفت بھی انتظام ہوسکتا ہے۔ ریاض الدین صاحب انڈین مسلم کمیونٹی یعنی انجمن اسلامیہ کے سکریٹری ہیں جن کا پتہ یہ ہے۔ الفتح الازہری سکتہ الجدیدہ (قاہرہ) یہ انجمن محافظت قوانین اسلام اور اخوت کی حامل ہے۔ مصر میں ہندوستانی مسلمانوں کو سہولت و آرام پہونچانے کی کوشش کرتی ہے۔ مصریوں سے متعارف کراتی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے قبرستان اور لائبریری بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہر مسلمان اس انجمن کا ممبر ہوسکتا ہے ساٹھ پیاسٹر سالانہ چندہ ہے۔ شاہی محلات۔ مصری صناعیاں۔ مسجد عمر بن العاص۔ مسجد امام رفاعی، مسجد امام شافعی مسجد سلطان حسن۔ مقبرۂ زاغلول پاشا۔ جامعہ ازہر۔ فصیل شہر۔ قلعہ سلطان صلاح الدین ایوبی مسجد و محل محمد علی پاشا۔ مزار امام شافعی۔ ابوالہول۔ اہرام مصر۔ کتب خانہ۔ عجائب خانہ وغیرہ وغیرہ۔

**قاہرہ سے سوئز** بذریعہ موٹر۔ کرایہ نصف پونڈ مصری یعنی چھ روپیہ چودہ آنہ، سوئز کو ریل بھی جاتی ہے بندرگاہ سوئز پر ٹھہرنے کے لئے متعدد ہوٹل ہیں، ہم حمیدیہ ہوٹل میں ٹھہرے۔

**سوئز سے جدہ** جہاز کا سفر ہے پانچ دن کا راستہ ہے۔ کرایہ معہ سعودی ٹیکس تراسی روپیہ دو آنہ ہے، جبل طور اور مدینہ منورہ جانیوالوں کیلئے ینبوع بندرگاہ بھی راستہ میں پڑتا ہے۔ جدہ میں حضرتِ حوّا کا مزار ہے۔ تمام ممالک کے قونصل خانے ہیں

**جدہ سے مکہ مکرمہ معہ واپسی جدہ** کرایہ لاری تراسی روپیہ دس آنہ ہے۔ صدہا معلم ہیں جو مکہ مکرمہ میں حجاج کو ٹھہرانے وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ موٹر لاری اور اونٹ کا کرایہ حکومت کی طرف سے ہر سال مقرر ہوتا ہے۔ اسی کرایہ میں فیس معلم و کرایہ مکان جدہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ ہمارے معلم عباس بن حافظ محمد ابراہیم صاحب تھے جو بہت ہی شریف اور با اخلاق ثابت ہوئے تجربہ سے ثابت ہوا کہ ان سے بہتر کسی دوسرے معلم کی معرفت آرام

نہیں ہو سکتا۔ مکہ معظمہ میں حاضری کے مقامات کعبۃ اللہ شریف۔ جنت المعلیٰ۔ مزار حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ۔ ولادت گاہ خاتم الانبیاؐ۔ جبلِ ثور۔ غار حرا۔ مسجد الجن۔ فاران۔ جبل ابی قبیس۔ زمزم وغیرہ۔

**مکہ معظمہ تا عرفات** کرایہ شغدف دس روپیہ۔ مقامات حاضری عرفات۔ مزدلفہ۔ منیٰ جبل رحمت۔ قربانی کا خرچ اور خیمہ وغیرہ کا کرایہ الگ ہی۔

**مکہ معظمہ سی مدینہ منورہ معہ واپسی جدّہ** کرایہ لاری آٹھ گنی یعنی ایک سو اٹھتر روپیہ۔ مدینہ منورہ میں حکومت سعودی کی طرف سے حکماً صرف آٹھ روز قیام کی اجازت ہی اس سے زیادہ قیام کرنے پر ایک گنی مزید ادا کرنی پڑتی ہم نے اکیس دن قیام کیا اور مزید المزید سعودی ٹیکس ادا کیا۔ یہاں کا ذرہ ذرہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ گنبد خضریٰ۔ مسجد النبیؐ۔ ابواب اسطوانے۔ جنت البقیع۔ جبل احد۔ مساجد۔ ہفت چاہ۔ مدینہ کی گلیاں۔ جنت کی کیاریاں وغیرہ وغیرہ

**جدّہ سے بمبئی** کرایہ جہاز مقابلہ ہونے کی وجہ سے ہمیں صرف چالیس روپیہ دینا پڑا ورنہ اس سے زیادہ کرایہ ہوتا ہے۔ بمبئی ہندوستان کا ساحل یورپ کا دروازہ کہلاتا ہے۔ تہذیب نو کا مرکز ہی۔ جدید ترقیاں تمام تر موجود ہیں۔ محبّی جمال صابری علیگ نے خوب سیر کرائی۔



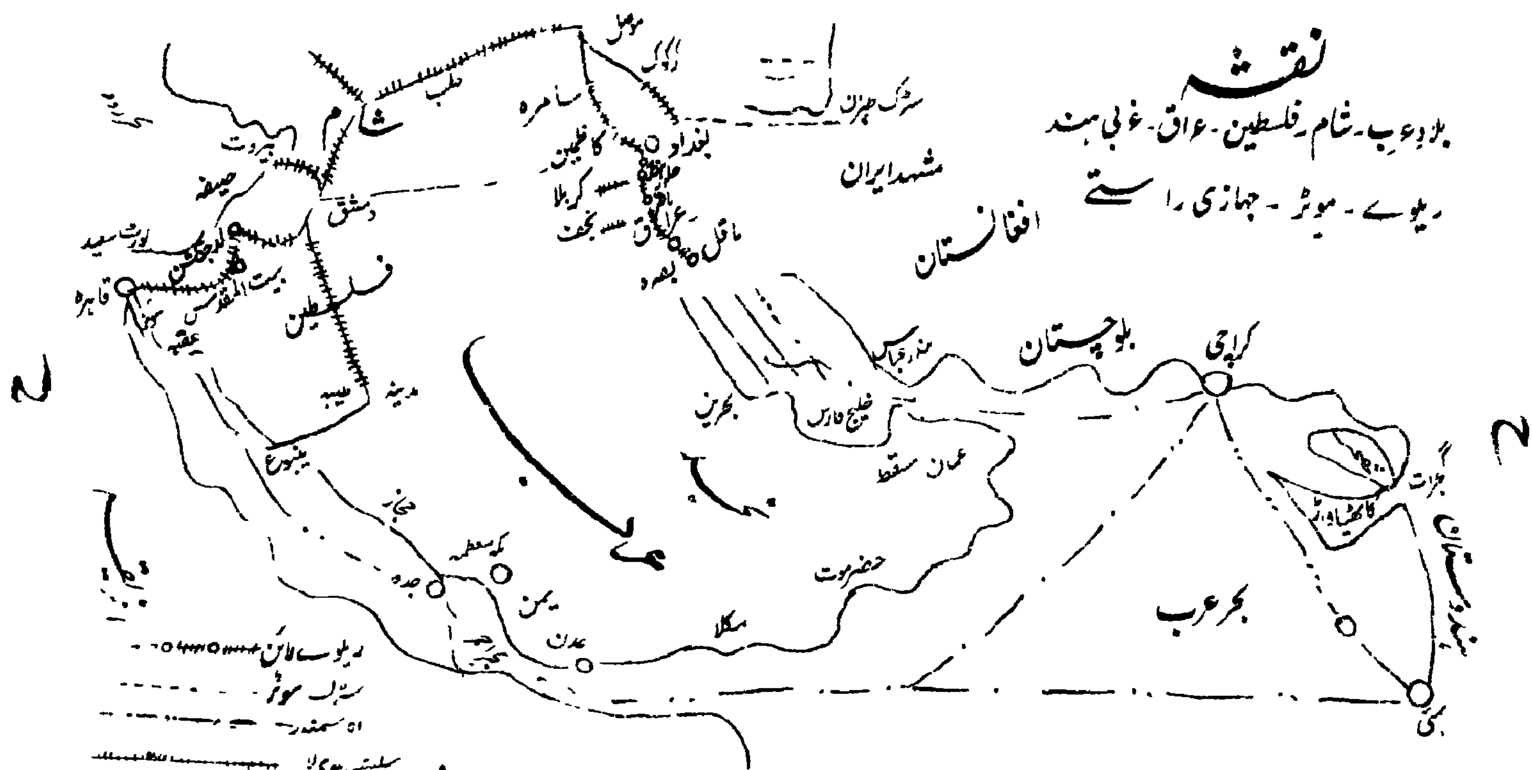
# مصارفِ سفر براہ بلاد اسلامیہ

| | |
|---|---|
| علی گڑھ تاکراچی براہ لاہور بذریعہ ریل | ۱۵-۱۴-۰۰ |
| کراچی تا بصرہ بذریعہ جہاز | ۴۳-۰-۰ |
| بصرہ تا بغداد بذریعہ ریل | ۶-۱۰-۰ |
| بغداد تا سلمان پاک واپسی موٹر | ۲-۴-۰ |
| بغداد تا کربلا براہ مسیب ذریعہ موٹر | ۲-۰-۰ |
| کربلا تا نجف بذریعہ موٹر | ۱-۱۴-۰ |
| نجف تا بغداد براہ کھنڈرات بابل | ۳-۰-۰ |
| بغداد تا دمشق | ۲۰-۰-۰ |
| دمشق تا مزار زینبؑ | ۱-۰-۰ |
| دمشق تا بیروت معہ واپسی | ۶-۰-۰ |
| دمشق تا بیت المقدس ذریعہ ریل | ۱۰-۰-۰ |
| بیت المقدس تا سیدنا موسیٰ ذریعہ موٹر | ۱۳-۵-۴ |
| " خلیل الرحمٰن " | ۳-۸-۰ |
| بیت المقدس تا مصر ریل | ۱۳-۵-۴ |
| قاہرہ تا سوئز موٹر | ۶-۱۴-۰ |
| سوئز تا جدہ معہ ٹیکس ساحل جہاز | ۸۳-۲-۰ |
| جدہ تا مکہ معظمہ معہ ٹیکس ذریعہ لاری | ۸۳-۱۰-۰ |
| کرایہ شغدف عرفات | ۱۰-۰-۰ |
| مکہ معظمہ تا مدینہ منورہ معہ واپسی جدہ لاری | ۱۶۸-۰-۰ |
| جدہ سے بمبئی ذریعہ جہاز | ۴۰-۰-۰ |
| بمبئی سے علی گڑھ | ۱۵-۰-۰ |
| | ۵۴۸-۶-۸ |

## راست سفر حجاز

| | |
|---|---|
| علی گڑھ تا کراچی واپسی | ۳۰-۰-۰ |
| کراچی تا جدہ واپسی | ۱۶۸-۰-۰ |
| جدہ تا مکہ معظمہ معہ ٹیکس حکومت لاری | ۸۳-۰-۰ |
| کرایہ شغدف عرفات | ۱۰-۰-۰ |
| مکہ معظمہ تا مدینہ منورہ واپسی لاری | ۱۶۸-۰-۰ |
| | ۴۷۱-۰-۰ |

(نوٹ ۱) خوراک، تبرکات، خیرات، صدقات، کرایہ مکانات، انعامات اس خرچ میں شامل نہیں ہیں ہر شخص حسب حیثیت کرتا ہے
(نوٹ ۲) جدہ سے مکہ معظمہ اونٹ پر تین دن کا راستہ اور دس روپیہ کرایہ مکہ سے مدینہ منورہ اونٹ پر بارہ دن کا راستہ اور نوے روپیہ کے قریب کرایہ ہے۔
(نوٹ ۳) حجاز مقدس کو سیدھے جانیوالے کم سے کم چھ سو روپیہ اور عراق، شام، فلسطین، مصر کے راستہ سے سفر کرنیوالے کم از کم ایکہزار روپیہ لیکر روانہ ہوں۔
(نوٹ ۴) واضح رہے کہ پیدل چلنے والوں سے بھی حجاز کی زمین پر چلنے کا ٹیکس دور سعودی میں وصول کیا جاتا ہے


نقشہ
بلاد عرب۔ شام۔ فلسطین۔ عراق۔ غربی ہند
ریلوے۔ موٹر۔ جہازی راستے
شام
فلسطین
عراق
افغانستان
بلوچستان
مشہد ایران
بحر عرب
حلب
موصل
سامرہ
بغداد
کاظمین
کربلا
نجف
بصرہ
بیروت
حیفہ
دمشق
پورٹ سعید
بیت المقدس
قاہرہ
عقبہ
مدینہ
طیبہ
ینبوع
حجاز
مکہ معظمہ
جدہ
یمن
عدن
مکلا
حضرموت
عمان
مسقط
بحرین
خلیج فارس
بندر عباس
کراچی
کاٹھیاواڑ
گجرات
بمبئی
ریلوے لائن

# دیباچہ

نتواں کرد شمۂ شکرِ ش ہر سرِ مو اگر زباں باشد

پروردگارِ عالم تیرا ہزار ہزار شکر و احسان ہی کہ تونے اپنے ناچیز اور گنہگار بندے کو بارشِ کرم میں نہلا کر اپنے فضل و رحمت کی انتہا کر دی۔

اے اپنے عاصی پُر معاصی پر رحم فرمانے والے خدا، اگر تیرا گنہگار بندہ تیرے الطافِ بے پایاں کا شکریہ ادا کرنا چاہے اور اُس کے جسم کا رواں رواں تمام عمر قوتِ نطق سے ثنا خواں رہے تو بھی شمۂ برابر شکر ادا نہیں کر سکتا۔ میرے مولا، تو نے حفظ الرحمٰن کو انسان بنایا، تندرستی بخشی، سایۂ پدر اور آغوشِ مادر میں پرورش دلائی، پروان چڑھایا، روزی دی، راحت دی، عزت دی اور اس پر یہ شرف بخشا کہ اپنی اور اپنے محبوب کی محبت اور چاہت دی، والدین اور بزرگوں کی فرماں برداری مرحمت کی، متعلقین کی پرورش کا اہل بنایا، جذبۂ قومیت و وطنیت سے سرفراز کیا۔ اور آج اُسے وہ سب کچھ عطا کر دیا جو تجھے اس دنیا میں دینا تھا کہ اس کی دیرینہ آرزو پوری کر رہا ہی اور سب سے بڑی نعمت دینے کیلئے اپنے آستانہ پر بُلا رہا ہی۔

**عزم و ارادہ** حالانکہ میں ۱۹۲۳ء سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اسٹاف میں خدمات انجام دے رہا ہوں لیکن

۱۹۳۵ء تک کبھی الحاج مولانا محمد سلیمان اشرف صاحب مدظلہ چیئرمین شعبۂ دینیات کی تفسیر کلاس میں شرکت کا موقع نہیں ملا، اسکے بعد جو موصوف کی نظرِ فیض اثر کا اشارہ پاکر شرکت شروع ہوئی تو پھر ناغہ نہ ہوئی اور یہ ذوق وشوق برابر حاضر ہوتا رہا۔ مسلسل حاضری کا قلب کی گہرائیوں پر یہ اثر ہوا کہ اُس درسِ حقیقت میں حجازی زندگی کے لطف آنے لگے اور زندگی، زندگی معلوم ہونے لگی، مقصدِ حیات ملا۔ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہ کے معنی سمجھ میں آئے، اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ پر یقین کامل کیا، اور دل کی تمام آرزوؤں کے ساتھ حج بیت اللہ شریف وزیارتِ گنبدِ خضریٰ اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کا عزم مصمم کرلیا۔

والدۂ محترمہ اور اُن کی بہو بیگم کے اتحادِ عمل اور متحدہ و منتظمہ کوششوں کے سبب اخراجاتِ سفر کی فراہمی سے یک گونہ بے فکری تھی۔ چھٹی کا انتظام کیا۔ جہاز راں کمپنیوں اور بلادِ اسلامیہ میں چلنے والی موٹر بسوں کے مالکوں اور منیجروں سے خط وکتابت شروع کی، اعزّہ واحباب سے معاملات کی صفائی کی، قصوروں کی معافیاں چاہیں۔ ہر قسم کی معلومات بہم پہونچانے کی کوشش کی۔ اور اب سوائے اس ذکرِ خیر کے دوسرے تذکروں میں کسی قسم کی دلچسپی باقی نہ رہی۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، تخیّل اور نظر میں بجز راہِ وفا کے کوئی دوسری منزل سامنے نہ تھی۔

عید ہر سال آتی تھی اور دوسرے دنیاوالوں کی طرح ہمیشہ میں بھی

اس کی مسرتوں میں برابر کا شریک ہوتا تھا مگر ۱۳۵۶ھ میں ہلالِ عید خدا معلوم کس قدر خوشیاں لئے ہوئے بامِ فلک پر نمودار ہوا تھا کہ میں انتہائی طور پر مسرورِ حیات اور ہم آغوشِ شادمانی نظر آرہا تھا۔ بچپن سے لیکر اس وقت تک عید کے اڑتیس چاند دیکھنے میں وہ مسرت حاصل نہ ہوئی تھی جو اس مہِ نو کی ضیاؤں میں جلوہ گر تھی۔

**انتظامات** یوں تو جس روز سے ارادہ کیا تھا اسی روز سے اس مقدس سفر کے متعلق سامان فراہم کیا جا رہا تھا، مگر جیسے جیسے زمانہ قریب آتا گیا اس کے تکملہ کی فکر دامن گیر رہنے لگی، "مشیرِ حجاج و زائرین" چالیس صفحات کا ایک رسالہ اپنے اور اپنے ہمسفر احباب و دیگر عازمانِ حج کیلئے چھپوا کر تیار کیا جو علی گڑھ، یوپی۔ کے علاوہ کراچی اور بمبئی کے ساحلوں پر مفت تقسیم ہوا۔

اعزّہ و احباب کو روانگی کی اطلاعیں دیں، والدین سے اجازت حاصل کی۔ کراچی و جدّہ سے جہازوں کے اور بغداد شریف وغیرہ سے موٹروں کے اطمینان بخش جوابات موصول ہونے سے ہر طرح طمانیت میسّر تھی۔

مختلف الاقسام سیاحوں اور حاجیوں سے بار بار مل کر حسبِ ذیل اسبابِ سفر تیار کر لیا جسے ایک اوسط درجہ کے مسافر کو اپنے ہمراہ رکھنے میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔

قرآن شریف۔ جانماز۔ چار جوڑی کپڑے۔ دو گرم اور دو ٹھنڈے

کوٹ ۔ دو تہبند ۔ دو جوڑی بوٹ جوتے ایک جوڑی سلیپر ۔ خاکی تھیلا بستر بند (ہولڈ ال) ٹھنڈی و گرم احرام کی چادریں ۔ ٹارچ ۔ لیمپ ہینڈ بیگ بشکیزہ ۔ لوٹا گلاس ۔ اوگالدان، چائے کی پیالیاں ۔ پلیٹیں، پیالے چمچے ۔ آئینہ ۔ کنگھا ۔ سرمہ دانی، قینچی، استرہ ۔ چاقو ۔ غباری چشمہ چھتری ۔ بڑ ساتی ۔ موٹی چادر و دری جھاڑیں بچھانے اور شغدف پر ڈالنے کیلئے موسمی بستر ۔ سوئی ڈورہ ۔ صابن ۔ صدریاں جیب دار ۔ موزے ۔ تیل ۔ چند ضروری ادویات ۔ پھل ، سفری چارپائی و کرسی جو کراچی سے خریدی گئی، دوربین وغیرہ وغیرہ ۔

دہلی جاکر حاجی علی جان والوں کی معرفت بنش حج نمین روپیہ ملنے کیلئے جمع کیا ۔ بقیہ روپیہ نوٹ کی صورت میں اپنے پاس رکھا کہ نوٹ ہر جگہ آسانی سے چل جاتا ہے اور نقد روپیہ و گنی وغیرہ ایک ملک سے دوسری مملکت میں لیجانا باعثِ پریشانی ہے ۔

**ایک افسوس** "مشیر حجاج" میں جہاں ہمسفر احباب کے ارادوں کا بمجبوری فسخ ہونا مفصل بیان کیا گیا تھا وہاں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ آخر میں صرف اخی المحترم برادر محتشم جناب بھائی فضل الرحمن صاحب ایگزیکٹو انجینئر محکمہ انہار اٹاوہ اور ان کی بیگم صاحبہ محترمہ کی خدمت کرنے کا موقع اس مقدس سفر میں باقی رہ گیا تھا لیکن عین روانگی سے قبل موصوف کی طبیعت یکایک اس قدر ناساز ہوئی کہ انھیں بمشورہ مشیران صحت ارادۂ سفر ملتوی کرنا پڑا، اور مجھے اس آخری آرزو کی پامالی سے انتہائی ملال ہوا

گرمشیتِ ایزدی میں گنجائش چون وچرا نہ دیکھ کر فضلِ ربّی پر نظر رکھی اور اس کی رحمتِ کاملہ کے بھروسہ پر دل کو تسکین دی کہ حقیقی ہمسفر و نگراں اور محافظ وہی ذاتِ مقدس ہے جو غریب الوطنوں کی ڈھارس بندھاتی ہے اور غریب الوطنی میں کام آتی ہے۔ اِن خیالات کا دل میں آنا تھا کہ تسکینِ خاطر میسر ہوگئی اور اُس کے بھروسہ پر تیاریوں میں پہلے سے زیادہ مشغول ہوگیا۔

**شکریۂ محسنین** محترمی مولانا محمد احمد اللہ صاحب خطیب جامع مسجد علی گڑھ کی مساعیٔ حسنہ سے پاسپورٹ بالکل اسی طرح مل گیا جس طرح میں چاہتا تھا کہ جملہ مراحلِ سفرِ بلادِ اسلامیہ گھر بیٹھے نہایت آسانی سے طے ہو گئے ایک ہفتہ قبل احباب کی دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ محتشم بالشان خان بہادر مولوی محمد عبید الرحمٰن خاں صاحب شیروانی ایم ایل اے آنریری ٹریژرر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپنی کوٹھی حبیب منزل واقعہ میرس روڈ پر بلا کر میری عزت میں چار چاند لگائے اور اس پر مزید عظمت و توقیر یہ ہوئی کہ بعد طعام و کلام عالیجناب معلی القاب نواب صدر یار جنگ بہادر الحاج مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی آنریری سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس رئیس اعظم حبیب گنج نے اپنے دستِ فیض سے ایک ڈبیہ خالص مشک کی عطا فرماتے ہوئے اس مہر و شفقت سے بغل گیر ہو کر رخصت کیا کہ عمر بھر یاد رہے گا۔

مکرمی محمد علی صاحب ومحبی محمد ابراہیم صاحب ترکمان دروازہ کی پُرخلوص دعوتوں میں حقیقی محبت کی چاشنی تھی۔ محب اسلام محترم الاکرام حافظ محمد عثمان صاحب سابق سکریٹری خلافت کمیٹی صوبہ یو، پی کی پرشکوہ سادگی کا مزہ زبان پر اب تک موجود ہے

مختصر یہ کہ دونوں وقت ایک ہفتہ تک دعوتوں کا سلسلہ قائم رہا جس کے لئے میں فرداً فرداً ہر محبِ نواز کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں،

## عرضِ حال

میں گیا اور میرا ارادہ کیا "یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے" اس مقدس سفر کے اِرادہ سے پہلے یہ شوق تھا کہ ارضِ حجاز اور ممالکِ اسلامیہ کے حالات سُننے سے ایک خاص کیفیت دل پر طاری ہوجایا کرتی تھی۔ اور میں اس جذبۂ مذہبیت سے متاثر ہوکر اکثر بارگاہِ خداوندی میں یہ دُعا مانگا کرتا تھا کہ پروردگارِ عالم مجھے اس چند روزہ زندگی میں یہ نعمت بھی عطا کردے کہ میں تیرے اور تیرے پیارے رسولؐ کے آستانے پر حاضر ہوکر بچشمِ خود شانِ کریمی و رحیمی دیکھ لوں اور اس کے ساتھ دُنیائے اسلام کی سیر سے تیری اور تیرے حبیب کی شانِ جلال وجمال دیکھ کر آنکھوں کی دیرینہ آرزو اور دل کی پُرانی تمنّا پوری کروں، ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ اگر زندگی میں ایسا موقع آیا اور قدرت نے مجھے بھی اس قابل کیا تو اس مبارک سفر کے چشم دید حالات وتاریخی واقعات من وعن قلم بند کرکے دوسرے مشتاقانِ ملّت کیلئے شائع کروں گا۔

ارکان و مناسک حج، اور تمام دعائیں موقع و محل سے ہر جگہ کے مطابق تفصیل کے ساتھ لکھدی گئی ہیں تاکہ ان کو پڑھ کر ہر شخص مذہبی نکتۂ نظر سے استفادہ حاصل کرے اور جملہ حضراتِ حجاج ان کے مطالعہ سے معلم کے محتاج نہ رہیں۔

ہمارے اس کا احسان ہی کہ اُس نے ایسی عمر میں یہ دولتِ بے پایان عطا فرمائی کہ بحمد اللہ جس میں نہ موسم کی تکلیف معلوم ہوئی، نہ جہاز کا سفر ناگوار گذرا۔ اور نہ روزانہ موٹر کے ذریعہ سینکڑوں کوس کی مسافت کچھ بارِ خاطر ہوتی تھی، بلکہ جہاں گیا بشاشِ بشاش اور جہاں سے واپس ہوا خوش و خرّم، نہ کبھی تکان محسوس ہوئی اور نہ کبھی دوری سفر کا خیال دامن گیر،

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب اُسی کا فیضانِ رحمت تھا کہ قہار سمندر میں، پُرخوف وادیوں میں، دہشت ناک پہاڑوں کی چوٹیوں پر، عبرتناک کھنڈروں میں، بیگانوں کے شہروں میں، غیروں کی حکومت میں، کہیں کوئی دقت و تکلیف محسوس نہیں ہوئی اور ہر جگہ اس کا فضل شاملِ حال رہا، ہوش و حواس بجا رہے اور عقلِ سلیم کی روشنی میں ہر جگہ کی تاریخی، معاشرتی، اخلاقی، تمدّنی، مذہبی اور سیاسی زندگی کا مطالعہ کیا اور آخر میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ عالم کے حالِ زار پر رحم فرمائے اور مسلمانانِ ہند کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنے اسی حال پر قانع رہ کر اُس کا شکریۂ نعمت ادا کرتے رہیں کہ دوری میں ذوقِ حضوری گدازِ محبت پیدا

کرتا رہتا ہے اور جذباتِ عقیدت میں فراوانی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ ادھر اپنا خیال اور ادھر احباب کا اصرار کہ سفرنامہ ضرور شائع کیا جائے میں دو۔ اِن سفر میں جو خطوط بھیجتا رہا وہ مفصل حالات پر روشنی ڈالتے رہے اور علی گڑھ و ڈبائی وغیرہ میں دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے تھے۔ شروع شروع میں چند خطوط اخبار سرگزشت علی گڑھ میں بھی شائع ہوئے جو پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے اور اُن کا سلسلہ منقطع ہونے پر شائقین نے محترمی جناب ڈاکٹر مرزا ابراہیم بیگ صاحب علیگ ایڈیٹر سرگزشت کو ان کی اشاعت پر توجہ دلائی، واپسی پر موصوف نے مجھے چند خطوط بھی دکھلائے جن میں سفرنامہ شائع کرنے کی استدعا تھی آخر میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ سفرنامہ اپنے خیال کے مطابق شائع ہو اور بالکل اُسی طرح شائع ہو جس طرح حالات کا مشاہدہ ہوا ہے۔ ایسے مقدس اور متبرک سفر کے حالات قلمبند کرتے وقت کسی قسم کی مذہبی یا سیاسی مصلحت پیشِ نظر رکھ کر واقعات کی صورت مسخ کرنا اصولِ دیانت کے خلاف ہے۔ اس لئے میں مصلحت بین اصحاب اور اکابران ولیڈران قوم کو مخاطب کر کے یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میں نے جو کچھ آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا وہ صداقت و دیانت کے ساتھ پورے چار مہینہ راہِ وفا میں گذار کر ملک و ملت کے سامنے پیش کر دیا اور اپنی رائے محفوظ رکھی کہ واقعات و حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر شخص نہایت آسانی کیساتھ خود بخود نتیجہ اخذ کر لے۔

ایک بڑا تلخ تجربہ جو مجھے اس سفر میں ہوا وہ یہ ہے کہ اخباری پروپگنڈے سے مجھے سخت نفرت ہو گئی اور اُن کی لا یعنی و مصلحتی تحریروں کا کوئی اعتبار نہیں رہا۔ جن دنوں کہ میں فلسطین میں مقیم تھا اور وہاں کے حالات بچشم خود دیکھ رہا تھا انھیں دنوں کی خبریں جب اخبارات میں دیکھیں تو بالکل برعکس اور واقعات کے قطعی خلاف نظر آئیں، مجھے اس چیز نے نہایت متاثر کیا اور میں نے یہ طے کر لیا کہ اخباری خبروں پر جو اکثر لغو اور بے بنیاد ہوتی ہیں کبھی اعتبار نہیں کروں گا۔

ایک بات جو نہایت ضروری ہے اس کا بیان کر دینا بھی یہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "فہرست معلوماتِ سفر" میں جو کرایہ تحریر کیا گیا ہے وہ فی کس کے حساب سے ہے، ہمارے قافلہ میں چھ نفوس تھے ان چھ پر جو خرچ ہوتا تھا اُس کا چھٹا حصہ ملکی سکّے کے حساب سے لگا کر میں نے ہندوستانی رقموں میں لکھ دیا ہے۔

روانگی کے وقت برادرِ عزیز افتتاح الرحمن صاحب آرزو، اور مجّی منتظر صاحب جلیسری و مکرمی نشتر صاحب بلرامی اور محترمی حافظ عبدالحمید صاحب حمید نے اپنی اپنی محبت اور مہربانی سے جو رخصتی نظمیں لکھی تھیں وہ قلتِ وقت کے سبب نہ پڑھی جا سکیں تو اُن حضرات نے ریل میں سوار ہونے کے بعد مجھے علی گڑھ اسٹیشن پر عنایت کیں، جن کا شکریہ ادا کرنا میرا اخلاقی فرض معلوم ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لازم آتا ہے کہ جن جذباتِ محبت کے تحت انھوں نے مجھے سراہا ہے اگر انھیں اثرات کو مدِّ نظر رکھ کر میں وہ نظمیں شائع نہ کروں

تو نہ صرف اُن کے دلوں کو ٹھیس لگنے کا احتمال ہے بلکہ میری کج خلقی پر متصوّر ہوگا،

آخر میں مجھے ناظرینِ راہِ وفا سے توقع ہے کہ وہ اس کے مطالعہ سے مسرور ہوکر دُعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ میری اس خالص مذہبی خدمت کو شرفِ مقبولیت عطا فرمائے اور صحیح معنیٰ میں یہ خدمتگارِ ملّت اور آئینۂ راہِ وفا ثابت ہو، آمین

خاکسار

**وفاؔ ڈبائیوی**

۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ

—— رخصتی نظمیں ——

# عرضداشت

از جناب محمد افتتاح الرحمٰن صاحب آرزو احسنی ڈبائیوی

اے یثربی مسافر اے بھائی حفظ رحمان
دنیا کی راحتوں کو ٹھکرا نے شیدائے انساں
تو روح جعفری ہو ایمان مظہری ہو
دلکو نبی کی الفت مسرور کر رہی ہے
رحمت بلا رہی ہو آغوش میں وفا کو
اب یہ وفا پرستی کام آگئی وفا کی
مقصد میں کامیابی ہوگی ضرور تیرے

اے قوت برادر اے جانِ حق کی ارماں
آ میرے پاس آجا ہو جاؤں تجھپہ قرباں
پہنچائے خیریت سے تاکہ تجھکو یزداں
یوسف کا حسنِ صورت چہرہ سے ہو نمایاں
پورا وہ ہو رہا ہو مدت سے تھا جو ارماں
سرکارِ دو جہاں کا بن کر چلا ہے مہماں
اوّل ہو حفظ رحماں آخر ہو فضل رحماں

اُس وقت بھول جانا ہرگز نہ باوفائی
اُس در پہ یاد کرنا بھائی کو اپنے بھائی

# پیشکش

## از جناب مصطفےٰ حسین صاحب منظر جلیسری

سفرِ ارضِ مقدس کو وفا جاتے ہیں آج حج کرنے بہ الطافِ خدا جاتے ہیں
عشق یہ ہے کہ تصور ہے وہی پیشِ نظر ذوق یہ ہے کہ اڑے مثلِ صبا جاتے ہیں
لاشریک اُسکو سمجھتے ہیں، عمل پیرا ہیں جو مواحد ہیں وہ ہر اک سے جدا جاتے ہیں
اُن کے ہمراہ رہا کرتا ہے وصلِ ذی ساتھ لیکر جو عزیزوں کی دعا جاتے ہیں
راحتیں منزلِ مقصود کی ہیں اُن کے لئے رہِ مولا میں جو تکلیف اُٹھا جاتے ہیں
عام ہو شہرتِ اخلاق کہ اک کثرت ہو دھوم ہے آج کہ اک راہ نما جاتے ہیں
ان کو بننا ہے وہاں پھر تجھے سرشارِ حیات اب یہ پیتے جو مئے ہوشربا جاتے ہیں
خیریت سے ہوں وطن کو یہ خدایا واپس فرض کرنے جو ترا آج ادا جاتے ہیں

اُن کی آنکھوں میں سماتا نہیں کوئی منظر
جن کی نظروں میں وہ جلوے جو سما جاتے ہیں

# گلدستۂ جذبا

## از جناب نشتر صاحب بلرامی

مبارک وفا تم کو کعبہ کا جانا — ہمیں اپنی قسمت پہ آنسو بہانا
نگہبان فضلِ خدا ہو سفر میں — رہے سر پہ رحمت کا بس شامیانا
پلٹ کر محمدؐ علی کی لحد سے — ذرا خود بھی رونا انھیں بھی رلانا
نجف کی زمیں اور رہِ کربلا میں — فقط اشکِ خونیں کے دریا بہانا
جو مانگو گے پاؤ گے وعدہ ہے اُن کا — درِ حق پہ جتنا بھی ہو گڑگڑانا
مدینہ میں سرکارِ بطحیٰ کو جا کر — ہماری پریشانیاں سب سنانا
یہ کہنا کہ سرکار علمائے دیں نے — کیا ہے شروع بے طرح سے ستانا
فلک کفر کا ہمنوا ہو رہا ہے — زمیں چاہتی ہے ہمیں اب مٹانا
بتا دیجئے یا تو پہلا سا ہم کو — بھلا دیجئے یا وہ پچھلا زمانا
مدینہ تھا لے دے کے اُمت کا مرکز — نہیں اب وہاں بھی ہمارا ٹھکانا
صحابائے ذی منزلت کی لحد پر — سخاوت سے اشکوں کی گجری چڑھانا

خدا کیلئے دن لگانا نہ زاید
مع الخیر اپریل تک لوٹ آنا

# نذرِ عقیدت

از جناب حافظ محمد عبد الحمید صاحب حمیدؔ

چلے ہیں وفا سوئے مکّہ مدینہ
مبارک یہ دن ہے مبارک مہینہ

بڑی جذبۂ حق کی تیاریاں ہیں    نگاہِ تخیل میں بیداریاں ہیں
شرابِ محبت سے سرشاریاں ہیں    ضیا پاشیاں ہیں ضیا باریاں ہیں
ہے وحدت کے جلووں سے معمور سینہ

مواحد ہے مقصد ہے سب سے جدا ہے    مسافر ہمارا اکیلا چلا ہے
محافظ نگہباں سفر میں خدا ہے    خلوص و محبت سے میری دعا ہے
کہ ہو پار بحرِ گنہ سے سفینہ

الٰہی جہاں جائے یہ چین پائے    کہیں پر نہ دوری وطن کی ستائے
حمیدؔ اپنے جذباتِ فرقت سنائے    بصد خیریت حج سے جب گھر کو آئے
تو لائے یہ دامن میں نوری دفینہ

---

# پہلی منزل

## علی گڑھ تا کراچی

# سفرِ راہِ وفا

۱۱ر دسمبر ۱۹۳۵ء ۱۰ر شوال المکرم ۱۳۵۴ھ

میری روانگی سے ایک دو روز قبل وطنی اعزہ و احباب اور دوسری جگہوں سے خصوصی کرم فرما رخصتی عزت عطا فرمانے کیلئے تشریف لے آتے تھے ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۵ء کو شام کی ٹرین سے روانگی تھی۔ صبح سے مقامی بزرگوں عزیزوں اور دوستوں کی رخصتی ملاقاتیں شروع ہوگئیں۔ باہر مردانی نشست گاہ میں اور اندر حویلی میں عزیز احباب و خواتین سے وہ رونق و چہل پہل تھی کہ شاید بڑی سے بڑی تقریب کو بھی میسر نہ ہوئی ہو۔ میں ان لوگوں کے اس جذبۂ ہمدردی و ملت کو قلب کے محفوظ گوشہ میں رکھ کر ان کے شکریۂ کرم فرمائی کے ساتھ اس مالکِ حقیقی کا شکریہ بھی ادا کر رہا تھا جس نے آج اس سراپا گنہگار کو اپنے حبیبِ پاک کے تصدق سے یہ توفیقِ سعادت عطا فرمائی کہ اپنی اور اپنے محبوب کی خدمت میں حاضری کا موقع دیا۔

حسب ہدایتِ حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف صاحب مدظلہ العالی میں نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ یہ لمحات رخصت گذار رہا تھا۔ پانچ بجے کی ٹرین سے مجھے روانہ ہونا تھا چار بجے سے قبل میں نے لباسِ سفر پہن کر چار رکعت نفل ادا کیے۔ پہلی رکعت میں قل یاایہا الکافرون دوسری میں قل ہو اللہ تیسری میں قل اعوذ برب الفلق چوتھی میں قل اعوذ برب الناس پڑھ کر یہ دعا مانگی اَللّٰهُمَّ كُنْ لَنَا صَاحِبًا فِي سَفَرِنَا وَخَلِيفَةً فِي أَهْلِنَا ۔ درود شریف کا ورد تھا مکان کے دروازہ پر پہنچ کر یہ دعا

پڑھی بِسْمِ اللّٰهِ وَ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نُزَلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا اَحَدٌ - باہر تمام اعزّہ و احباب جوق در جوق گلے ملنے لگے اور چاروں طرف سے پھولوں کی بارش ہونے لگی، نعرۂ تکبیر کی فلک بوس صداؤں سے فضاء خاموش گونج رہی تھی، سنہری، روپہلی اور پھولوں کے ہاروں سے مجھے لادنا شروع کیا۔ اچھے خاصے قومی جلوس کی شکل بنا کر مجھے حلقہ میں گھیرے ہوئے گھر سے اسٹیشن کی طرف لے چلے۔ محلہ کی مسجد میں دو رکعت نماز نفل قل یا ایہا الکافرون و قل ہو اللہ احد کے ساتھ پڑھی اور بعد نماز یہ دعا مانگی اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَ كَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْمَالِ وَ الْاَهْلِ وَ الْوَلَدِ - مسجد سے رخصت ہو کر راستہ میں قل یا ایہا الکافرون، اذا جاء، قل ہو اللہ فلق۔ الناس۔ فاتحہ۔ الم سے مفلحون تک۔ آیت الکرسی، سورۂ بقر کی آیت آمن الرسول سے فانصرنا علی القوم الکافرین تک برابر تلاوت کرتا رہا۔ اور اسی حلقۂ احباب میں اسٹیشن تک پہونچا، ہرچند کہ اس قسم کے نام و نمود اور ایسی شہرت اور مظاہرات سے مجھے کوسوں کا بُعد ہے مگر میں اس وقت ہر مخلص کرم فرما کے جذبۂ محبت کو پامال کرنے کی اپنے آپ میں اخلاقی طور پر طاقت و قوت غائب سمجھ رہا تھا اور باوجود سعیٔ بلیغ کے جرأت انکار نہ کر سکا اب دُنیا اس کو میری کمزوری تصور کرے یا صحیح واقعات کی ترجمانی سمجھے راستہ میں اسٹیشن تک مسلسل پھولوں کی بارش میں پہنچا، اسٹیشن پر ... روں، دوست پہلے سے موجود تھے، معززین شہر، ارکان یونیورسٹی

محبانِ قوم، عزیزانِ کرام گلے مل مل کر رخصت کر رہے تھے بعض دوست رخصتی نظمیں سنانے کو بیچین تھے مگر قلتِ وقت کے سبب موقع نہ مل سکا گاڑی آنے میں دیر تھی، نمازِ مغرب جماعتِ کثیر کے ساتھ پلیٹ فارم پر ادا کی اور اس کے بعد سب سے رخصت ہوا۔ گاڑی آئی اور میں بسم اللہ کہہ کر اس پر سوار ہو گیا۔

دہلی تک پہونچانے کے لئے برادرِ خورد میاں محمد افتتاح الرحمٰن صاحب آرزو احسنی، میرے عزیز دوست محمد منظور علی صاحب فاروقی، ایم نظیر الاسلام صاحب۔ حافظ عبد الحمید صاحب، انوار صدیقی صاحب اور حاجی محمد حبیب صاحب وغیرہ وغیرہ ساتھ میں روانہ ہوئے، گاڑی کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اپنے دوستوں بزرگوں اور عزیزوں کو مخاطب کر کے میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور انجن کے سیٹی دینے تک ایک مختصر سی رخصتی تقریر کی، گاڑی روانہ ہونے پر دور تک ہاتھوں کے اشاروں سے سلامی ادا ہوتی رہی اور نظر سے اوجھل ہونے کے بعد میں سب کو خدا حافظ کہہ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور اللہ اکبر، الحمد للہ اور سبحان اللہ تین تین بار، لا الٰہ الا اللہ ایک بار اور اس آیۃ کریمہ کی تلاوت شروع کی سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۙ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

دہلی تک احباب کی ہمراہی میں اس طرح وقت گذر گیا کہ تین چار گھنٹہ معلوم بھی نہ ہوئے، ان احباب سے رخصت کا وقت بھی قریب آگیا اور فرداً فرداً ہر ایک سے گلے مل کر جدا ہوا، اب میں تھا اور میرا رفیقِ سفر حقیقی رہنما

تنہائی تھی اور اس کی یاد طبیعت کو سکون حاصل ہوا تو رات کی خاموش فضاؤں میں حسب ذیل نظم بعنوان "روانگی" موزوں ہو گئی اور اس کو پورا کر کے تھوڑی ہی دیر سو رہا۔

# روانگی

شکر صد شکر ہوئی دل کی تمنا پوری
قربتِ خاص میں تبدیل ہوئی تھی دوری

سحر و شام کے گریہ نے کیا کام مرا
لکھ گیا دفترِ رحمت میں جو خود نام مرا

مقصد زیست کی تکمیل کا وقت آیا ہے
مرے مولا نے یہ دن آج جو دکھلایا ہے

میں گنہگار کہاں اور حرمِ پاک کہاں
ذرۂ خاک کہاں خطۂ افلاک کہاں

فضلِ مولا تھا مگر شاملِ حالِ عاصی
چشمِ فطرت میں تھا کچھ اور مآلِ عاصی

گٹھڑیاں باندھ کے عصیاں کی چلا سوئے حرم
اٹھ رہا ہے عجب انداز سے ہر ایک قدم

مانگنے جاتا ہوں رحمت سے تری آج پناہ
ہار پھولوں کی یہ کہتے ہیں کہ ہیں بارِ گناہ

دوست احباب سے مل جل کے ہوا جب رخصت
لے چلی کھینچ کے آغوشِ طلب میں رحمت

بصد امید چلا اور بصد ارمان چلا
ساتھ لے کر سفرِ شوق کا سامان چلا

ہیں لبوں پر یہ دعائیں کہ ہوں ارکان ادا
ہو ہر اک گام پہ لطف و کرم و فضلِ خدا

حج جو مقبول ہو بر آئے مرے دل کی مراد
پیش آئے نہ سفر میں کوئی یارب افتاد

آؤں واپس تو عزیزوں سے ملاقات کروں
پھر نئی شان سے اسلام کی خدمات کروں

۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء **لاہور** ۸ رشوال ۵۵ھ

۸ بجے صبح لاہور اسٹیشن پر پہونچا تو میرے عزیز محترم بھائی فاضلی پلیٹ فارم پر موجود تھے، دونوں طرف سے آنکھیں چار ہوئیں، لبوں پر تبسّم دوڑ رہا تھا، موصوف فرطِ محبت میں آگے بڑھے اور آغوشِ شفقت میں لیا، لیکن مجھے تنہا دیکھ کر پریشان و حیران نظر آئے اور سبب دریافت کیا۔ میں نے مختصر الفاظ میں بھائی صاحب قبلہ کی لیکایک علالت اور اپنی بدقسمتی بیان کی۔ ہم دونوں نشاط ہوٹل پہونچے اور کمرہ نمبر ۱۱ میں اسباب رکھکر ناشتہ کیا اس کے بعد لاہور کی سیر کو چل دیے۔ لاہور صوبۂ پنجاب کا مرکز ہے اور اسی نسبت سے معاشرتی و تہذیبی خصوصیت کا حامل لیکن اس کے ساتھ مغربیت بھی ملی ہوئی ہے۔ لب و لہجہ سخت ہے۔ عام طور پر تندرستی اچھی ہے، آب و ہوا بہترین ہے۔ یہاں کی خواتین میں بے پردگی اور بے باکی عام ہے۔ مردوں میں شلوار کی جگہ پتلون کا رواج بڑھ رہا ہے۔ کاروبار کے لحاظ سے ترقی پر ہے لیکن اخلاقی حالت گھٹتی جا رہی ہے۔

**مسجد شہید گنج** شہری حالت پر سرسری نظر ڈالتا ہوا مسجد شہید گنج کی طرف چلا، تصوّر و تخیّل آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے تھے، خدا کے گھر پر سنگینوں کا پہرہ دیکھ کر دل لرز گیا۔ قلب کی حالت غیر ہوئی، مسلمانوں کی خود غرضی پر ایک آہ کر کے جگر تھام لیا اور بے اختیاری میں یہ چند اشعار زبان پر آ گئے۔

# مسجد شہید گنج لاہور

اے عبادت گاہِ مسلم اے خدا کے پاک گھر — آہ تو بھی ہے زمینِ ہند پر زیر و زبر
انقلابِ چرخِ ظالم یوں نہ دیکھا تھا کبھی — جس طرح تجھ پر ہوا سکھوں کا قبضہ اور اثر
امتحاں لیتی ہے فطرت یوں بھی بندوں کا کبھی — خلد ہوتی ہے عطا لیکن سلا کر خاک پر
اس طرح بھی جنگ ہوتی ہے کہیں اقوام میں؟ — یہ تیغ غدارانِ دیں ہوں، اور حکومت ہو سپر
سکھ اور انگریز کیا ہندوستاں مل کر تمام — خواب بھی ایسا نہ دیکھے ہم نہ ہوں شامل اگر
مرثیہ پڑھتا ہے مسجد کی جگہ اُس قوم کا — جس میں ہوں موجود ایسے بندگانِ سیم و زر
عزتِ ہستی کی خاطر بیچ دیتا توقیرِ دین — اور نہ رکھیں کچھ مآل و عاقبت پر جو نظر
جن کو رسوائی کا ڈر اپنی نہ خوفِ روزِ حشر — الحذر اے لیڈرانِ قومِ مسلم الحذر
آہ اے مسجد شہید اور اے شہیدانِ کرام — ہے تمہارے حال پر اس وقت میری چشم تر

رنگ مستقبل میں لائے گی شہادت یہ ضرور
ثبت ہوگا بالیقیں خونِ وفا تاریخ پر

اس کے بعد میں ڈبڈباتی آنکھوں اور تڑپتے ہوئے دل کو اغیار کی نظروں سے چھپائے۔

## شالامار باغ

لاہور کے مشہور اور خاندانِ مغلیہ کی ہری بھری یادگار شالامار باغ میں پہونچا، یہ باغ شاہانِ مغلیہ کی عظمت و شوکت کا شاداب نمونہ ہے جو صدہا بہاریں اور خزائیں دیکھنے کے بعد بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ خطۂ پنجاب پر لہلہا رہا ہے۔ یہاں پہونچکر

دل کو تو ۔ اتسکینِ خاطر نصیب ہوئی اور عالمِ تصوّر میں تاریخی ورق گردانی کے بعد فرداً فرداً شاہانِ مغلیہ کے واقعات نظر کے سامنے آ گئے۔ سکون میسّر ہوا تو ایک گلزار خطّے میں بینچ پر بیٹھ کر دل کی بھڑاس یوں نکالی۔

# شالامار باغ لاہور

اللہ اللہ سامنے آنکھوں کے شالامار باغ — خطۂ پنجاب پر ہے مغلیہ عظمت کا داغ
ہے یہ شاہانِ مغلیہ کا نخلِ آرزو — آج تک باقی ہیں اسمیں سلطنت کے رنگ و بو
اسکی شادابی سے ہوتی تھی فضا بس کش مکش — اسکے گہوارے میں پاتی تھیں بہاریں پرورش
اسکی شاخوں میں لٹکتے تھے ہماں کا آشیاں — اسکے پھولوں سے رہا کرتا تھا مست ہندوستاں
اسکی خوشبو کیا اڑی ہندوستاں کی اڑ گئی — اس زمیں کی اڑ گئی اس آسماں کی اڑ گئی
آسکی مرجھائی ہوئی کلیوں میں ہے شانِ بہار — اسکی بربادی بھی ہے فطرت کی رنگیں یادگار
فی الحقیقت یہ مغل شاہوں کا ہے ذوقِ صحیح — ہر روش میں زندگی ہر پھول میں ہے روحِ مسیح
اس لیے قائم رکھا ہے صرف فطرت نے وجود — ہو سکے مائل بہ حرکت تا کبھی قومی جمود

اے وفا تاریخ اس کی صرف اتنی یاد ہے
نوشتۂ ہستی عروسِ گلشنِ ایجاد ہے

**شاہی مسجد**

لاہور کی شاہی مسجد ہندوستان کی تمام مسجدوں سے بڑی ہے۔ صحنِ مسجد میں ایک لاکھ سے زیادہ آدمی آ سکتے ہیں، صدر دروازہ بہت اونچا اور بلند کرسی دے کر بنایا گیا ہے جس سے عمارت کی عظمت و بزرگی دور سے شاندار نظر آتی ہے۔ چھوٹی اینٹوں کا

فرش ہے، چھوٹا سا باغ اور خوشنما بارہ دری بھی بنی ہوئی ہے، حوض کا طول و عرض مطابق وسعت ہے، سامنے قلعہ کا دروازہ ہے جو باوجود انتہائی کوشش کے آج تک نہ کھل سکا، اور مشہور ہے کہ بڑے بڑے ماہر انجینیر اس کے کھولنے کی ترکیب سے قاصر رہے۔ افسوس کہ مسجد کی حالت اچھی نہیں ہے اور کافی مرمت کی ضرورت ہے، زندہ دلانِ پنجاب اور مسلمان والیان ہند اگر اس طرف توجہ فرمائیں تو مسجد کی درستی کوئی بڑی بات نہیں، مسجد سے ذرا فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے جہاں آج کل آل انڈیا نمائش ہو رہی ہے۔ نمائش کو اعلیٰ پیمانہ پر قائم کرکے نفاست کیساتھ زینت دی گئی ہے۔

ٹین کی دیواروں اور میناروں پر اس طرح رنگ کیا گیا ہے کہ پختہ عمارات کی شان معلوم ہوتی ہے۔ ہر بلاک کا رنگ جدا ہے، صنعتی چیزیں صوبہ وار بلاکوں میں ترتیب و قرینہ سے رکھی گئی ہیں۔ نمائش کے چاروں طرف پانی کی نہر نکالی گئی ہے اور اندر چھوٹی سی پٹری بناکر ٹرین بھی نکال دی ہے کہ چھوٹے چھوٹے ڈبوں میں بیٹھ کر تمام نمائش کی سیر کرسکیں، یہ نمائش کئی میل کے اندر ہے۔ رات کو اس کی روشنی ایسی خوشنما معلوم ہوتی ہے کہ یہاں سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا۔

**شاہدرہ** شاہی زمانہ کی یادگار ہے اور اب تک شاہانہ شکوہ و وقار باقی ہے اس میں داخل ہوکر مقبرۂ جہانگیر پر فاتحہ پڑھی جہاں ہندوستان پر حکومت کرنے والا ایک تودۂ آب و گل

میں آرام کر رہا ہے ۔ باغ کی عام حالت اچھی نہیں لیکن مقبرہ درست ہے اور مجاور موجود رہتا ہے ۔ فطرتاً ایسے مناظر سے متاثر ہو کر ہر انسان اور حساس قلب تھوڑی دیر کیلئے محوِ عبرت ہو جاتا ہے بعینہ مجھ پر بھی یہی کیفیت طاری ہوئی اور اسی عالمِ بیخودی میں حسب حال چند شعر کہہ گیا۔

## جہانگیر سے خطاب

اے جہانگیر اے سلیم اے تاجدارِ باوفا
اے شہنشاہی تمنا اے فقیری مدعا

تھی تری شہزادگی فخرِ سلاطینِ جہاں
مملکت میں عشق کی تو نام پیدا کر گیا

تھی شریکِ سلطنت تیری شریکِ زندگی
ایک لمحہ بھی نہ رہ سکتا تھا تو جس سے جدا

تیری نظروں میں ہوئی ساری خدائی منحرف
ہو گئی ملکہ اگر تجھ سے ذرا تیری خفا

مل گئی ورثہ میں تجھ کو نامرادی ، بیکسی
رعب وداب سلطنت تجھ سے اگر جاتا رہا

آج بھی تو سو رہا ہے اپنے قصرِ خاص میں
تجھ کو پنکھا جھل رہی ہے باغ میں بادِ صبا

حسرتیں چھائی ہوئی ہیں عبرتیں موجود ہیں
مقبرہ پر ہے تری سایہ فگن ظلِ خدا

دیکھ اے شہزادۂ ہندوستاں اپنا وقار
سامنے موجود ہے غمگین صورت میں وفا

**مقبرۂ نور جہاں!** جہانگیر کے مزار سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ملکۂ نور جہاں کا مقبرہ ہے ۔ بیکسی اور بے بسی برس رہی ہے ، باغ ہے نہ مجاور ، نگراں ہے نہ محافظ ، وہ نور جہاں جس کے عیش خانے اور آرام گاہ کے قریب نازک اندام کنیزکوں کی آوازِ پا صورِ اسرافیل سمجھی

جاتی تھی آج پشاور جانے والی ریل کی گڑگڑاہٹ اور این ڈبلیو آر کے انجن کی خوفناک سیٹیوں میں دائمی نیند کے مزے لے رہی ہے اور آج اُس کو کوئی چیز ناگوار نہیں معلوم ہوتی۔ افسوس کہ وہ ملکۂ ذوی الاقتدار جس نے جہانگیر کے دل پر ہی نہیں بلکہ قلبِ ہند پر جہانگیری کی آج اس کس مپرسی کے عالم میں پڑی ہوئی ہے اور ملک و قوم کو اُس کے ساتھ کوئی ہمدردی باقی نہیں رہی۔ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم نے مقبرۂ نورجہاں کی طرف توجہ فرمائی تھی جس سے اُس وقت کچھ درستی ہو گئی اور ایک پتھر بطور یادگارِ تاریخ آویزاں کرا دیا گیا۔ اس کے بعد سے کسی نے پھر اُدھر رُخ بھی نہ کیا اور نہ اُن لیڈرانِ قوم نے اس طرف کبھی توجہ فرمائی جو پنجاب کے میدان میں سیاسی کشتیاں لڑنے کے لئے ذرا ذرا سی بات پر کود پڑتے ہیں اور کونسل کی ممبری کیلئے اپنے اپنے پروپیگنڈے سے مذہبی رنگ آمیزیوں کے ساتھ مسلمانوں کا خون بہانا تک جائز سمجھتے ہیں۔ کیا مقبرۂ نورجہاں کی خستہ حالی اہالیان و باشندگانِ لاہور و پنجاب کے قومی جمود کی آئینہ دار نہیں ؟ ہے اور ضرور ہے۔

## مقبرۂ نورجہاں

ملکۂ ہندوستاں اے مالکِ ہندوستاں		بلبلِ باغِ مغلیہ ہے تو خلد آشیاں
وہ ترے جاہ و جلال و شان و شوکت کیا ہوئے		کیا ہوئے وہ چترِ شاہی کی درخشندہ نشاں
کیوں اکیلی سو رہی ہے برجِ خاکی میں تو آج		کیا ہوئے خدام و چاکر اور کنیز و پاسباں

تو ہے اور اک گوشۂ تاریک تر بے قبر کا — ہم جلیسیں پاس ہیں تیری نہ کوئی رازداں
ہیں خوشامد کے عوض اور اب قصائد کی جگہ — مرثیہ گو مقبرہ پر طائرانِ خوش بیاں
کس مپرسی کا یہ عالم الاماں والحفیظ — بیکسی و بے بسی ہے حال پر گریہ کناں
وہ محل باقی نہ وہ قصرِ شہنشاہی ترا — صرف لے دے کر ہے یہ دو گز زمیں بے نشاں
دورِ ماضی، حال، مستقبل ہیں سب پیشِ نظر — کنجِ تنہائی کہاں تیری جہانگیری کہاں

تیری تاریخِ محبت حشر تک دیگی ضیا
ظلمتِ ہستی میں تو بن کر رہی نورِ جہاں

یہاں سے بادلِ ناخواستہ اور گریہ کناں لاہور کے مشہور و معروف درویشِ کامل

**داتا گنج بخش رح**

کے مزارِ پُرانوار پر حاضری ہوئی، روح کو سرور حاصل ہوا، اس کے قریب ہی ایک مقام ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح نے اعتکاف فرمایا تھا۔ پنجشنبہ کو شب کے ۳ بجے سے قرآن خوانی ہوتی ہے۔ مزارِ داتا گنج بخش صاحب رح پر ایک شعر ہے جو خواجہ صاحب سے منسوب کیا جاتا ہے۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا — ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

**انارکلی بازار**

اِس کے بعد شہر کے پُر رونق بازار انارکلی ہوتے ہوئے واپس ہوئے۔ اِس بازار کی چہل پہل اور رونق ایک طرف تو شہنشاہ اکبر کی محبت یاد دلاتی ہے اور دوسری طرف سلیم کے لغات عشق کی بدولت حسن کے زندہ دفن ہونے کا منظر پیش کرتے ہوئے

دیوانگانِ عشق کو آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی ہے۔

دن بھر چلنے پھرنے اور مختلف مقامات کی سیر یں کرنے میں اتنا وقت نہ ملا کہ ادبی ہستیوں اور اخبارات کے ایڈیٹروں سے ملاقات ہو سکتی، لیکن جابجا یہ تذکرے سُنے کہ سیاسی انجمنوں میں مجلسِ احرار اور اتحادِ ملت آج کل بھی آپس میں دست بگریبان ہیں اور ہر روز کوئی نہ کوئی مقامی چپقلش رونما ہوتی رہتی ہے۔ ہوٹل میں پہونچ کر کھانا وغیرہ کھایا اور نمازِ عشا پڑھ کر عالمِ رویا کی سیر کرنے لگا۔

## لاہور تا کراچی

۱۲، دسمبر ۱۹۳۷ء ۹، شوال ۱۳۵۶ھ

خدا کا شکر ہے کہ رات کو باوجود دیر سے سونے کے آنکھ علی الصبح کھُل گئی ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کیا، اِدھر اُدھر نگاہ ڈالی کہ شاید کوئی دوسرا نمازی نظر آجائے تو نماز اُس کے ساتھ ادا کروں، مگر چاروں طرف نیند کا غلبہ تھا اور سب کے سب آغوشِ راحت میں مصروف تھے۔ نماز پڑھ کر دُعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر اپنا فضل و کرم کرکہ یہ اپنے فریضۂ اوّلین کی ادائیگی بہ ذوق و شوق پوری کیا کریں ٹھیک آٹھ بجے ناشتہ کرکے ہوٹل سے اسٹیشن کو روانہ ہوا، اسٹیشن پر پہونچکر یاد آیا کہ عجلت میں جانماز، ہوٹل میں بچھی رہ گئی، افسوس ہوا جانماز تو اور بھی خرید لی جائے گی مگر اس عطیۂ محبّت کی جدائی شاق تھی، ممکن ہے اس میں بھی کچھ مصلحتِ ایزدی ہو اور کیا عجب کہ جانماز دیکھ کر ہی

کسی کو نماز کا شوق پیدا ہو جائے اور میری دُعا مقبولیت حاصل کرلے۔
یہ اس کے بھید ہیں۔

ڈاک گاڑی اسٹیشن پر موجود تھی، براہِ راست کراچی پہونچنے کیلئے دو ڈبے لگے ہوئے تھے۔ ایک ڈبے کی طرف رُخ کیا۔ گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے ہوئے پہلے سے ایک جم غفیر موجود تھا۔ معلوم ہوا کہ سیالکوٹ کا قافلہ کعبۃ اللہ جارہا ہے۔ بیٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے درخواست کی کہ اگر خدمتگار کی ضرورت ہو تو اندر آنے کی اجازت دی جائے، الحمدللہ کہ درخواست منظور ہوئی اور بڑی آؤ بھگت کے ساتھ اچھی جگہ ملی۔ سامان رکھنے کے بعد گفتگو ہوئی، میں نے اپنا پروگرام سنایا سب لوگ سُن کر متعجب و متاثر ہوئے اور ہر ایک نے گلے کا ہار اُتر کر میری گردن میں ڈال دیا۔

لاہور اسٹیشن پر جہاں کوئی شناسا بھی موجود نہ تھا اُس کے فضل وکرم سے ایک مجمع عام نے اس طرح رخصت کیا کہ علی گڑھ کا اسٹیشن یاد آگیا۔ نو بجے گاڑی روانہ ہوئی اس قافلہ کے ساتھ معلّم کا ایجنٹ موجود تھا، مگر صرف امیرِ قافلہ بنا ہوا تھا اور کسیکو آدابِ سفر بتانے کی تکلیف نہ کرتا تھا خدا انہیں اس کی توفیق دے۔

اکثر حضرات ناخواندہ ہیں میں نے اپنی کتاب مشیر حجاج وزائرین پڑھ کر سُنائی، لوگ متحیّر ہوئے اور اس کے بعد ہم مولوی جی مشہور ہو گئے۔
ایک صاحب نے حُقّہ پیش کیا تو معذرت چاہی اس پر صوفی جی کا خطاب مرحمت ہوا۔ اگر اُس وقت تنہا نہ ہوتے اور ایک دو آدمی ساتھ ہوتے تو ایسے

گروہ میں پیر جی بننے میں کچھ شُبہ باقی نہ رہتا. گاڑی چل رہی ہے اور ہم اسٹیشنوں پر اُتر اُتر کر سب کو پانی بہم پہونچا رہے ہیں۔ ستر برس کی ایک ضعیفہ ہماری بلائیں لیتے لیتے اور دعائیں دیتے دیتے تھکی جارہی ہیں، سب لوگ خوش ہیں۔ ایک صاحب بیت الخلا تشریف لیگئے نل نہ کھل سکا تو باہر آئے اور ہم سے کہا کہ مولوی جی چل کر نل کھولدو ہم استنجہ کریں گے۔ ہر خدمت میں مجھے لطفِ مخدومی حاصل ہورہا ہے۔

اس سے بڑھ کر نہ ہوئی ہے نہ سعادت ہوگی
کامِ اخلاقِ خدا کے کہ عبادت ہے یہی (جوہر)

ایک عرب صاحب بھی اسی گاڑی کے ڈبے میں معہ اپنی بی بی بچوّں کے ہمسفر ہیں، معتقدین نے پھلوں کا ٹوکرہ پیش کیا تھا۔ اُس میں سے کبھی سنترہ کبھی کیلہ ہم پر نچھاور کیا جارہا ہے۔ گنّے کی گنڈیریاں سنترہ کی خوشبو سے عجیب لُطف پیدا کر رہی ہیں۔

## کراچی

۱۴ر دسمبر ۱۹۳۷ء ۱۰ر شوال ۱۳۵۶ھ

صبح ساڑھے سات بجے کے بعد کراچی اسٹیشن پر پہونچے، نئے شہر میں پہنچنے کی دعا پڑھی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَشَرِّ اَھْلِھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا۔ پلیٹ فارم سے باہر آئے تو مختلف ہوٹلوں انجمنوں اور دھرم شالاؤں کے نمائندے موجود تھے لاہور میں فاضلی صاحب نے ہمیں بتا دیا تھا کہ سلطانہ ہوٹل میں

ٹھہرنا، اس لیے ہم اپنے ڈبے کے ساتھیوں سے رخصت ہوئے اور اُن سے حاجی کیمپ میں ملنے کا وعدہ کیا۔

چھ آنہ میں عمدہ قسم کی فٹن سلطانہ ہوٹل تک طے کرکے اس میں سامان رکھوایا تھا اتنے میں ایک نوعمر صاحبزادہ تشریف لائے اور اپنا کارڈ پیش کیا جس پر سلطانہ ہوٹل تحریر تھا، میں نے اُن سے کہا وہیں جا رہا ہوں یہ سُن کر وہ بلا تکلف اور کچھ کہے سُنے بغیر میرے برابر تشریف فرما ہو گئے، اُن کی اس بے تکلفانہ حرکت پر غصہ آیا، مگر کچھ سوچ کر خاموش رہے۔ صبح کی خوشگوار فضا میں ہوٹل تک کا راستہ باتوں باتوں میں ختم ہو گیا منیجر صاحب سے مل کر مسرت ہوئی با اخلاق آدمی تھے، عمدہ قسم کا کمرہ نمبر ایک مع جملہ سامانِ آسائش رعایتی کرایہ کے ساتھ تین روپیہ کے بجائے ڈیڑھ روپیہ یومیہ میں مرحمت ہوا۔ بیرے نے بستر کھول کر مسہری پر لگایا اور پھر غسل خانہ میں گرم پانی رکھا۔ ریگستانِ ملتان کی خاک جو اس راستہ میں مشہور ہے بدن سے دھو کر جُدا کی اور ناشتہ کرکے ٹہلنے کی ٹھہرائی کشادہ سڑکیں، اونچی عمارات، عمدہ اور تیز رفتار ٹریم، خلیق اور ملنسار آدمی دیکھتا ہوا حاجی عبدالرزاق اینڈ کو میرٹ روڈ کے یہاں پہونچا اور اُن کو اپنا کارڈ دیا کہ آپ کے یہاں ۱۵ رکی شام کو سید محمد حسین صاحب دہلی سے آکر قیام کریں گے انھیں دیدیا جائے میں ۱۶ رکی صبح کو آکر ملوں گا۔ حاجی صاحب کی فرم کے منیجر بہت اخلاق سے پیش آئے اور انھوں نے مجھ سے بھی اپنے یہاں ٹھہرنے کا اصرار کیا، میں نے شکریہ کے ساتھ بوجوہ

معذرت چاہی اور پھر ملنے کا وعدہ کرکے رخصت ہوا۔ مولوی نذیرالدین صاحب مالک آرمی پرنٹنگ پریس کراچی کے متعلق بھائی ابراہیم صاحب فاضلی نے لاہور میں بتایا تھا کہ اُن سے ضرور ملنا وہ حج کمیٹی کے ممبر اور نہایت خلیق انسان ہیں، وہاں پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہ کہیں گھومنے تشریف لے گئے ہیں اُن کے بھائی موجود تھے، بڑی محبت سے پیش آئے اور منع کرتے کرتے چا منگوائی ایک گھنٹہ تک انتظار کیا مولانا تشریف نہ لائے تو پتہ لکھ کر اپنا کارڈ چھوڑ آیا۔ راستہ میں ایک نئی قسم کی دوکان ملی جو ایک تعلیم یافتہ مسلمان نے کھول رکھی ہے وہ آدمی کا وزن کرکے باقاعدہ کارڈ لکھ کر دیتے ہیں اور ہر مہینہ اُن پر انعامات تقسیم کرتے ہیں جو مقامی اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں، ہم نے بھی اپنا وزن کرایا ایک من اونیس سیر ہوا۔ انعام کے متعلق کہہ دیا کہ اگر ہمارے نام نکلے تو کسی طالب علم کو دیدیجئے۔ خراماں خراماں سیر کرتے ہوئے چلے جارہے تھے کہ پیچھے سے کیشیئر صاحب کی آواز آئی، تعجب کے ساتھ دیکھا تو وہی مولوی صاحب کے بھائی سائیکل پر چلے آرہے ہیں۔ فرمایا چلئے بھائی صاحب تشریف لے آئے۔ یہاں پہونچ کر مولانا سے ملاقات کی، علم دوست اور ادب نواز ہستی پایا۔ دوران گفتگو میں فرمایا کہ یونیورسٹی پریس کے سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کے ایما سے علی گڑھ پہونچے تھے اور اچھے خاصے بیوقوف بنائے گئے، اس کے بعد پاسپورٹ کے متعلق گفتگو ہوئی انھوں نے کہا دو بجے

آجائے تمام کام نہایت سہولت کے ساتھ طے ہو جائے گا ٹھہرنے کا بیحد
اصرار کیا مگر میں نے اُن سے بھی معافی چاہ لی، تین پیسہ کا ٹکٹ لیکر
ٹرام میں بیٹھا اور حاجی کیمپ پہونچا۔ ریل کے ساتھیوں سے ملاقات
کی اُن کے معلم کے ایجنٹ نے ٹکٹوں کا انتظام کر لیا ہے۔ حاجی کیمپ
گودی سے پانچ چھ میل ہے کیمپ کی حالت اچھی نہیں۔ یوپی کے علاوہ
صوبہ سرحد۔ پنجاب۔ سندھ وغیرہ کے حجاج موجود ہیں اکثریت جُہلا
کی ہے۔ مغل لائن جہاز راں کمپنی کے ٹکٹ گھر پر انگریزی ٹوپی سے
سہمے ہوئے ایک طرف کھڑے ہیں، میں نے اُن حضرات کو سمجھایا کہ
اس سے خوف نہ کھائیے یہ تو آپ کا ملازم ہے آپ روپیہ دے کر
ٹکٹ خرید رہے ہیں، ہوٹل کو واپس ہوا، کھانا کھایا۔ کچھ دیر آرام کرکے
ظہر کی نماز پڑھی اور پاسپورٹ لے کر آرمی پریس میں پہونچا۔ مولانا
میرا انتظار کر رہے تھے دوسری سائیکل منگوائی اور ہم دونوں برٹش
قونصل خانہ پہونچے۔ پاسپورٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب ایک پنجابی
مسلمان ہیں اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور میرا پروگرام دیکھ کر پورا
ہونے کی دُعا کی۔ وِزا کی کوئی ضرورت نہیں یو۔پی گورنمنٹ سے ہم
پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں فلسطین کے معاملات سے غیر متعلق رہنے
کی ہدایت فرمائی۔ اس کے بعد ہم فرانسیسی قونصل خانہ پہنچے یہاں کا
متعینہ آفیسر انگریز تھا اتنی قدر صاف اور پیاری انگریزی بولتا تھا کہ
جی چاہا گھنٹوں تک بات چیت کرتے رہیں، پانچ فرانکس یعنی دس آنہ

لے کر اُس نے پاسپورٹ پر وِزا کر دیا اور چلتے وقت ہاتھ ملا کر میرے عزم پر مبارک باد دی اور کہا کہ آپ بہت ہی خوش قسمت ہیں جو آج وِزا کرانے آ گئے اس لئے کہ ہماری گورنمنٹ نے ۱۵ر دسمبر سے وِزا کی اُجرت دو گُنی کر دی ہے اگر آپ کل وِزا کراتے تو ایک روپیہ چار آنے دینے پڑتے، میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور دل میں کہا کہ جس پر فضلِ مولا ہوتا ہے اس پر ایسی ہی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ پاسپورٹ کے تمام مراحل آسانی سے طے ہو گئے، واپسی پر مولانا کے یہاں چائے پی۔ آج صبح سندھ کالج کے ہندو مسلم طلبا میں جھگڑا ہو گیا ہے زخمیوں کی کافی تعداد بتائی جاتی ہے، مولانا اس واقعہ سے بہت متاثر نظر آرہے تھے بار بار فرماتے تھے خدا معلوم مسلمانوں کا ستارہ کب چمکے گا؟ عصر کی نماز پریس میں پڑھی اور دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا۔ ایک آنہ میں کماری کا ٹکٹ خرید کر بندرگاہ پہونچا۔ سات سال کی تمنا پوری ہوئی ساحلِ سمندر، چھوٹے بڑے جہاز اور سمندری لہریں دیکھ کر قدرتِ خدا یاد آئی۔ شکر ادا کیا اور دُعا کی کہ باری تعالیٰ میرے شفیق بھائی کو شفاء کامل عطا فرما کر مجھ سے یہیں ملا دے کہ دلی تمنا پوری ہو۔

نصف گھنٹہ تک عالمِ تخیل میں سیر کرتا رہا اس کے بعد نیچے اُترا اور ایک آنہ دے کر بادبانی کشتی میں سوار ہو کر منورا کی طرف چل دیا جو یہاں سے ۵ ۱/۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ منورا میں جہازراں کمپنیوں کے

ملازمین کی آبادی ہے جس میں انگریز زیادہ ہیں سمندری تفریح سے دماغ کو فرحت حاصل ہوئی اور رات کے جاگنے کا خمار اور ریل کے سفر کی تکان یک لخت کافور ہوگئی ۵ ½ میل تک کشتیاں ہی کشتیاں نظر آتی تھیں اور شام کے وقت دوکاندار، تجار، اُمرا، ملازمین غرضیکہ ہر قسم کے لوگ اس سیر میں شریک ہونے کی کوشش کرتے ہیں، ۵ ½ بجے واپسی ہوئی سورج کی سنہری کرنیں پانی کی لہروں میں قوس قزح کا منظر پیش کررہی تھیں، جس کشتی میں واپس ہوا تھا اُس میں دو انگریز اور ایک انگلش خاتون بیٹھی ہوئی تھی، راستہ میں شوخی سے کشتی کو اس قدر ٹیڑھا کرادیتی تھی کہ اُلٹنے کا خوف معلوم ہوتا تھا لیکن ہم پر اس کا کچھ اثر نہ تھا بلکہ تجربہ سے ثابت ہوا کہ شاید جہاز میں ہمیں متلی پیدا نہ ہو۔ خدا کا فضل و احسان دیکھیے معلوم ہوا کہ جہاز کی روانگی اتوار کی صبح کے بجائے سنیچر کی شام کو ہوگی، "ایجی" میں پڑھا تھا کہ روانگی سنیچر، دوشنبہ اور جمعرات کو ہونی چاہیے، چنانچہ علی گڑھ سے سنیچر کو اور لاہور سے پیر کو روانہ ہوا تھا اب کراچی سے بھی سنیچر کو روانہ ہوں گا (افسوس کہ جہاز اتوار ہی کو روانہ ہوا)

## ۱۵؍دسمبر ۳۶ء ایک تاریخی یادگار ۱۱؍شوال ۵۶ھ

علی الصبح آنکھ کھلی، نماز پڑھی، علی گڑھ کو خطوط لکھے۔ ناشتہ کیا۔ اخبار پڑھا۔ ہوٹل سے روانہ ہوکر خالق دینا ہال دیکھا جس میں رئیس الاحرار

کا تاریخی مقدمہ ہوا تھا اور علی برادران کو دو دو سال کی سزا کا حکم سُنایا گیا تھا۔ اسی کے سامنے پیدائش و اموات کا دفتر ہے جہاں بچوّں کے ٹیکہ بھی لگایا جاتا ہے، کچھ دور چل کر میونسپل بورڈ کا شاندار دفتر ہے، ہندوستان میں یہاں کی میونسپلٹی بلحاظ خوش انتظامی درجہ اوّل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آرمی پریس پہونچا، کراچی کے مشہور مقامات دریافت کرکے گاندھی گارڈن میں گیا، بہت بڑا پارک ہے خوبصورت اور سرسبز و شاداب ہے، باغ کے دروازہ پر پہونچا تو ندیو پرسے کسی کی آواز کان میں آئی "پھرے جا پھرے جا، دُنیا کی ہر چیز کو دیکھ اور عبرت حاصل کر" اللہ اللہ کس کس طرح گنہگار کو نوازا جا رہا ہے، اور کس کس طرح توجہ دلائی جا رہی ہے، باغ میں پہونچ کر ایک گوشہ میں دو رکعت عصر کی نمازِ قصر پڑھی۔ خدا معلوم کیا خیال آیا، آنکھیں پُرنم ہوگئیں، درود شریف پڑھتا ہوا اُٹھا، ٹہلا، سکونِ دل میسّر ہوا، باغ کی سیر کی جا بجا "گاندھی باغ" کے بورڈ نظر آئے۔ کتوں اور سائیکلوں کو اندر لانے کی اجازت نہیں، طرح طرح کے جانور موجود ہیں عربستان کے سبز بندر پہلی مرتبہ دیکھے، ا۱/۲ گھنٹہ سیر کرکے واپس ہوا، ترسری گارڈن دیکھا عجیب و غریب خوشنما پودے اور پھول نظر کو کھینچ رہے تھے اُنھیں دیکھ کر منظور علی فاروقی یاد آئے یہاں سے روانہ ہو کر حاجی کیمپ پہونچا، ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر قلق ہوا، ٹیکہ لگانے کیلئے حجاج کو آستین کھلوا کر ایک پارک میں اس طرح

بٹھایا گیا ہے جس طرح بھیڑیں اور بکریاں کانجی ہاؤس میں بھردی گئی ہوں، نہ حجاج کو احساس نہ آفیسران متعلقہ کو پرواہ۔

حاجی عبدالغنی صاحب کی طرف سے کھانا تقسیم ہوا، روٹیاں پکّی ہوئی اور گوشت بالکل کچا، بہرحال اُن کی یہ خدمت خالصۃً لوجہ اللہ ہے کاش کہ رؤسا، یو، پی کو بھی خدا اس کی توفیق دے۔

نمازِ مغرب حاجی کیمپ کے قریب مسجد میں پڑھی، مسجد عمدہ اور پانی کا انتظام معقول ہے۔ ہوٹل پہونچ کر کھانا کھایا سلطانہ ہوٹل کے چاروں طرف سینما ہیں مگر میں ایک سال سے لعنت بھیج چکا ہوں، منیجر صاحب کے بھائی دولت خاں نے دریافت کیا آپ سینما نہیں دیکھتے میں نے کہا جی ہاں؛ آپ کا چلنا پھرنا بولنا میرے لئے متحرک تصویر کا لطف دیتا ہے۔ سمجھدار آدمی تھے خاموش ہوگئے، آج ہوا میں تیزی اور سردی ہے، رات کے ۱۱½ بجے ہیں چاء کی پیالی سامنے ہے اور میں کرسی پر بیٹھا ڈائری لکھ رہا ہوں۔

## ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۷ء — مقبولیتِ دُعا — ۱۲ر شوال ۱۳۵۶ھ

خدا کا شکر ہے کہ صبح کی نماز وقت پر ادا ہوئی، درود تاج پڑھتے پڑھتے خیال آیا کہ آج جمعرات ہے اگر میرے خدا نے بھائی صاحب کی طبیعت روبہ اصلاح کردی ہوگی تو وہ روانہ ہوگئے ہوں گے، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے، سجدے میں سر رکھا اشکوں کی روانی شروع

ہوئی دُعا مانگی کہ اے حضرتِ ابراہیمؑ پر آتش کو گلزار بنانے والے، نوحؑ کی کشتی کے کھیون ہار اور یونسؑ کو بطنِ ماہی میں پناہ دینے والے خدا، عاصی کی دُعا قبول کر اور میرے بھائی کو اس مقدّس سفر میں میرے ساتھ کر دے کہ اُن کی خدمت سے میرے دل کی آرزو پوری ہو، اس کے بعد ناشتہ کیا اور آرمی پریس روانہ ہو گیا، مولانا سے ملاقات ہوئی یہاں سے حسب وعدہ حاجی اینڈ کو پہونچا آج سیّد محمد حسین صاحب دہلوی سے ملاقات کا دن تھا اور کارڈ میں ۱۶ر دسمبر کو ۱۱-۱۲ بجے دن کے ملنے کا وقت تحریر کرایا تھا۔ ملاقات ہوئی، موصوف نے ایک تار مجھے دیا، پڑھ کر قلب کی حالت ایسی ہوئی کہ سوائے عالم الغیوب کے کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا، میری صبح کی ناچیز دُعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہوئی کہ تار میں بھائی صاحب نے لکھا تھا سنیچر کی صبح کو کراچی پہونچیں گے، اس کے شکریہ میں دو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کی، سیّد محمد حسین صاحب سے مل کر بڑی مسرت و تقویت ہوئی، عمر کا وہ حصہ جسے جوانی کہتے ہیں گذار چکے ہیں، گریجویٹ ہیں اور دہلی میں عمر فرنیچر ہاؤس کے مالک ہیں۔ بے تکلّف گفتگو ہوئی، حاجی عبدالرزّاق صاحب دہلوی کے صاحبزادگان، عبدالخالق، محمد شفیق محمد عبداللہ صاحبان نے بےحد اصرار کیا کہ میں اپنا سامان ہوٹل سے اُن کے یہاں اُٹھوا لاؤں، میں نے رسماً نہیں بلکہ واقعتاً اُن سے عرض کیا کہ مجھے وہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں اور معذرت چاہی مگر

ان دہلی کے اخلاقی مجسموں اور شاہانہ طبیعتوں کے مقابلہ میں مجھ غریب کی التجائیں قابلِ پذیرائیٔ تصور نہ ہوئیں اور شکست کھاکر مجھ کو یہاں منتقل ہونا پڑا، ان تینوں بھائیوں کا اخلاق اور اتحاد باہمی اتحادِ ثلاثہ کے نام سے تمام کراچی میں زبان زد عام ہے، ایک جگہ رہتے ہیں ایک جگہ کاروبار ہے۔ تینوں کے پاس شاندار موٹریں ہیں، ہر ایک کا اصرار ہوتا تھا کہ میں اُن کی موٹر میں سوار ہوکر سیر و تفریح کروں، اس عالیشان کوٹھی میں ان حضرات کی صحبت، علمی، ادبی، سیاسی نکتۂ نظر سے مرکز العلوم کے مترادف تھی، اُس پر طرّہ یہ کہ مذاقِ شاعری نے سونے پر سُہاگا کر دیا تھا اور ہر وقت کوئی نہ کوئی تعلیمی بحث چھڑی رہتی جس سے اپنی علی گڑھ کی صحبتوں کا لطف رہنے لگا اور اُس غریب الوطنی میں وطن کا لُطف پیشِ نظر تھا۔ شام کو سیّد صاحب کے ہمراہ کماری کی سیر کو چلے دورانِ گفتگو میں معلوم ہوا کہ سیّد صاحب ان صاحبزادگان والا شان کے اتالیق شفیق رہ چکے ہیں۔ سیّد صاحب مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم کے پرائیویٹ سکریٹری بھی رہے ہیں۔ پہلی بی بی کے مدّاح ہیں اور مرحومہ کی موت کا دل پر گہرا اثر ہے ہر وقت اُس کی یاد سے تندرستی پر اثر پڑا ہے اور کچھ نحیف نظر آتے ہیں، دوسری شادی کر لی ہے، آدمی دلچسپ ہیں سفر میں لُطف رہے گا۔ واپسی پر کھانا کھایا اور خوش گپیوں کے بعد آرام کی ٹھہرائی۔

16795

## جمعہ کی نماز

۱۷؍دسمبر ۱۹۳۶ء ۱۳؍شوال ۱۳۵۶ھ

صبح آنکھ دیر سے کھلی نماز قضا پڑھی۔ آسمان ابرآلود ہے، کوئٹہ والی سرد ہوا چل رہی ہے، سیّد صاحب کے پاسپورٹ کو مکمّل کرانے کیلئے برٹش قونصل روانہ ہوئے اُس روز کی ملاقات کام آئی آسانی کیساتھ پاسپورٹ مکمّل ہوگیا۔ واپسی پر دہلی کے باورچی اور دہلی کے گھی کا بنا ہوا نفیس و لذیذ کھانا کھایا، سیّد صاحب کے ہمراہ صدر گئے نمازِ جمعہ وہیں ادا کی، کراچی میں مسجدیں کم ہیں، مگر جتنی ہیں نفیس اور اعلیٰ، دل کھول کر خرچ کرتے ہیں ہم نے جس مسجد میں نماز پڑھی وہ میمن کی مسجد کہلاتی ہے اس کے چار حصّے ہیں۔ وسیع ہال، چوڑا دالان اُس کے سامنے سائبان، اور پھر صحن، صاحب ذوق حضرات خطبہ سے پہلے قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ خطیب صاحب خوش الحان ہیں، درمیانِ خطبہ ایک اردو کی نظم پڑھی، بعد نماز وکٹوریہ میوزیم دیکھنے گئے معلوم ہوا کہ آج ۳ بجے سے ۵ بجے تک عورتوں کے دیکھنے کا دن مقرر رہے۔ مختلف مقامات پر گھومتے ہوئے کوٹھی واپس آ گئے۔

## بھائی صاحب کی آمد

۱۸؍دسمبر ۱۹۳۶ء ۱۴؍شوال ۱۳۵۶ھ

صبح ۵ بجے بلاارادہ آنکھ کھلی، موٹر تیار رکھا تھا تینوں کاروں میں سب سے

بڑی کار میں سوار ہو کر اسٹیشن پر روانہ ہوا، گاڑی کے انتظار میں چشم براہ تھا دور سے عید کا چاند نظر آیا، خوشی کے آنسو جھلک آئے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے گنہگار کی دُعا قبول کر کے بھائی کو گلے ملوا دیا، کوٹھی پہونچکر غسل وغیرہ سے فراغت کر کے بھائی صاحب کے ساتھ چائے پی، دس بجے کھانا کھا کر شہر گئے، بھائی صاحب اور سید صاحب کے پاسپورٹوں کا ویزا کرایا، بینک میں روپیہ جمع کیا۔ ٹوٹ کی چارپائیاں خریدیں کوٹھی واپس ہو کر ۴ سے ۸ بجے رات تک بھائی صاحب اور بھابی صاحبہ کو کراچی کے مشہور مقامات کی موٹر میں سیر کرائی۔ ہوا بندر بہت ہی خوبصورت مقام ہے۔ ساحلِ سمندر، پُرفضا باغ، خوبصورت عمارات دیکھ کر بچے بہت یاد آئے، دل کو دوسری طرف پھیر لیا، وہاں سے کمانی پہونچے، معلوم ہوا وسٹا جہاز جس سے ہمیں سفر کرنا ہے آج رات کو یہاں آجائے گا اور صبح کو چل دے گا۔ جہاز کے ٹکٹ ہم دوپہر کو خرید چکے ہیں۔ آج عبدالخالق صاحب نے باقاعدہ دعوت کا انصرام کیا ہے نو بجے کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد خیال آیا کہ صبح کو روانہ ہونا ہے اس لئے تازہ پھل خریدے گئے اور ایک ٹوکری میں رکھ لئے۔ ۱۱ بجے ہیں بھائی صاحب اور بھاوج صاحبہ کوٹھی کے اوپر ایک آرام دہ کمرہ میں ٹھہرائے گئے ہیں، میں سید محمد حسین صاحب کے کمرہ میں مقیم ہوں، سامانِ سفر باندھ دیا گیا ہے نمازِ عشا پڑھ کر سونا ہے کہ صبح سویرے آنکھ کھل جائے جس سے روانگی جہاز سے قبل پہونچنے میں سہولت ہو۔

# کراچی پر چلتی ہوئی نظر

مشرقی دنیا کا سمندری ساحل ہونے کی وجہ سے تجارت کا مرکز ہے۔ گندم کی سب سے بڑی منڈی ہے۔ یورپ کا قریب ترین ساحل ہے، کاروبار ترقی پر ہیں۔ سڑکیں بہت کشادہ اور شفاف ہیں مکانات شاندار اور نفیس ہیں، باشندے خوش اخلاق اور متواضع ہیں۔ جدید ترقی میں بمبئی کا ہم پلہ ہے مگر اخبارات کا شوق کم ہے۔ اُردو کا کوئی روزنامہ ایسا نہیں جس کی آواز کی پبلک اور حکومت میں گونج ہو۔ سیاسی زندگی میں دوسرے ہم پایہ شہروں سے پیچھے ہے۔ مسلمانوں میں نماز روزہ کا شوق ہے۔ مسجدیں کم ہیں لیکن آرائش اور زینت میں بے نظیر۔

ہوٹل شاندار اور آرام دہ ہیں۔ کھانے کا عام معیار پست ہے۔ مغربی تہذیب زوروں کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے تاہم سندھی علاقہ ہونے کی وجہ سے ملکی معاشرت بھی کافی ہے۔ مشہور مقامات۔ ہوا بندر۔ حاجی کیمپ۔ میوزیم خالق دینا ہال۔ دفتر میونسپلبورڈ۔ صدر گارڈن روڈ۔ گاندھی باغ۔ لائٹ ہاؤس۔ منورا۔ ہوائی مستقر وغیرہ ہیں۔

# دوسری منزل

کراچی تا بصرہ

# جہاز کا سفر

۱۹ر دسمبر ۱۹۳۶ء ۱۵ر شوال ۱۳۵۵ھ

آج کی صبح اپنی نورانی کرنوں میں ہمارے لئے پیغام طلب اس طرح لے کر جلوہ گر ہوئی تھی کہ چاروں طرف حُسنِ فطرت نمودار تھا، علی الصبح دو کاریں آگئیں، اسبابِ سفر رکھا گیا اور ہمارے محترم میزبان صاحبان بھی اپنے الطاف و اخلاقِ کریمانہ سے ہمیں جہاز پر سوار کرانے کے لئے اس شدّت کی سردی میں تشریف لے چلے، عجیب سُہانا وقت تھا کہ درختوں پر طائرانِ خوش الحان نغمۂ توحید میں مصروف تھے، کماری یعنی ساحلِ سمندر پر پہونچے تو حُسنِ اتّفاق سے ہم چار مسافروں میں دو کا اضافہ اور ہوا، درگاہِ محبوبِ الٰہی سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب ظہیر احمد اور اُن کی بیگم صاحبہ بھی اسی راستہ سے حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتے ہیں، اُن کی رفاقت اور ہمراہی سے مسرّت ہوئی۔ ظہیر صاحب خواجہ حسن نظامی صاحب کے بھتیجے ہیں، خوش مزاج اور خلیق ہیں، اُن کی بیگم صاحبہ اور بھابی صاحبہ میں بہن کا رشتہ قائم ہو گیا اور ہم چاروں مرد آپس میں بھائی بھائی ہیں،

موٹروں سے اُتر کر دفتر قرنطینہ پہونچے، پاسپورٹ دکھائے، ڈاکٹر صاحب نے ہم چاروں مردوں کے پیٹ پر اُنگلی رکھ کر اپنی رسمی ڈیوٹی پوری کی اور تندرستی و توانائی کا سارٹیفکٹ مرحمت کیا، ہمارے ہاتھوں پر جہاز کے نام اور تاریخ روانگی کی مُہر لگا کر صرف

پانچ منٹ میں اپنا فرضِ منصبی ادا کر دیا۔ ہم جہاز پر پہونچے، ہجم غفیر موجود تھا ایسے مقدّس سفر کی روانگی میں بھی نفسی نفسی پڑ رہی تھی، سامان پر ناموں اور پتوں کی چٹیں لگی ہوئی تھیں، اور وہ ہم سے پہلے بار ہو چکا تھا، جہاز پر پہونچکر ہم نے دو شریف خواتین کیلئے چادریں تان کر پردہ کا انتظام کیا اور اُس کے برابر ہی ہم چاروں نے بستر لگا دیے ٹوٹ دار چارپائیوں سے حد بندی بھی ہو گئی۔ اپنے معزز میزبانوں کا شکریہ ادا کر کے اُن سے رُخصت ہوئے اُنھوں نے خدا حافظ کہا اور ہم نے جہاز پر سوار ہونے کی دُعا پڑھی بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔ روانگی کی گھنٹی ہوئی، جہاز نے سیٹی دی اور ٹھیک نو بجے ساحلِ کراچی سے روانہ ہوا، کپتان نے کنارہ سے پانچ میل جا کر جہاز کا چارج لیا، ہم میں سے ہر ایک بحمداللہ خوش و خورم ہے اور ہم جہاز کو چل پھر کر دیکھ رہے ہیں۔

وسنا جہاز جس میں ہم سفر کر رہے ہیں اس کمپنی کا سب سے عمدہ اور ڈاک کا جہاز ہے ۱۵۰ گز لانبا۔ ۲۰ گز چوڑا اور پانچ ہزار ٹن وزنی ہے۔ نہایت مضبوط، خوبصورت اور سُبک رفتار ہے کسی مُسافر کو کسی قسم کی تکلیف و شکایت نہیں، بمبئی سے کراچی تک تو اس میں بہت بھیڑ تھی لیکن کراچی پر کچھ خالی ہو گیا تھا، ہمارے قریب ہی ایک نوجوان نور محمد صاحب نامی بمبئی سے معہ اپنی بی بی کے بحرین کیلئے

سوار ہوئے ہیں، شملہ کے رہنے والے اور سید محمد حسین صاحب کے آشنا سا ہیں۔ ایران وغیرہ سے قالین کی تجارت کرتے ہیں، ان سے مل کر طبیعت نہایت خوش ہوئی مذہب سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، میں نے ان کو اپنی نظم سمندر کا ساحل سُنائی، سُن کر تڑپ اُٹھے، پھر تو فرمائشیں تھیں اور ہم۔

## سمندر کا ساحل

اللہ اللہ یہ ساحلِ دریا یہ موجوں کی بہار    سامنے آنکھوں کے اک دریائے ناپیدا کنار
قافلے حجّاج کے ہیں کیا قطار اندر قطار    ذوق و شوق و آرزو سینوں میں جن کی بیشمار
ہو رہے ہیں یہ جہازِ بحرِ اُلفت کے قریب
لائقِ فخرِ ملائک آج ہیں ان کے نصیب
ذوق میں ڈوبی ہوئی نظروں کی حالت دیکھنا    شوق میں لپٹی ہوئی دل کی محبت دیکھنا
آرزوئے دید میں رنگ طبیعت دیکھنا    اُن کی ہمّت دیکھنا ان کی حقیقت دیکھنا
جا رہے ہیں وجد کے عالم میں یہ سوئے حجاز
بارگاہِ قدس میں ہونا ہے ان کو سرفراز
ان سے خشکی چھُٹ رہی ہے اور تری کا ہے سفر    ہر مسافر کی لگی ہے شانِ رحمت پر نظر
ساحلِ مقصود پر پہونچیں مسافر یہ اگر    تو یقیں آئے کہ پائی قعرِ دریا سے مفر
ورنہ اب تو یہ ہیں اور ان کا جہازِ زندگی
پڑھ رہے ہیں دل ہی دل میں سب نمازِ زندگی

آخری مصرعہ میری زبان سے نکلا تھا کہ نور محمد صاحب نے گھڑی دیکھی دو بج چکے تھے "نمازِ زندگی" پر ظہر کی نماز کا وقت یاد آگیا، تیاری کی انھوں نے اذان کہی بھائی صاحب قبلہ نے نماز پڑھائی، اس کے بعد سے ایک صاحب جے پور کے رہنے والے جو نجفِ اشرف سے بذریعہ موٹر مدینہ منورہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں امام مقرر ہوئے ضعیف العمر اور بڑے بزرگ انسان ہیں۔ جہاز میں باقاعدہ جماعت کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ ہر مذہب کا مسافر اپنے اپنے طریقہ پر جہاز میں عبادت کر رہا ہے۔ ہمیں ڈیک پر ہر طرح کا آرام ہے اور جہاز کا سفر نہایت عمدہ معلوم ہو رہا ہے۔ مغرب کے وقت ہم لوگ جہاز کے اوپری حصہ پر سیر کو چلے گئے۔ کراچی سے روانگی کے وقت پانی کا رنگ ہلکا سبز معلوم ہوتا تھا تھوڑی دیر کے بعد گہرا سبز معلوم ہوا۔ شام کے وقت بالکل سیاہ نظر آنے لگا، اوپر سے مناظرِ قدرت کی خوب سیر کی، مغرب سے قبل سورج کو چھپتے ہوئے دیکھ کر خدا کی شان کے مزے لوٹے، سمندر کی لہروں میں ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنیں عجیب رنگ آمیزیاں پیدا کر رہی تھیں، ڈھائی سو روپیہ کی قیمت کی دوربین ساتھ ہے اس سے بڑی بڑی دور کی چیزیں دیکھی گئیں، عصر مغرب کے درمیان ایک جہاز کو جاتے ہوئے دیکھا، ایک طرف بلوچستان کی سرحد دکھائی دیتی ہے دور سے ایک پہاڑی پر فصیل سی نظر آئی خدا معلوم کوئی قلعہ تھا یا اور کوئی عمارت ؟

غرضیکہ زیادہ وقت سیر اور لوگوں سے ملنے جلنے میں گذارا جا رہا تھا جہاز کا کپتان تو ایک ہے لیکن اُس کے چھ اسسٹنٹ ہیں جو برابر چکر لگاتے رہتے ہیں دن کو گیارہ بجے ایک مرتبہ کپتان بھی پورے جہاز کا گشت کرتا ہے۔ ہمارا جہاز پندرہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہا ہے دن کے نو بجے روانہ ہو کر رات کے نو بجے تک ۱۸۰ میل کا سفر طے کر چکا ہے۔ جہاز کا پاخانہ بہت صاف ہیں ہر دو منٹ کے بعد پانی کی لہر اُن کو صاف کرتی ہے۔ غسل خانے بھی اچھے ہیں۔ مختصر یہ کہ گھر کا سا آرام مل رہا ہے۔ ساتھی اور ہمسفر ہم خیال ہیں ایک دوسرے سے شرافت میں بڑھا ہوا۔ خرچ مشترکہ ہو رہا ہے اور یہ خادم گنہگار یہاں بھی کیشیر بنا ہوا سب کی خدمت کرتا چلا جا رہا ہے۔ پھلوں کا استعمال ہے، صحت سب کی اچھی ہے کسی کو بحمد اللہ کوئی شکایت نہیں۔ مجھے تو اپنے وزن میں آج ہی بیشی معلوم ہونے لگی، جہاز اس قدر عمدہ رفتار سے چل رہا ہے کہ مطلق ناگوار نہیں اور ریل سے بھی اچھی آرام دہ سواری معلوم ہوتی ہے، ریل میں کبھی کبھی جھٹکے بھی لگتے ہیں اس میں وہ بھی نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس وقت تک کسی کو متلی کی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔ ہر دو گھنٹے کے بعد جہاز کو مہتر صاف کرتے رہتے ہیں، میٹھا پانی ٹنکی میں ہر وقت موجود رہتا ہے، جیسٹر کا استعمال اس وقت تک نہیں ہوا۔ میں دورانِ گشت میں "سمندر کی موجوں سے خطاب" چلتے پھرتے ہوئے پنسل سے اپنی ایک نظم مکمل کرتا

پھر رہا تھا۔ ایک صاحب جو ہندو تھے مع اپنی بی بی کے ٹہل رہے تھے مجھ سے گھڑی ملائی، فرمانے لگے کلکتہ اور کراچی میں نصف گھنٹہ کا فرق ہے۔ اپنی بی بی سے انگریزی میں وقت دریافت کرنے لگے، وہ یا تو انگریزی میں جواب نہ دے سکیں یا کچھ جھینپ گئیں، انھوں نے گھڑی بندھی ہوئی کلائی ہماری طرف کردی جس سے ہمارے ہونٹوں پر نیم معصوم تبسم کی لہر، اُن کی اور اُن کے خاوند کی لفظوں میں نمایاں خفت و شرمندگی کی جھلک پائی گئی۔ اور ہم نظم کا آخری مصرعہ سوچتے ہوئے انھیں آداب عرض کرکے آگے بڑھ گئے۔

## سمندر کی موجوں سے خطاب

اے موجِ بحرِ ہستی تُو ساکنِ جہاں ہے — فرشِ زمیں ہے نیچے اوپر چرخ سائباں ہے
حکمِ خدا سے دونوں بہتے ہیں زندگی میں — تو بحر میں رواں ہے تو جسم و جاں رواں ہے
ہے فرق مجھ میں تجھ میں اتحادِ جنسیت کا — اِک قطرۂ شرر ہے اک بحرِ بیکراں ہے
لیکن یہ واقعہ ہے اے موجِ بحرِ ہستی — دونوں پہ حکمِ حاکم دونوں کا امتحاں ہے،
تو بھی خموش رہ کر جپتی ہے نام اُس کا — میری زباں پر بھی اس کی ہی داستاں ہے
ہے تو بھی اس کے تابع اور میں بھی اس کا بندہ — دونوں کا ایک مالک اور ایک پاسباں ہے،
لیکن کبھی کبھی تو طوفان بن گئی ہے — کیا جانے تیرا دامن کتنا خونچکاں ہے،
اے موجِ بحر مجھ کو اُس سے بچائے رکھنا — اُس طرح بہا کے لے چل جس میں ذرا اماں ہے،
بس خیریت سے دکھلا لیجا کے شکلِ ساحل — اب تو ہی ناخدا ہو بہتا ہوا مکاں ہے۔

باوجود اس کے کہ چارپائیاں ساتھ ہیں لیکن ہم سب نے فرش پر بستر کئے ہیں اور صرف بھائی صاحب قبلہ کو مجبور کر کے چارپائی پر آرام فرمانے کیلئے بالاصرار آمادہ کیا ہے۔ خدا کا شکر کہ آج کا تمام دن خیریت سے گذرا اور نہایت ہنسی خوشی سے گذرا۔ دوران گفتگو میں لوگوں سے پتہ چلا کہ اکثر حضرات کراچی سے بصرہ تک صرف تفریحِ طبع اور صحت کی درستی کیلئے سفر کرتے ہیں۔ ڈیک کا کرایہ فقط تیس روپیہ ہے۔ کھانے اور نمازِ عشا سے فارغ ہونے کے بعد سونے کا ارادہ کیا۔ سب لوگ نیند کے خرّاٹے لے رہے ہیں اور میں سمندر کی پہلی رات پوری کرنے کی فکر میں کروٹیں بدل رہا ہوں، کیا کیا خیالات دماغ میں آرہے ہیں، کس کس طرف کو خیال لے جارہا ہے، کیسی کیسی باتیں عالم تصور میں کر رہا ہوں، کون کون نگاہوں کے سامنے ہے۔ کیسے کیسے اس وقت میں یاد آرہا ہوں گا؟

اسی قسم کے تخیلات میں رات نہایت خاموشی کے ساتھ اپنی دھیمی دھیمی رفتار سے سفر طے کر رہی تھی اور میں عالم تخیل سے چونک چونک کر کبھی کبھی کوئی مصرعہ یا شعر الٹا سیدھا گھسیٹ رہا تھا۔ نیند کا غلبہ زیادہ معلوم ہونے لگا تو منتشر اشعار ایک جگہ جمع کر کے پڑھے، پڑھ کر نظرِ ثانی کی، بعض شعر ناپسند آئے، کچھ اشعار میں شاعرانہ تعلّی اور ادبی غلطیاں معلوم ہوئیں، لیکن پھر خیال آیا کہ یہ میرے قلبی تاثرات ہیں جو تنقید اور اعتراضات سے بالکل علیحدہ ایسی جذباتی

اور فطری شاعری اصول سے الگ سمجھی جاتی ہے، مجھے داد کی پرواہ ہے نہ صلہ کی تمنا۔ خود ہی لکھے ہیں خود ہی مزے لوٹ رہا ہوں، جسے پسند آئیں پڑھے ناپسند ہوں چھوڑ دے۔

## سمندر کی پہلی رات

نہ صحرا ہے نہ آبادی نہ گلشن ہے نہ ساحل ہے — دعا ہے موج ہے ارمان ہے یا پھر مرا دل ہے
اندھیری رات ہے تاریکیاں ہیں موجِ دریا سے — ستارے ہیں فلک ہے کشتی ہے اور منزل ہے
فضاؤں پر سکوں طاری ہواؤں سے نمی افشاں — نہ مطرب ہے نہ نغمہ ہے نہ باقی رنگِ محفل ہے
نظر کے سامنے چاروں طرف پانی ہی پانی ہے — اگر اسکے سوا کچھ ہے تو اس کا فضل شامل ہے
کچھ اس انداز سے شکنیں پڑی ہیں فرشِ آبی پر — کہ جیسے بسترِ نازک پہ تڑپا کوئی بسمل ہے
نئی دنیا نئی بستی نئی راہیں نئی منزل — جہازِ عمر بہتا جا رہا ہے اور غافل ہے
زمینِ آب پر بہتی ہوئی اک قبر ہے کشتی — یہ اک تابوتِ نو ایجاد ہے جو بے گُل و گِل ہے

کنارے پہ پہونچ جانا وفا ہے حشر کا میداں
بجز امدادِ مولا بس رہائی اس سے مشکل ہے

نظم پڑھتے پڑھتے نیند آگئی اور میں عالمِ رویا میں خدا معلوم کہاں کہاں کی سیر سے دل کو بہلانے میں دین و دنیا سے بے خبر ہو رہا تھا۔

۲۰ دسمبر ۳۶ء

## جہازی دوست

۱۶ شوال ۵۵ھ

حسبِ معمول اوّل وقت آنکھ کھلی نماز باجماعت ادا کی، گھڑیوں میں

اختلاف ہے، میں نے اپنی گھڑی کا وقت اس لئے نہیں بدلا کہ یہاں کے اوقات کا فرق معلوم ہوتا رہے۔

سورج طلوع ہونے کا منظر جہاز کے سب سے اوپر حصہ پر جاکر دیکھا، بائیس گھنٹے سفر کرتے ہوئے گذر گئے ہیں بحمد اللہ کوئی شکایت نہیں تمام ہمراہی مع الخیر ہیں۔ ناواقفیت کی وجہ سے کل کھانا جہاز کے ہوٹل سے کھایا تھا گراں اور بدذائقہ تھا۔ ہم نے سُنا تھا جہاز پر کھانا پکانے کی اجازت نہیں مگر مشاہدے سے غلط ثابت ہوا ہر شخص اپنا اپنا چولھا الگ سلگا رہا ہے، بالاتفاق طے پایا کہ کھانا آج سے خود پکانا چاہیئے خواجہ صاحب کی اہلیہ محترمہ نے اس خدمت کو حسنِ شرافت و مشرقی خواتین کی اعلیٰ تہذیب کے اصول پر بخوشی اختیار کیا اور نہایت خندہ پیشانی سے انجام دہی عمل میں آئی، عمدہ گھی ہمراہ نہ لانے کا افسوس ہوا۔ اچھا گھی تلاش کرنے پر جہاز میں نہ ملا تو اس خیال کو ترک کرکے مکھن کا ڈبہ خرید لیا، بقیہ سامانِ خوراک بھی مول لیا، کوئلہ مولوی نور محمد صاحب کے پاس تھا، دونوں وقت کا کھانا نہایت عمدہ قسم کا تیار ہوا اور ہم سب نے خوب کھایا۔ خرچ میں کفایت رہی اور ذائقہ میں زیادتی، دوپہر کے وقت ٹہلتے ہوئے جہاز کے انجن کی طرف پہونچے، تیل سے چلتا ہے کوئلہ نہیں جلتا، درجہ اوّل اور دوم کے مسافروں کی جگہ دیکھی کشادہ آرام دہ اور صاف ہے مگر تنہائی پسند لوگوں کے لئے ہے۔ ہم سے جماعت پسند دیوانوں کو ایک

گھنٹے گذارنا بھی مشکل ہو۔

یہیں ڈیک پر جو آرام ہے وہ کافی ہے، آزادی اور جگہ دونوں بخوبی حاصل ہیں، بجلی کی روشنی خوب ہوتی ہے ہمارے قیام کی جگہ پر بھی ایک بلب لگا ہوا ہے جس سے لکھنے پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے، ہمارے قریب ہی ایک چھوٹا سا قافلہ بغیر مرد کے مقیم ہے سن رسیدہ ضعیفہ اُس کی قائد بنی ہوئی ہیں ان کا صاحبزادہ بحرین میں کسٹم آفس کے دفتر میں ہے کراچی سے روانہ ہوئی ہیں، بھابی صاحبہ سے خوب بے تکلفی ہوگئی ہے ان کی انگیٹھی وغیرہ بلا تکلف ہمارے استعمال میں ہیں، ہمارا جہاز بحرِ عرب میں چل رہا ہے ایک کنارے پر جاز بندرگاہ اور دوسرے کنارے پر مسقط کی سرحد گذر چکی ہے۔ چونکہ یہ جہاز ڈاک کا ہے اس لئے بحرین اور محمرہ کے سوا کہیں نہیں ٹھہرے گا۔ خواجہ ظہیر صاحب نے ایک صاحب سے دورانِ ملاقات میں ہمارے پروگرام کا تذکرہ کیا اُنھوں نے ہم سے ملنے کا اشتیاق ظاہر فرمایا ہم طلب ہوئے ان کا نام سید قاسم علی شاہ گردیزی ہے، امیر قافلہ یہی ہیں اور یہ قافلہ نو نفوس پر مشتمل ہے۔ یہ حضرت پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب ہیں مذہباً مسلمان ہیں عقیدتاً شیعہ سات مرتبہ ایران، عراق، شام، فلسطین اور حجاز کا سفر کر چکے ہیں آٹھویں مرتبہ معہ اپنی دو بیویوں اور دیگر احباب کے حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نجف اشرف سے بذریعہ موٹر مدینہ طیبہ جانے کا عزم ہے

فرمایا فلسطین کا قصد چھوڑ دو، ہم نے کہا قبلۂ اوّل ترک نہیں ہو سکتا، اپنا پختہ ارادہ تو یہی ہے آئندہ جو خدا کو منظور ہو، ہمیں ارادے میں مستقل پایا تو خود بھی اسی راستہ سے چلنے کا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ بغداد پہونچ کر پاسپورٹ بنوایا جائے گا۔

شام کے وقت ہم نے متفرق حضرات کے یہاں پھل اور حلوے جات بھیجے، دوسروں کے یہاں سے ہمارے یہاں بھی سوغات آرہی ہے۔ گھڑی میں آج دو گھنٹہ کا فرق ہے۔ شام کا کھانا کھا کر میں تنہا ٹہلنے کیلئے نکل گیا، ہوا تیز تھی جہاز کے بالائی حصہ پر ایک شخص کی ڈیوٹی تھی، جو آنے والے جہاز اور سمندر کی کیفیت معلوم کرتا تھا، ہوا تیز ہونے کی وجہ سے لہریں پہاڑ کی طرح معلوم ہو رہی تھیں، چاند ابھی تک نہیں نکلا تھا، چاروں طرف تاریکی تھی، جہاز کی گھڑی میں دس اور ہماری گھڑی میں بارہ بجے ہیں۔

## جہاز راں سے خطاب

(سُن او جہاز راں)

ہے تجھے کچھ مرے جذباتِ عقیدت کی خبر لے چلا کھینچ کی یہ ذوقِ طلب آج کدھر
عزم ہے پاک مرا اور متبرک ہے سفر غلبۂ شوق کا نظروں میں نمایاں ہے اثر
تجھ کو اک بات سنانی ہے جو سُن لے تو کہوں
جی لگا کر نہ سُنے تو، تو میں خاموش رہوں

اس طرح چل کہ نہ تکلیف مسافر کچھ پائیں بصد آرام سوئے ساحلِ اوّل سب جائیں
ساتھ میں تیری نہ گھبرائیں نہ مطلق پچھتائیں تری اخلاق سے پھر دوڑ کے تجھ تک خود آئیں

ترے قبضے میں ہے اس وقت یہ رفتارِ جہاز
خلل انداز نہ ہو نیند میں گفتارِ جہاز

تو محافظ بھی ہے رہبر بھی ہے نگران بھی ہے ناخدا بھی ہے خدا وار بھی انسان بھی ہے
قاطعِ راہِ بحر، واقفِ طوفان بھی ہے اس لئے کہتے ہیں تجھ سے کہ نگہبان بھی ہے

خیریت سے تو ہمیں صورتِ ساحل دکھلا
ہم دعا دینگے تجھے حاصلِ منزل دکھلا

## ۲۱ دسمبر ۱۹۳۳ء جہازی سفر کا تیسرا دن ۱۷ شوال ۱۳۵۲ھ

رات آرام سے بسر ہوکر صبح آنکھ کھلی حوائج ضروری سے فارغ ہوکر فریضہ اوّل ادا کیا، خدا قبول فرمائے۔ صبح کا منظر دلکش اور نظر فریب ہے۔ جہازی گھڑی سے چھ بجکر چالیس منٹ اور ہماری گھڑی سے آٹھ بجکر چھتیس منٹ پر سورج طلوع ہوا۔ سمندری پرندوں کے جھنڈ سفید پروں میں آبی زمین پر متحرک پھول نظر آرہے تھے تھوڑی تھوڑی دیر تک اڑتے اور پھر غوطہ مار کر پانی میں غائب ہو جاتے۔ سبز رنگ کا سانپ بھی ایک جھلک دکھلا کر غائب ہو گیا۔ دو ہاتھ لانبی اور ایک ہاتھ چوڑی دو مچھلیاں سبز اور سُرخ آپس میں لڑتی ہوئی نمودار ہوئیں بطخ کے مانند منھ تھا۔ جہاز کے ساتھ ساتھ ایک فرلانگ تک نظر آئیں۔

سیر کے بعد صبح کی چاے پی، سید قاسم علی شاہ بھی چاے پر تشریف رکھتے تھے۔ مختلف موضوعات پر گفتگو رہی آدمی جہاندیدہ ہیں ہم سے پھر کو ایک سیکنڈ کلاس مسافر غلام دستگیر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ آبادان میں تیل کی کمپنی میں ملازم ہیں بٹالہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں صبح ہمارا جہاز بندر عباس سے بھی گذر چکا ہے۔ اب ہم خلیج فارس میں چل رہے ہیں۔ ایک طرف ایران کی سرحد اور خشکی دور سے دکھائی دے رہی ہے۔ بحرین سے ہوائی جہاز کے ذریعہ ہندوستان کو ڈاک روانہ ہوگی، ہمارا جہاز اپنی گھڑی کے حساب سے شب کو دس بجے بحرین پہونچے گا۔ کئی پڑوسیوں سے یہاں جدائی ہوگی اس لئے جاگنا ہے اور آج کی ڈائری لکھ کر ہوائی جہاز کے ذریعہ روانہ کرنی ہے۔ نور محمدؐ صاحب نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ علی الصبح اُتر کر ڈاک کی سپرد کردیں گے۔ بحرین ایک چھوٹا سا مقام ہے پہلے ایران کے قبضہ میں تھا۔ مگر اب گورنر نے بغاوت کرکے قبضہ مخالفانہ کر رکھا ہے اور انگریزوں کی اس میں چال چل گئی حکومتِ امریکہ نے شیخ بحرین سے پچاس سال کے لئے معاہدہ کرلیا ہے، بحرین میں تیل کے بڑے بڑے چشمے ہیں پانچسو سے زیادہ امریکن وہاں موجود رہتے ہیں، اس جہاز میں بھی آٹھ ہندوستانی برٹش حکومت نے ملازم رکھ کر بحرین کو روانہ کیئے ہیں جن میں تین عیسائی، تین ہندو اور دو مسلمان ہیں، تنخواہ ایک سو چھہتر روپیہ

سے شروع ہوتی ہے۔ یہ خبریں چونکہ بمبئی اور کراچی سے آگے نہیں بڑھتیں اس لئے یہیں کے لوگ زیادہ تر اُن سے مستفید ہوتے رہتے ہیں اور دوسرے صوبے والے ان ملازمتوں سے محروم رہتے ہیں، آج کی ڈائری پوری کرکے کھانا کھانا ہے اور بحرین کی بندرگاہ پر پھر نور محمدؐ صاحب کو رخصت کرکے یہاں کی سیر کرنی ہے۔

## بندرگاہِ بحرین

۲۲ر دسمبر ۱۹۵۶ء ۱۸ر شوال ۱۳۷۶ھ

گذشتہ شب کو جب کہ ہماری گھڑی میں دو اور جہازی گھڑی میں بارہ بجے تھے، دور سے روشنی دکھائی دی معلوم ہوا کہ بندرگاہ قریب ہے، جہاز نے سیٹی دی، رفتار میں کمی ہوئی، اور بندرگاہ سے چھ میل کے فاصلہ پر روک لیا گیا۔ مسافروں اور حمالوں سے بھری ہوئی کشتیاں دور ہی دور گشت لگا رہی تھیں، معلوم ہوا کہ جب تک حکومتِ بحرین کا پاسپورٹ آفیسر، ڈاکٹر، اور پولیس نہیں آجائے گی اُس وقت تک جہاز کا کوئی مسافر نہ اُتر سکے گا اور نہ چڑھ سکے گا۔ نصف گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد ایک موٹر کشتی تیز رفتار سے آتی ہوئی معلوم ہوئی جس میں مذکورۂ بالا عہدہ داران حکومتِ بحرین تھے، مسافروں کو اجازت ملی، ہمارے پڑوسی ہمیں دُعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوئے ہم نے بھی اُنھیں خدا حافظ کہا، پھر تو صبح تک تیل کے کنستروں کی آمد و رفت سے وہ کھڑکھڑاہٹ

رہی کہ فرسٹ اور سیکنڈ کلاس والوں کی بھی نیندیں اُچٹ گئیں، یہاں تک تو ڈیک کے مُسافر بڑے آرام سے بستر لگائے ہوئے آتے تھے مگر اب کنٹروں کے اُتارنے چڑھانے کی وجہ سے سب لوگ اپنے اپنے بستر بغل میں دبائے ایک طرف کھڑے ہوئے ہیں سب اُٹھا دیئے گئے اور سخت انتشار پھیلا رہا، بارے صبح کو اس گڑبڑ کے بعد جہاز روانہ ہوا، فجر کی نماز علی گڑھ ٹائم سے آٹھ بجکر چالیس منٹ پر ادا ہوئی۔ پانی کا رنگ یہاں نہایت عُمدہ سبز ہے، دو پہر کے بعد سے سردی بڑھ گئی، ہوا نہایت خنک ہے، جہاز کی رفتار چودہ میل فی گھنٹہ رہ گئی ہے۔ آج جہاز کے جُملہ ملازم کپتان کے سامنے جہازی لباس میں پیش ہوئے ہفتہ میں ایک مرتبہ باقاعدہ یہ پیشی ہوتی ہے۔ عجیب منظر تھا ہر ملازم کے گلے میں کارک کی پٹی، ہاتھ میں بیگ، کمر میں ضروری کارآمد چیزیں بندھی ہوئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ہر شخص خطرہ کے موقع پر جہازی مُسافروں کی امداد کے لئے سمندر میں کودنے کو آمادہ ہے، فرسٹ کلاس کے باورچیخانہ میں دوستی پیدا ہوجانے سے اب یہ آرام ہوگیا ہے کہ قیمت دے کر ہر چیز آسانی سے مل جاتی ہے۔ کپتان اور اُس کے اسسٹنٹوں سے بے تکلف ملاقاتیں ہونے لگی ہیں، ابھی ابھی کپتان صاحب اُٹھ کر گئے ہیں کہا ہے کہ آج رات کے دو بجے فاؤ بندرگاہ سے جہاز گزرے گا ڈاکٹر آئے گا

اپنے اپنے ہیضہ کے سرٹیفکٹ نکال رکھنا!!

مغرب کے وقت ہوا بہت تیز ہوگئی جہاز کے اوپری حصہ پر کھڑا نہیں ہوا گیا، سردی بھی بڑھ گئی ہے، رات کے جاگنے کا خمار ہے۔ عشا کی نماز کے بعد سونے کا تہیہ کرلیا ہے۔

۲۲ر دسمبر ۳۶ء **آبادان** ۱۹ر شوال ۵۵ھ

کپتان کے حکم سے پورا عملہ اور تمام مسافر دو بجے جاگ اُٹھے، آسمان ابرآلود تھا اور غالباً بارش بھی ہوئی۔ جہاز روک دیا گیا تھا مگر صبح کی نماز تک ڈاکٹر وغیرہ کوئی نہیں آیا۔ جہاز کے سات اور علی گڑھ کے ساڑھے نو بجے جہاز کو کچھ حرکت ہوئی اور ہم اوپر گئے، درود شریف پڑھا جہاز اس وقت دجلہ اور فرات کے مشترکہ پانی میں چل رہا ہے، ایک طرف سرحدِ ایران اور دوسری طرف سرحدِ عراق صاف نظر آرہی ہے۔ پانی کا رنگ گدلا ہے۔ دریا کے دونوں طرف نخلستان ہے۔ تھوڑی دور پر مکانات بھی ہیں۔ یہاں سمندر کا پاٹ گنگا جمنا کے برابر ہے، دونوں طرف دلفریب مناظر ہیں، آبادان قریب ہے، کشتیاں کافی تعداد میں گشت لگا رہی ہیں۔ جہاز کی رفتار بہت ہی کم ہے، ایک ملازم جہاز کے کنارے پر کھڑا ہوا پانی کی گہرائی کی اطلاع ہر دو منٹ کے بعد بآوازِ بلند دے رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو جہاز پر چڑھتے ہوئے دیکھ کر ہم سب ہیضہ کے سرٹیفکٹ نکالنے میں مصروف تھے کہ سُنا وہ تشریف بھی لے گئے فرضِ منصبی ادا ہو گیا۔

قبلہ کا رُخ بدلا ہوا ہے۔ آج صبح کی نماز جنوب کی جانب پڑھی گئی رات کو عشا کی نماز جنوب و مغرب کی سمت ادا کی تھی۔ اس وقت علی گڑھ ٹائم سے دن کے بارہ اور جہازی گھڑی سے ٹھیک دس بجے ہیں۔ فرات اور دجلہ کے پانی پر جہاز سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا چل رہا ہے۔ دونوں طرف کھجوروں کے درخت ہمارے جہاز کے استقبال میں کھڑے ہوئے ہیں، محافظ عورتیں اور لڑکیاں کناروں پر کھڑی ہوئی تالیاں بجا بجا کر ہمارا خیر مقدم کر رہی ہیں۔ آبادان کا بندرگاہ رات ہی کو آجانا چاہیئے تھا لیکن کُہر کی وجہ سے دجلہ اور فرات کے پانی میں آنے سے پہلے جہاز کو روک لیا گیا تھا۔ آبادان تمام دُنیا میں سب سے بڑا تیل کا بندرگاہ ہے۔ حکومتِ ایران میں ہے مگر ۱۹۳۳ء سے ساٹھ سال کے لئے انگریزوں کو ٹھیکہ پر دے دیا گیا ہے کاش کہ آج یہ کارخانہ رضا شاہ پہلوی کے انتظام میں ہوتا تو سب سے بڑی قوت کے مالک ہوتے۔ انگلستان، جرمنی، فرانس، بلجیم وغیرہ تمام یہیں کے تیل کی بدولت اپنی قوتوں کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ آبادان کی آبادی تقریباً چالیس ہزار ہے یہاں کے لوگ نہ شیعہ ہیں نہ سُنّی بلکہ ان کا مذہب صرف

عیاشی اور شراب ہے۔ یہ سُن کر بہت افسوس ہوا کہ یہاں کے اکثر باشندے عام طور پر فخر کے ساتھ سُوئر کا گوشت خرید کر کھاتے ہیں، حرام کاری یہاں کوئی گناہ نہیں ہے۔ ہندوستانی ملازین کی کمائی بھی انھیں خرافات میں ختم ہوتی ہے۔

اس وقت دھوپ نکل رہی ہے سورج کی کرنیں پانی میں لُطف دے رہی ہیں، کھجوروں کے سائے پانی میں عجیب منظرِ متحرک پیش کر رہے ہیں۔ کناروں پر چھوٹی چھوٹی دیواروں کی جھونپڑیاں پڑی ہوئی ہیں جن میں سمندر کی لہروں کے ساتھ خود بخود مچھلیاں پہونچ جاتی ہیں اور خود شکار ہو کر بازاروں میں پہونچتی ہیں، کہتے ہیں کہ یہاں سے زیادہ مچھلیاں کہیں نہیں ملتیں۔ جہاز اگر رات کے وقت آبادان پہونچتا تو روشنی کا سماں خوب نظر آتا۔ سُنا ہے بمبئی سے زیادہ روشنی رہتی ہے اور اُس کا عکس پانی میں عجیب وغریب حُسن پیدا کرتا ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانی میں آگ لگ رہی ہے۔ آبادان کا موسم گرمیوں میں انتہائی گرم ہو جاتا ہے یعنی درجۂ حرارت ۱۲۱½ تک پہونچ جاتا ہے اور سردیوں میں بیحد سرد رہتا ہے۔ علی گڑھ ٹائم سے دو بجے اور یہاں کے وقت سے بارہ بجے آبادان کا بندرگاہ آیا، آبادان کے بندرگاہ پر بارہ پلیٹ فارم ہیں۔ کنارے کنارے چار میل تک تیل کی ٹنکیاں ہیں۔ حکومتِ ایران بیس لاکھ روپیہ سالانہ لیتی ہے۔ ٹیکس وغیرہ

اس کے علاوہ ہیں ۔ پھر بھی تیل کی کمپنیاں تیس دن کی آمدنی میں سے ساڑھے انتیس دن کی کمائی بچا لیتی ہیں اور نصف یوم کی آمدنی سے تمام مہینہ کا خرچ چلاتی ہیں ۔ بہت پُر رونق جگہ ہے ، تیل بھرنے میں اس قدر دیر ہو گئی کہ جہاز یہاں سے روانہ ہو کر شام کے چھ بجے محمرہ پہونچا ، اور اس جگہ روک دیا گیا اب بجائے جمعرات کی شام کے جمعہ کی صبح کو بصرہ پہونچیں گے ، محمرہ میں سمندر کے کنارے جہاز کی شکل کا پارک بنایا گیا ہے جس میں رضا شاہ پہلوی شاہِ ایران کا مجسمہ ہے یہ بندرگاہ بھی ایران کی مملکت میں ہے ۔ جہاز پر ایرانی جھنڈا لہرا دیا گیا ہے ۔ یہاں کی پولیس کی سیاہ وردی ہے اور کسٹم کے ملازم خاکی وردی میں ہیں ۔ آج کا تمام دن جہاز کے اوپری حصہ پر گذرا جس سے مناظرِ قدرت کی خوب سیر کی ، یہاں پانی کی گہرائی تقریباً تیس چالیس فیٹ ہے ۔ دریا کی چوڑائی نصف میل سے زیادہ نہیں راستہ میں تو بعض مقامات پر ایک فرلانگ سے بھی کم چوڑائی تھی ۔ یہاں سید محمد صاحب بغدادی سے ملاقات ہو کر بہت سی معلومات حاصل ہوئیں ، بغداد شریف میں محلہ باب الشیخ میں رہتے ہیں جہاں غوث الاعظم رح کا مزار مبارک ہے ۔ وہاں کے زمیندار ہیں حکومتِ عراق کے حالات بتاتے رہے اور وعدہ کیا ہے کہ بصرہ سے بغداد تک ہر قسم کی آسانیاں بہم پہونچائیں گے ۔ مولا کا شکر ہے کہ ہر قسم کی آسانیوں کا انتظام

کر رہا ہے، اپنے بلائے ہوئے مہمانوں کی فکر کس کس طرح کی جا رہی ہے۔ محمرہ میں جہاز بندرگاہ سے کچھ فاصلہ پر کھڑا ہوا ہے، سامان اتارا جا رہا ہے۔ سرد ہوا چلنے لگی ہے رات کے کھانے کا وقت آگیا ہے آج کی ڈائری ختم کرکے اب آرام کی ٹھہرے گی اور انشاءاللہ بشرطِ زندگی بصرہ پہونچکر شروع ہوگی۔

## ساحلِ بصرہ

۴ ہر دسمبر ۱۹۳۶ء ۲۰ شوال ۱۳۵۵ھ

عراقی حکومت

جمعہ کی صبح اپنے دامنِ نوری میں کچھ ایسے مناظرِ فطرت لے کر نمودار ہوئی کہ جن کی دید سے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ ہمارا جہاز اس وقت دو منزلہ اور سہ منزلہ مکانات کے درمیاں چل رہا ہے۔ دجلہ اور فرات کے مشترکہ پانی کے دونوں کنارے آباد ہیں جہاز کی رفتار بہت ہی کم ہے مرد، عورتیں اور بچے کناروں پر مکانوں کی چھتوں پر، صحن میں چلتے پھرتے، کھیلتے کودتے نظر آرہے ہیں، ہم ان مناظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ جہاز نے سیٹی دیکر بصرہ پہونچنے کی اطلاع دی، خدا کا شکر ہے کہ اس نے جہاز کے سفر میں پانچ دن بخیر و عافیت گذارے اور آج ہم تندرست و توانا اسکی بارگاہِ معبودیت میں شکریۂ عبدیت ادا کرتے ہوئے آبی دنیا سے خشکی پر اُتر رہے ہیں، موٹر کشتی پر حکومتِ عراق کے نمائندے ڈاکٹر، پاسپورٹ آفیسر، کسٹم کے ملازم، پولیس مین، آتے ہوئے نظر آئے۔

تمام عملہ نوجوان، تنومند اور خوبصورت، یہ سب لوگ موٹر لانچ سے جہاز پر آگئے۔ ہم لوگوں سے پاسپورٹ لے لئے۔ ڈاکٹری معائنہ ہوا خدا کے فضل سے پانچ منٹ میں جہاز سے اُترنے کی اجازت مل گئی۔ پاسپورٹ آفیسر نے نہایت عجلت کے ساتھ فرضِ منصبی ادا کیا کہ جب تک تمام پاسپورٹس رجسٹر میں درج نہیں کر لیئے اُس وقت تک کسی ملکی یا غیر ملکی مسافر کو واپس نہیں دیئے اور کسی کی رعایت مدِ نظر نہیں رکھی جس سے حکومتِ عراق کی خوش انتظامی ظاہر ہو رہی تھی۔ ڈاکٹر نے تمام جہاز والوں میں سے صرف پندرہ اصحاب کو قرنطینہ سپرد کیا جن میں سے ایک چھوٹا سا قافلہ حیدرآباد کا بھی تھا، اور کربلائے معلیٰ جا رہا تھا۔ اُن کے ٹیکوں کو لگے ہوئے چھ ماہ سے زیادہ ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کو کم سے کم دس روز قرنطینہ میں رہنا ہوگا۔ وہ حضرات جو کچے پاسپورٹ یعنی حج پاس لیکر آئے ہیں اُن کے پاسپورٹوں کی تکمیل ہو رہی ہے اور تھوڑی دیر میں بعد تکملہ جہاز سے اُترنے کی انھیں اجازت ملیگی۔ حمّال سینکڑوں موجود ہیں اُن سے اُجرت طے کرنا ہمارے بس سے دور ہے اس لئے کہ ہم اپنی کہہ رہے ہیں وہ اپنی ہانک رہے ہیں، اس قدر تیز عربی بول رہے ہیں کہ ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ سید محمد صاحب بغدادی جنھیں اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ہمارے ساتھ کر دیا تھا تشریف لائے اور دو منٹ میں معاملہ طے ہو گیا اندر آکر جہاز پر سے

اُتارنا، کسٹم ہاؤس لے جانا، وہاں سے موٹر یا گاڑی تک پہونچانا ٹھہرایا گیا۔ حمال کا نمبر لے لیا، سامان اترنا شروع ہوا اور ہم علی گڑھ ٹائم سے دن کے ساڑھے گیارہ بجے، اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھ کر جہاز سے اُترے خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس نے اپنے ناچیز بندوں کو بغیر کسی پریشانی کے ساحل پر لا اُتارا۔ کسٹم ہاؤس میں سامان کی دیکھ بھال ہوئی، بستر، بکس کھول کھول کر دیکھے جا رہے تھے۔ سید محمد صاحب بغدادی کے دو ملازموں کا کچا پاسس تھا اس لئے اُس کا ابھی تک اندراج نہیں ہوا تھا اور وہ جہاز پر ہی تھے، ہم نے پہلے تو یہ رائے قائم کی کہ اُن کو لے لیا جائے اور ایک طرف کو کھڑے ہو جائیں مگر اس کو کمزوری اور بزدلی سمجھا خدا کا نام لے کر آگے بڑھے، بد قسمتی یا خوش قسمتی سے یہ خادمِ غریب، امیرِ قافلہ بنا دیا گیا ہے اس لئے تمام تر ذمہ داری اور آسائش و نگرانیٔ قافلہ میرا اخلاقی و مذہبی فرض ہو گیا ہے۔ سب کو ایک طرف کھڑا کر کے میں کسٹم آفیسر کے کمرے کی طرف چلا، ایک کمرہ میں بیٹھے ہوئے بہت شان کے ساتھ فرائض منصبی ادا کر رہے تھے، اجازت حاصل کی، خندہ پیشانی سے ملے، انگریزی میں گفتگو کرنے کی اُن سے استدعا کی، آدمی خلیق اور شریف تھے، دو تین منٹ میں مجھے ایک فارم دے کر خانہ پری کرنے کا حکم دیا، میں اُس فارم کو لئے ہوئے اُن صاحب

کے پاس پہونچا جو تحریر کا کام کر رہے تھے، بلا طلب اپنی معلومات کی بنا پر اُن کو آٹھ آنہ نذر کئے چند سکنڈ میں اپنا نام اور بنڈلوں کی تعداد لکھا کر واپس ہو گیا، نام لکھنے میں بڑا لطف آیا وہ صاحب انگریزی سے اور میں عربی سے نا واقف آخر مرحلہ یوں طے ہوا کہ اسم اسم کہ کر میں نے اپنے قلم سے خود ہی لکھ دیا۔ وہاں سے اُن صاحب کے پاس پہونچے جو محصولی اور غیر محصولی سامان کو جانچ کر اُس پر عمل در آمد کر رہے تھے، خوش رو اور انگریزی داں آدمی تھے، مقصد بر آری کی اُمید ہوئی، ملاقاتی کارڈ بھیجا فوراً طلبی ہوئی اخلاق سے مصافحہ ہوا۔ سمندری سفر کے بخیریت گذرنے کی مبارک باد دی، ہمارے ساتھ اسباب دیکھنے تشریف لائے بستر بند کھولتے ہوئے ہم نے یقین دلایا کہ ہمارے پاس کوئی شے محصولی نہیں صرف زحمت ہی زحمت ہے ویسے آپ ہر ایک چیز ملاحظہ کر سکتے ہیں اور ہمیں کسی بنڈل کے کھولنے یا باندھنے سے انکار نہیں، صرف یہ خیال ہے کہ ہمیں اپنے پروگرام کے مطابق کل صبح بغداد پہونچنا ہے اور اس وقت ایک منٹ کی دیر سوہانِ روح ہو رہی ہے۔ یہ سُن کر اُنھوں نے اپنی شرافت سے ہمیں بغیر سامان دیکھے ہوئے رسید مرحمت فرما دی۔ ہم اُن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سامان لیکر آگے بڑھے۔ بہت سے لوگ ابھی کھڑے ہوئے ہیں اور چنگی و کسٹم

کی سی دقتیں جو ہر ملک میں پیش آتی ہیں اُنھیں بھی بھگتنی پڑ رہی ہیں
آگے بڑھے تو ایک بہت اونچے پھاٹک پر کسٹم کا آدمی تعینات تھا اسکو
رسید دی اور صرف یہ کہہ کر کہ ۲۳ بنڈل ہیں آگے بڑھ گئے، اور اُس
نے ہمارے کہنے کا یقین کرلیا، اس کے بعد ایک دوسرے نوجوان
سے سابقہ پڑا جو نہایت عمدہ وردی میں تھا اور ٹوپی پر شرطۃ العراق
عراقی پولیس. لکھا ہوا تھا وہ ہر مسافر کی جامہ تلاشی پر مامور تھے
کہ کوئی مسافر سونے کا سکہ، سگریٹ یا دیگر منشیات نہ لیجا سکے
خدا کا شکر ہے کہ یہاں سے بھی بلا کسی بازپرس کے نجات مل گئی،
ہمارے بغدادی صاحب ابھی دفترِ محصول میں محصول ہی ادا کر رہے
ہیں، اور یہاں محصول ہر اُس چیز پر لیا جاتا ہے جو استعمال نہ
کی گئی ہو، موزہ، بنیان، دستانہ، غیرہ، اُن کی ایسی اشیاء
کی قیمت مجموعی طور پر ایک سو پچاس روپیہ دس آنہ قرار پائی ہے،
حکومت کے قانون کی رُو سے یہ محصول اُن کو ضرور ادا کرنا پڑے گا۔
پھاٹک سے نکلنے کے بعد ہم نے نئے شہر میں ٹھہرنے کی دُعا پڑھی
موٹر والے آ آکر گھیرنے لگے، ایک موٹر والے نے آگے بڑھ کر ہم سے
اُردو میں کہا کہ آپ مسافرِ بیت اللہ ہیں اس لئے مجھے اجازت دیجئے
کہ آپ کی خدمت کروں، ہم نے اُس کے الفاظ کی قدر کرتے ہوئے
شکریہ ادا کیا اور اُس سے صاف طور پر کہہ دیا کہ ہم اس وقت تو
ماگل اسٹیشن جائیں گے وہاں سے ۸ بجے کی ڈاک گاڑی میں

سوار ہو کر بغداد کو روانہ ہوں گے، ہمیں اسٹیشن پہونچا دو اس نے معقول کرایہ مانگا، ہم نے منظور کر کے خدا کا شکر بھیجا کہ، مرحلہ طے ہوا۔ اور اطمینان حاصل ہونے کے بعد ہوائی ڈاک سے خطوط روانہ کرنے کے لئے ڈاک خانہ پہونچے، شہر میں عراقی حکومت کا انتظام بہت معقول تھا، ہر محکمہ میں نوجوان اور مستعد آدمی تھے، ڈاکخانہ میں انگریزی داں کلرک مل گئے اپنا اور سیّد محمد حسین صاحب کا لفافہ دیکر اُن سے وزن کرایا پچپن پچپن فلس کے ٹکٹ لگے بھائی صاحب کا لفافہ ہلکا تھا اُس پر پینتس فلس کے ٹکٹ چسپاں کئے۔ یہاں اس وقت تک انگریزی سکہ موجود تھا ڈاکخانہ والوں نے لینے سے انکار کیا اور ہم سے عراقی سکہ مانگا، ہمارے موٹر ڈرائیور نے جنھیں خدا نے ہمارا گائڈ بنا کر بھیجا تھا اپنے پاس سے ٹکٹ خرید کر لفافوں پر لگائے اور لیٹر بکس کی سپرد کر دئے۔ یہاں سے ہوٹل پہونچے اور مسافر خانہ میں کھانا لانے کی فرمائش کی، دس منٹ کے اندر نہایت نفیس کشتی میں عمدہ قسم کا کھانا لے کر خادم مسافر خانے پر پہنچ گیا۔ خمیری روٹیاں چکی کے پاٹ کی برابر، ایک روٹی کی قیمت دو فلس کھانا کھا کر ہم نے موٹر ڈرائیور سے بات چیت کی، جمیل امین نام اور حنفی المذہب ہے۔ اُس نے وعدہ کیا کہ یہاں کے تمام مزارات پر لیجاؤں گا اور ہر قسم کا آرام پہونچانے کی کوشش کروں گا۔ آدمی خلیق و شریف ہے۔ چھ سو فلس کرایہ طے ہوا۔ ہم چاروں مرد اور

دونوں خواتین موٹر میں بیٹھے سامان اللہ کے بھروسہ پر سید شاہ قاسم علی گردیزی کے سپرد کیا چونکہ یہ شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے انھیں حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کے مزارات مقدس پہ جانا کچھ ضروری نہ تھا۔ ہم ماگل اسٹیشن کے مسافرخانہ کو اپنی گھڑی سے ٹھیک دو بجے چھوڑ کر روانہ ہوئے۔ سفر کے مقصد حاصل ہونے کا وقت شروع ہوا، سب سے پہلے موٹر کا رُخ حضرت انس بن مالکؓ صحابی رسول اللہؐ کے مزار پاک کی طرف ہوا جو ماگل اسٹیشن سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ بے آب و گیاہ اور ناہموار جس میں آدمی، پرند، کہیں نام کو نظر نہیں آتا، کوسوں تک درختوں کا پتہ نہیں، دور سے پانی کی جھلک نظر آئی۔ ڈرائیور نے مذاقاً کہا کہ اب موٹر پانی میں سے گذرے گا، ہم نے سہم کر کہا کسی دوسرے راستہ سے لے چلو، یا کوئی پل نزدیک ہو تو اُس پر سے عبور کرو، اس پر اُس نے ہنس کر جواب دیا کہ، یہ پانی جو آپ کو نظر آرہا ہے، پانی نہیں بلکہ سراب ہے، اللہ اکبر اس لفظ کو بچپن سے لکھتے پڑھتے سُنتے چلے آئے تھے آج آنکھوں سے دیکھ کر تصدیق ہوئی، جھاڑیوں کا عکس بھی اس مصنوعی پانی میں نظر آرہا تھا، ایک شہر کے کھنڈرات دیکھے معلوم ہوا کہ شائبہ نامی بڑی آباد بستی تھی ۱۹۱۴ء کی جنگ ٹرکی اور انگریزی میں تباہ ہوگئی۔ عربوں کی غدّاری، ترکوں کی تباہی آنکھوں میں پھر گئی، ہزاروں مسلمانوں کا خون اسی جگہ

بہا ہے، دل پر ضرب کاری لگی، آنکھیں پُرنم ہوئیں، اور غائبانہ طور پر شہدائے ملت کیلئے دُعائیں کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور دس میل کا سفر طے ہو گیا۔ ریلوے لائن کے قریب جاکر موٹر روک دیا گیا، ریل کی پٹری پانچ فیٹ اونچی ہے اس لئے موٹر ادھر نہیں جا سکتا یہاں سے دو تین فرلانگ پر ایک شکستہ گنبد مسلمانوں کی موجودہ حالت کی طرح نظر آ رہا تھا اور ہر ذرّہ گلی سے صدائے حسرت و یاس کانوں میں آ رہی تھی، دل دھڑکا، بدن کانپا، پیروں کو لغزش ہوئی آنکھوں سے۔ بے اختیار آنسو بہے جمیل امین نے بڑھ کر کہا دیکھئے کیا ہو یہی آرام گاہِ حضرتِ انس بن مالک رضؓ صحابہٴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جی چاہا با وضو حاضری ہوتی میلوں پانی کا پتہ نہیں، خدا کا فضل دیکھئے جمیل صاحب کے پاس انجن ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک کنستر میں پانی موجود تھا واہ رے میرے مولا تیری شان کے قربان جایئے کہ ہر آرزو ہر مقام پر پوری کر رہا ہے، حسنِ عقیدت اور طلبِ صادق میں پٹرول کی بُو بھی ناگوار نہ گذری جو پانی میں بس گئی تھی، بہ ذوق و شوق وضو کیا اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ قدم اُٹھاتے اور درود شریف پڑھتے ہوئے صحابیٔ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، باوجود ضبط، طاقتِ برداشت نہ رہی، مزارِ اقدس کی شکستگی نے دل توڑ دیا، آنسو رواں ہو گئے، کیا دیکھا کاش کہ نہ دیکھتے، دیکھا ہے

تو اس کو چھپانا قومی جرم ہے شکستہ گنبد، ٹوٹی ہوئی دیواریں، کوٹھریوں میں غلاظت و نجاست، مزارِ اقدس کی دیواروں پر سیروں گرد اور جالے، نامعقول انسانوں نے مزارِ پاک پر بھی چاقو سے اپنی تاریخ آمد اور نام لکھدیا ہے۔ مزار پر چادر ہے نہ مجاور، جاروب کش ہے نہ محافظ، اینٹوں کے جا بجا ڈھیر لگے ہیں، بے اختیاری پر اختیار نہ رہا ایک آہ نکلی، فضائے ارضی کو چیرتی ہوئی فلک کے پار ہوگئی، کہاں پہونچی، کسے ہلایا، یہ مجھے خبر ہے یا ساکنِ عرش کو اسی عالمِ بے خودی میں فاتحہ پڑھی، دو رکعت نماز ادا کی، گولِ گنبد کے چاروں طرف پھرا، مزارِ مبارک پر گولیوں کے نشانات دیکھے، ۱۹۱۴ء کی جنگ میں نشانہ بنایا گیا ہوگا۔ میں نے کہا اور دل کھولکر کہا، اے شمعِ گنبدِ خضریٰ کے پروانے، عراقی حکومت کے افراد تیری قدر نہ کریں، زائرین تجھ تک نہ پہونچیں۔ مگر تیری ملّتِ اسلامیہ کا ایک گنہگار فرد: حفظ الرحمان حاضرِ خدمت ہے اور اپنی پُرنم آنکھوں دُکھے ہوئے دل، اور تاثراتِ قلبی سے اظہارِ عقیدت کر رہا ہے۔

حضور! آپ نے میرے مولا اور اپنے آقا کی آنکھیں دیکھی ہیں، باتیں سنی ہیں، فیضانِ صحبت اٹھایا ہے، درجۂ مصاحبت حاصل کیا ہے۔ آپ مقرب بارگاہِ رسولؐ ہیں، میرے حق میں کچھ دُعا کر دیجئے کہ نیک ہدایت ملے، صراطِ مستقیم نظر آئے، خدمتِ اسلام کی توفیق ہو۔ بقیہ زندگی احکامِ الٰہی اور فرمانِ نبوی کی پابندی میں

گذرے، میرے اعزہ واحباب اقربا اور والدین دولتِ دارین حاصل کریں، اور میرا یہ مقدس سفر بخیر و عافیت پورا ہو، آمین،

قبر مبارک کی لمبائی ۱۲- چوڑائی ۵ - اونچائی ۲ بالشت تھی، یہاں ویران اور سنسان جگہ میں نصف گھنٹہ سے زیادہ گذار کر با دیدۂ نم ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے بدشواری موٹر تک پہونچے، دونوں خواتین بھی ہمارے ہمراہ تھیں، موٹر پر پہونچے تو جمیل میاں نے اپنے اخلاق کا اوّلین نمونہ پیش کیا کہ ہم سے دیر ہونے کی شکایت کی نہ جلد چلنے کی فمائش، یہاں سے قصبہ زبیر کو روانہ ہوئے جو آٹھ میل تھا، راستہ میں جمیل میاں بصرہ کے حالات حکومت کے واقعات، جنگِ ٹرکی کے کارنامے بتاتے رہے اور باتوں باتوں میں آٹھ میل کا سفر طے ہو گیا، قصبہ زبیر آباد اور پُر رونق ہے، موٹر بازار میں پہونچی سب سے پہلے پولیس کا دفتر پھر اسکول نظر آیا اس کے بعد ایک مسجد کے سامنے جاکر موٹر روک دی گئی، اب لوگ با وضو تھے اُتر کر دو رکعت نماز ادا کی، مسجد کے دالان میں شرقی حصہ کی طرف حضرتِ عتبہ بن غزوان والئ بصرہ د بہ زمانۂ سیدنا عمر ابن الخطابؓ، کا مزار ملا فاتحہ پڑھی، چند قدم اندر کی جانب بڑھ کر حضرتِ زبیرؓ کا مزارِ مبارک تھا، دروازہ میں قفل لگا ہوا تھا کلید بردار نے دروازہ کھولا، مزارِ پاک کی دید سے آنکھوں کو نور حاصل ہوا، بیتابانہ آگے بڑھے، سلامی دی، فاتحہ پڑھی، دل بھرا ہوا تھا

جالی دار کٹہرے کو پکڑ کر بارگاہِ ایزدی میں بہ وسیلۂ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابی رسولؐ دعا کی کہ مسلمانوں کی حالت درست کردے، رخصتی سلام عرض کرکے باہر آئے، قصبہ میں مزارِ مبارک ہونے کی وجہ سے فقرا کی کثیر تعداد موجود رہتی ہے اُن کو فلس تقسیم کئے جو اسٹیشن ماگل پر انگریزی سکّہ سے عراقی سکّہ میں تبدیل کرلئے گئے تھے۔

یہاں سے فارغ ہوکر حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے مزار پر حاضری دی، فاتحہ پڑھنے میں لطف آگیا۔ اس جگہ سے چار میل کے فاصلہ پر حضرتِ طلحہ رضؓ صحابیٔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار تھا وہاں حاضر ہوئے، اصحابِ رسولؐ میں سے جس شان کے ساتھ حضرتِ انسؓ بن مالکؓ کے مزار کو دیکھا تھا اُسی کے مطابق اس مزارِ پاک کی حالت تھی، گنبد شکستہ، چہار دیواری غائب، جالوں کا انبار، ٹوٹی پھوٹی اینٹوں کا ڈھیر۔ پاسبان نہ مجاور، چراغ نہ جھاڑو، یہ حالت دیکھ کر جو کر سکتا تھا کیا، رویا، آہیں بھریں، افسوس ہوا، اور مسلمانوں کی حالت درست ہونے کی دعا مانگی، قبر شریف چوبیس بالشت لانبی نو بالشت چوڑی چار بالشت اونچی ہے،

## بصرہ کی سیر

جمیل صاحب سے معلوم ہوا کہ بصرہ دس میل ہے زیارت سے فارغ ہوکر بصرہ کو چل دئے، جمیل میاں نے چپہ چپہ کی سیر کرائی

خوب آبادی ہے، کافی چہل پہل تھی، ہر ایک پارک میں سینکڑوں بنچیں پڑی ہوئی تھیں، عورت مرد مشترکہ شام کی ہوا خوری میں مصروف تھے، عراقی پولیس کا انتظام معقول تھا، یہاں موٹر ڈرائیور بائیں ہاتھ پر بیٹھتا ہے اور دوسری گاڑی موٹر وغیرہ دائیں ہاتھ پر چلتی ہیں غرضیکہ موٹر میں بیٹھے بیٹھے تمام بصرہ کی خوب سیر کی اور پھر وہاں سے چل کر عشار ہوتے ہوئے پانچ میل اور راستہ طے کر کے سات بجکر پانچ منٹ پر ماگل اسٹیشن واپس ہو گئے گویا تمام مزارات پر حاضری اور اس قدر سفر پانچ گھنٹہ میں پورا ہو گیا، کیا دیکھا، کیا سنا، کیا حاصل ہوا، یہ نہ لکھنے کی بات ہے نہ سننے کی خداوند تعالیٰ ہر خوش نصیب آنکھ کو اس کی سعادت عطا فرمائے کہ وہ عبرت حاصل کرے۔ سامان بدستور موجود پایا، کھانا منگایا اور خوب جی بھر کر کھایا، ڈاک گاڑی چھوٹنے کا وقت ۸ ۱/۲ بجے تھا، ٹکٹ خریدے، ایک ٹکٹ کی قیمت نصف دینار تھی، ماگل سے بغداد شریف تک کا سفر ۱۲ گھنٹہ کا ہے، مسافر کافی ہیں، گاڑی کا رنگ وئسرائے ہند کی اسپیشل کے مانند سفید ہے۔ انجن کا رنگ سبز ہے۔ تیسرے درجہ میں بھی گدیاں پڑی ہوئی ہیں، ہندوستان کی طرح شور وغل اور دھکا مکی نہیں ہے۔ ریل میں بہت اطمینان سے سوار ہوئے آرام کی جگہ ملی، یہاں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک مسافر نے خاموشی کے ساتھ جتنی جگہ گھیر لی ہے تو دوسرا مسافر اسے وہاں سے اٹھا نہیں سکتا۔ ۸ ۱/۲ بجے گاڑی ماگل

اسٹیشن سے روانہ ہوئی ہے، کل صبح کو نو بجے بغداد پہونچے گی۔
علی گڑھ سے بغداد پہونچکر ہم دو ہزار پانچسو چار میل کا سفر طے کریں گے
جس کی تفصیل یہ ہے۔

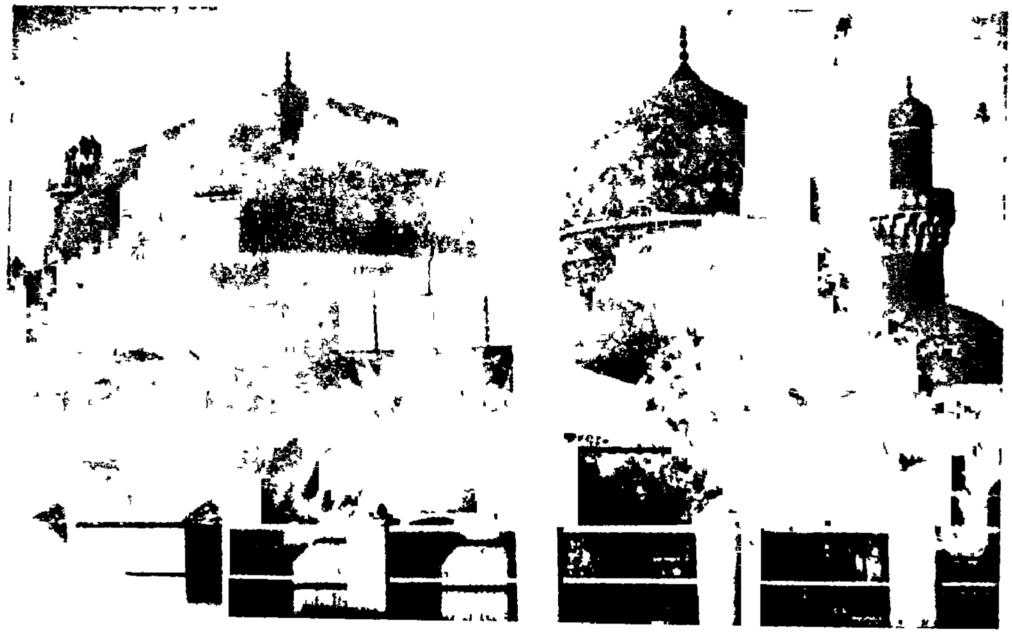
## تفصیل سفر علی گڑھ تا بغداد

| | | |
|---|---|---|
| علی گڑھ تا دہلی | ۷۹ | میل |
| دہلی تا لاہور | ۳۰۵ | 〃 |
| لاہور تا کراچی | ۷۵۵ | 〃 |
| کراچی تا بصرہ | ۱۱۰۰ | 〃 |
| بصرہ تا روضۂ حضرت انسؓ | ۱۰ | 〃 |
| روضۂ حضرت زبیرؓ | ۸ | 〃 |
| روضۂ حضرت طلحہؓ | ۴ | 〃 |
| بصرہ | ۱۰ | 〃 |
| بصرہ تا ماگل اسٹیشن | ۵ | 〃 |
| ماگل تا بغداد شریف | ۲۲۸ | 〃 |
| | ۲۵۰۴ | میل |

# تیسری منزل

عراق

# مزار غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف)



عجب درگاہ ہے جس میں حقیقت جلوہ افشاں ہے
مزار غوث الاعظم جو تصویرِ شان رحماں ہے

(وفا)

مزار امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (بغداد شریف)



اللہ اللہ رے دربار امام اعظم
ذرہ ذرہ میں ہے تقلید رسول صلعم

۲۵ر دسمبر ۱۹۳۶ء ۲۱ر شوال ۱۳۵۵ھ

# دار الحکومت عراق

رات بھر ریل میں آرام کے ساتھ سوتے ہوئے چلے آئے راستہ میں کوئی واقعہ قابلِ ذکر پیش نہیں آیا۔ صبح اوّل وقت آنکھ کھلی، گاڑی اپنی پوری رفتار سے چلی جا رہی ہے، صبح کا اُجالا نمودار ہو چلا ہے بغداد شریف قریب ہے، دل میں مسرّت و خوشی کی لہر دوڑ رہی ہے، ہمارے ڈبے میں قدیم عربی لباس کا نمونہ بھی ہے اور جدید رنگ میں بوٹ سوٹ پہنے ہوئے بھی چند عراقی حضرات رونق افروز ہیں، بڑی آنکھیں، گھونگروالے بال، کشادہ پیشانی، چوڑا سینہ ہر نوجوان کھڑکی میں سے سر باہر نکالے طلوع ہونے والے سورج کا منظر دیکھنے کے لئے بیقرار نظر آرہا ہے۔ ایک تُرک نوجوان بیس اکیس سال کی عمر، انگریزی سے واقف جو بصرہ میں تجارت کرتے تھے ہم سے مخاطب ہوئے، گفتگو ہوئی اور کچھ دیر بعد بے تکلفی پیدا ہو چلی، ان سے بہت سے حالات معلوم ہوئے، نو بجے کے قریب عمارات دکھائی دینی شروع ہوئیں سامان دُرست کیا اور نہایت ادب سے حضرت غوث پاک رضؓ کے دیار میں اُترنے ٹھہرنے اور امن کے ساتھ ہفتہ گذرنے کی دُعا پڑھی اسٹیشن مختصر، عملہ کے صرف چند نفوس، حمال کی تعداد کافی، ابھی ہم ٹرین سے اُترنے بھی نہ پائے تھے کہ باب الشیخ کے مجاور روف

نے جو سوٹ بوٹ میں تھے اپنی چرب زبانی اور فن کی اُستادی سے ہمیں پگھلانا شروع کیا، لیکن ہم نے اُن سے صاف کہدیا کہ ہم اپنے ایک دوست کے یہاں ٹھہریں گے اُن کو اپنے آنے کی اطلاع دے دی ہے۔ حضور میں حاضر ہوں گے تو آپ تمام حضرات کی خدمت حسب حیثیت ضرور کریں گے، ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک صاحب پستہ قامت، سوٹ پر عراقی ٹوپی پہنے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے آپ کا نام حفظ الرحمان ہے، جواباً عرض کیا کہ آپ یقیناً عبدالطیف صاحب ہیں، مصافحہ اور معانقہ کے بعد اسباب اُتارا گیا، اسٹیشن سے باہر آئے، دو گھوڑوں کی گاڑی میں سوار ہوکر عبدالطیف صاحب کے مکان پر پہونچے، غسل وغیرہ سے فارغ ہوئے تھے کہ چا، آئی۔ چکّی کے پاٹ کے مانند بڑی بڑی روٹیاں اور بالائی۔ بڑے شوق سے بے تکلفی کے ساتھ کھائی۔ لطیف صاحب کی دو صاحبزادیاں زینب و فاطمہ ہر وقت خدمت کو موجود، گھر کا سا لطف آرہا ہے، لڑکیوں کی زبان اور لہجہ عربی ہے کس قدر بھلا معلوم ہوتا ہے قرآن شریف نہایت عمدہ قرأت کے ساتھ پڑھتی ہیں، بغداد علوم و فنونِ اسلامیہ کا مرکز تھا اور کبھی حدیث و فقہ میں یہاں کا جواب نہ تھا،

# بغداد شریف

مرحبا صد مرحبا کیا خطۂ بغداد ہے — درسِ مذہب جس کے ذرّوں کو ابھی تک یاد ہے
مخزنِ علم و ہنر تھا آہ دنیا میں کبھی — آج کچھ چرخِ بریں کے ظلم سے برباد ہے
مرکزِ علمائے دیں صدیوں رہی اسکی زمیں — قصرِ شرعِ ملّتِ بیضا کی یہ بنیاد ہے
یادگارِ خاندانِ سطوتِ عباسیہ — جس کی عظمت آج تک دنیا کو شاید یاد ہے
ذرّہ ذرّہ کو احادیث و فقہ پر تھا عبور — چپّہ چپّہ پر شریعت کے قلم کا صاد ہے
پرورش پائی ہے منطق ذاسی کی گود میں — فلسفہ تاریخ اِسکی عقل کی ایجاد ہے
اب نہیں لیکن یہاں وہ درس و تدریسِ علوم — مذہبی دل مائلِ مغربیت و الحاد ہے
ختم ہے نیچی قباؤں اور عباؤں کا رواج — اور اگر ہے بھی تو یوں جیسے کوئی صیاد ہے
تاک میں پھرتا ہوا ہر طائرِ نو کے لئے — پھانس کر لانیکا ایک ایک ڈھنگ طرفہ یاد ہے
وہ حیائے قوم باقی ہے نہ وہ پردہ قدیم — المدد اے غوث الاعظم آپ سے فریاد ہے
بے طرح اس پاک خطّے پر ہے انگریزی اثر — موٹروں میں ہوٹلوں میں ہر مسلماں شاد ہے
ہم نے جو دیکھا نہ پوچھے کاش ہم سے کوئی وہ — قہوہ خانہ ہر طرف مسجد سے کچھ آباد ہے

پہلے پابندِ شریعت تھا یہاں کا ہر نفس
مذہب و ملّت سے لیکن اب وفاؔ آزاد ہے

مگر اب وہ تمام روایات صرف اوراقِ تواریخ پر رہ گئی ہیں اور اس چودھویں صدی میں متروک سمجھی جاتی ہیں۔ مغربی تہذیب و معاشر کی فراوانی ہے، حسن کی نمائش کی جاتی ہے، سینما کا بیحد شوق ہے، ہر گھر میں ریڈیو موجود، قہوہ خانوں میں شام کے ۵ بجے بھیڑ لگی ہوتی ہے، عراقی حکومت کا نظام بہت اچھا اور نوجوان طبقہ کے ہاتھ میں ہے، ہمیں کسی جگہ ضعیف اور ناتواں مرد نظر نہیں آیا، ٹریفک پولیس کی وردی ویسرائے ہند کے باڈی گارڈ کی سی ہے۔ بغداد شرقی و غربی کے درمیان دجلہ ہے، کشتیوں کا پُل ہے جس پر سے گذرنے والی ہر موٹر کو تیس فلس محصول ادا کرنا پڑتا ہے، جدید بغداد کا بازار تین میل لانبا ہے دو طرفہ لندن اسٹائل پر دوکانیں تعمیر کی گئی ہیں عمارات خوشنما اور بلند، روشنی و صفائی کا انتظام معقول۔ پبلک کے ساتھ حکومت کو عام ہمدردی ہے۔ ہر شخص کے بدن پر کم سے کم دو ڈھائی سو روپیہ کا سوٹ، عورتیں اپنی پوری شان دلربائی کے ساتھ مغربی لباس میں آزادانہ سیر و تفریح کرتی ہیں۔ موٹر بکثرت ہیں، ہر دس قدم کے فاصلہ پر موٹر خانہ موجود ہر موٹر خانہ میں پچاس چالیس موٹریں نوابوں، و رئیسوں کی موٹروں سے اچھی کرایہ کے لئے تیار قہوہ خانوں کا شمار نہیں، ایک فنجان کی قیمت چار فلس لی جاتی ہے ایک پیالی خرید کر جب تک دل چاہے بیٹھے رہیئے قاعدہ کے مطابق کوئی اٹھا نہیں سکتا اور پھر خاطراً ہر آدھ گھنٹہ کے بعد قہوہ اور کافی

کی پیالی بلا قیمت پینے کو ملتی رہتی ہے۔ تین بالشت اونچے حقہ اور ریڈیو ہر وقت بجتے رہتے ہیں۔ بلوری فرشی ہیں۔ زندگی کا لطف آجاتا ہے۔ مجاورانِ درگاہ لمبے عبا اور چھوٹے کوٹوں پر ترکی ٹوپی جس پر سبز رنگ کا کپڑا لپٹا ہوتا ہے پہنے ہوئے ہر وقت سڑکوں پر گشت لگاتے رہتے ہیں اور فکر رہتی ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ ہاتھ لگے تو کام چلائیں۔

لطیف صاحب نے ہمارے پہونچنے کی اطلاع پر دو روز کی چھٹی لے لی ہے، ریلوے ورکشاپ میں ملازم ہیں، ہمارے تجمل حسین صاحب ڈبائیوی کے دوست ہیں انھیں کے ذریعہ ہمارا تعارف غائبانہ ہوا ہے۔ عراقی حکومت نے غیر ملکی ملازمین کو علیحدہ کر دیا ہے اور کیے جا رہے ہیں مگر لطیف صاحب نے عراقی عورت سے شادی کر کے ملکی حقوق حاصل کر لئے ہیں جس کی وجہ سے ان پر غیر ملکی ملازمین کی علیحدگی کا کوئی اثر نہیں ہوا، بڑے خلیق، بڑے ملنسار اور منکسر المزاج آدمی ہیں ان کی وجہ سے نہ صرف ہم کو گھر کا سا آرام ملا بلکہ اس اجنبی جگہ پر زبان کی تبدیلی یا اور اسی قسم کی مجبوری کا کوئی اثر نہیں ہوا اور مطلق کسی طرح کی کوئی شکایت یا دقت پیش نہیں آئی، یہ سب اللہ تعالیٰ نے ہماری عقیدت حسنہ کا صلہ عطا فرما کر اپنے بندوں کو نوازا ہے کہ ہر جگہ پر آسانیوں کا انتظام کر دیتا ہے۔

لطیف صاحب کے مکان سے قریب ہی حضرتِ معروف کرخیؒ کا مزار

تھا اس لئے سب سے پہلے وہیں حاضری ہوئی، مزار سادہ نفیس اور لکڑی کے کٹہرے میں ہے۔ نمازِ شکرانہ ادا کی اور خلوص قلب سے فاتحہ پڑھی، اوراقِ ماضی اُلٹے حضرت کی اسلامی خدمات پر نظر ڈالی، مرتبہ پر نگاہ کی، کیفیات طاری ہوئیں اور دل کو فرحت معلوم ہونے لگی، مسجد کے اندر ہی دس قدم کے فاصلہ پر ایک حجرے میں نیچے کی جانب زینہ نظر آیا، دریافت پر معلوم ہوا کہ حضرت اس راستہ سے ہر جمعرات کو کعبہ شریف اور مدینہ منورہ تشریف لے جاتے تھے، کلید بردار صاحب نہایت شریف اور بہت خلیق تھے موم بتی جلا کر لائے ہم سب اس کی روشنی میں دس بارہ سیڑھیاں اُتر کر پچاس قدم تک گئے اس کے بعد دیوار حائل تھی جو کسی مسلمان بادشاہ نے کھڑی کرادی تھی،

معلوم ہوا کہ جو شخص اس کے اندر اُترتا تھا وہ پھر واپس نہیں آتا تھا۔ اس کے اندر ہی ایک کنواں ہے جس کا پانی بہت صاف اور شیریں ہے یہاں سے واپس ہو کر خلیفہ ہارون رشید کی چہیتی بی بی زبیدہ خاتون کے روضہ پر پہونچے، یہ مقبرہ عمارتی صنعت میں مشہور عالم ہے بڑے بڑے انگریز سیاح اس کی صناعی دیکھنے آتے ہیں، مقبرہ میں ہر وقت قفل پڑا رہتا ہے۔ زبیدہ خاتون کی مذہبی خدمات میں نہر زبیدہ قیامت تک اس کے نام کو آبِ رحمت میں غوطے دیتی رہے گی، بہ ذوق و شوق فاتحہ پڑھی اور اُس کی اسلامی

خدمتوں پر نظر ڈالتے ہوئے حضرت جنید بغدادیؒ کے مزار پر پہونچے حاضری ہوئی، دل بھر آیا، آنکھیں پُرنم ہوئیں، دو رکعت نماز ادا کر کے فاتحہ پڑھی، قریب ہی ان کے معلّم اول حضرت سری السقطیؒ کا مزار ہے وہاں بھی حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی اور آگے بڑھے تو اللہ کے ایک پیغمبر حضرتِ یوشع علیہ السلام کا مزار مبارک دیکھا، دوگانہ ادا کیا فاتحہ پڑھ کر یہاں سے چلے تو چند قدم پر حضرت بہلول داناؒ اور حضرت شیخ ابراہیم خواصؒ کے مزارات نظر آئے دونوں پر حاضری دی فاتحہ خوانی کی، اور اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے ہوئے یہ کہہ کر آگے بڑھے

ع یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

تھوڑی دور پر حضرت امام محمد الغزالیؒ کا مزار ہے شکستہ حالت میں ہے خادم بھی موجود نہیں رہتا، ہر وقت مقفل رہتا ہے، کواڑوں کی درزیں چوڑی ہیں، مشتاقانِ جمال ان میں سے جھانک کر دل کا ارمان پورا کر لیتے ہیں۔

تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر یہ مزارات ملے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ، حضرت شیخ ابی بکر شبلیؒ، خواجہ حبیب عجمیؒ، حضرت ذوالنون مصری، حضرت داؤد طائیؒ، حضرت صدر الدین قونوی حضرت جمال الدین شیخ جمال، حضرت سید محمد الہندی، دو تین میل کے فاصلہ پر حضرت شیخ عمر شہاب الدین سہروردیؒ کا مزار ہے، گنبد کے بجائے ایک بلند مینار نما عمارت ہے۔

کاظمین، بغداد کا ایک محلہ ہے جہاں امام موسیٰ کاظمؑ اور امام محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں۔ گھوڑا ٹریم جو ریل کی پٹڑی پر ٹریموے کی طرح چلتی ہے۔ دو منزلہ ہوتی ہے اور اس میں پچیس تیس آدمی سوار ہوتے ہیں عراقی گھوڑے بہت تیز اس کو لے جاتے ہیں ہر دس منٹ کے بعد آتی جاتی رہتی ہے۔ بستان ابراہیم کیمپ صادق جہاں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں اور جس جگہ لطیف صاحب کا مکان ہے وہ کاظمین سے بہت دور ہے، خواتین کی وجہ سے ہم لوگ مقام منطقہ سے جہاں پر حضرت امام موسیٰ الکاظمؑ کو غسل دینا بتایا جاتا ہے گھوڑا ٹریم پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تھوڑی دیر میں کاظمین پہونچ گئے۔ روضوں کی عمارت بہت شاندار اور منقش ہیں، دہلی کی جامع مسجد کے برابر وسیع ہیں، تینوں سمت بہت اونچے اور خوبصورت دروازوں پر گھڑیاں لگی ہوئی ہیں جو مکۂ معظمہ کا وقت بتاتی ہیں، میناروں اور گنبدوں پر بجر نگی پچی کاری ہے، روضہ کے اندر سیپ اور شیشہ کا کام ہے۔ مزوّر بکثرت موجود ہ سلام اور دُعاؤں کا غلغلہ ہر وقت زائرین کی آمد و رفت سے ہجوم، اوقاف کی آمدنی بہت کافی ہے اور سب خرچ ہوتی ہے۔ اس پر بھی پردیسیوں کو دل کھول کر لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں، ایران سے رضا شاہ پہلوی نے آج کل شاہی امداد بھی بند کر دی ہے اور لوگوں کو آنے کی ممانعت بھی۔ روضہ کے قریب ہی صحن کے برابر صاحبزادگان حضرتِ امام موسیٰ کاظم رض

کے مزارات ہیں جن کے نام ابراہیمؓ و اسمٰعیلؓ تھے لیکن بہت معمولی حالت میں ہیں، نہ مزور ہے نہ زائر، پچی کاری ہے نہ رنگ آمیزی، دریافت پر اس کی حقیقت کا انکشاف ہوا کہ یہ دونوں صاحبزادگان ایک حنفی المذہب معلم سے درس لیتے تھے جس کی پاداش میں بعد وفات یہ درجہ ملا۔

اس واقعہ کو سُن کر روحی تکلیف ہوئی اور ہم نے دیر تک باحسرت وہاں فاتحہ پڑھی اور یہاں سے رخصت ہو کر بذریعہ موٹر باب الشیخ پہونچے یہ ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ حاضری بعد نماز صبح اور عصر و مغرب کے درمیان ہوتی ہے اس لئے عصر کی نماز کاظمین میں پڑھ کر چلے تھے۔

## بارگاہ حضرت غوث الاعظم محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ

خیال تھا کہ مغرب سے بہت قبل درگاہِ معلّیٰ میں پہونچ جائیں گے لیکن دجلہ کے پُل کو عبور کرنے میں بہت دیر ہوئی، ایک طرف جب بھیڑ لگ جاتی ہے تو لال جھنڈی کے ذریعہ دوسری طرف کی سواریاں روک کر گذار دی جاتی ہیں اسی طرح دوسری جانب عمل ہوتا ہے، شام کا وقت، موٹروں کی کثرت گاڑیوں کا ہجوم، اس لئے دیر ہو گئی اور بعد مغرب پہونچے، نماز پڑھی، اور خدا سے دُعا کی کہ دور سے چل کر آئے ہیں، مزارِ مبارک کی دید کو آنکھیں ترس رہی ہیں دل تڑپ رہا ہے

تو مسبب الاسباب ہے کوئی ایسا سبب پیدا کردے کہ اسی وقت زیارت ہو جائے دل کی تڑپ تھی بابِ اجابت کھلا ہوا تھا مقبول ہو گئی، ایک معمر صورت شریف و خلیق انسان ہماری طرف خود بخود متوجہ ہوئے اور انگلی کے اشارہ سے ہمیں بلایا، ہم مسجد سے اٹھ کر ان کے پیچھے چلے، یہ بزرگ کلید بردار تھے، جنوبی سمت تھوڑی دور ایک دروازہ تھا اسے کھولا اس سے گذرے تو ایک دالان ملا جس کے صدر دروازہ میں قفل لگا ہوا تھا، ان بزرگوار نے ہماری خاطر سے قفل کھولا، آنکھوں کے سامنے نوری شمعیں جلوہ گر تھیں، ان کی روشنی نے عجب والہانہ کیفیت پیدا کردی، آنکھوں میں آنسو، پیروں میں لغزش، دل میں تڑپ اور تمام جسم میں لرزہ تھا۔ مزارِ پاک اور آنکھوں کے درمیان آنسوؤں کے تار حائل ہوئے، اللہ کی شان اور احسان ہے کہ حفظ الرحمٰن مُردہ قوم کا ایک گنہگار فرد محی الدین والملتہ کے حضور میں کھڑا ہوا ہے، جیسی آرزو تھی ویسا تخلیہ ملا، جو کہنا تھا دل بھر کر عرض کیا، جو تمنا تھی پوری ہوئی۔ مقامات ظاہر سے گذر کر باطن کی سیر کی، حجابات کے پردہ نظر کے سامنے سے اٹھنے لگے حضرت غوث پاکؓ کا دربار تھا۔ ایک گدائے بینوا کے لئے یہاں کیا کمی تھی، طلبِ صادق نے گلِ مراد سے دامنِ تمنا بھر دیا، اب قلب کی حالت ہی بدل گئی، دُنیا اور دُنیا والے کچھ اور ہی نظر آنے لگے، ساتھیوں کو دیکھا سب اپنے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے، خدا معلوم

کس کس کو کیا ملا، یہ رازو نیازِ طالب و مطلوب ہیں، وجدانی عالم میں فاتحہ سے فارغ ہو کر نظم کے پھول نذرِ حضور کیے۔

## غوث الاعظمؒ

حاضر ہوا ہوں لیکر فریاد غوث الاعظم
اس وقت کیجئے کچھ امداد غوث الاعظم

تم محیٔ دینِ حق ہو سلطانِ اولیا ہو
مضبوط کی ہے دیں کی بنیاد غوث الاعظم

ہندی نژاد مُسلم گمراہ ہو چلے ہیں
ملّت میں پڑ رہی ہے افتاد غوث الاعظم

کچھ بارگاہِ حق میں ان کے لئے دُعا ہو
ہو جائیں بحرِ غم سے آزاد غوث الاعظم

پھر ان کو راہِ حق کی تلقین کیجئے کچھ
پھر ان پہ چھا گیا ہے الحاد غوث الاعظم

مشکل کشائیوں پر قادر ہو فضلِ حق سے
مولا علی کی ہو تم اولاد غوث الاعظم

میں بھی ہوں آج حاضر صد آرزو یداماں
میرے لئے بھی کچھ ہو ارشاد غوث الاعظم

درگاہِ کبریا میں کردیجئے سفارش
ہو غم سے اب وفاؔ بھی آزاد غوث الاعظم

اس کے بعد جو دیکھا، جو کہا، جو جواب ملا، وہ نہ کہنے کا ہے نہ سُننے کا، اور نہ اُس کے اظہار کی ضرورت، مولا کے کرم سے آج اپنی خوش قسمتی پر جتنا ناز کروں کم ہے میں سمجھتا ہوں یہ سب کچھ بزرگوں کی دُعا اور خادمانہ خدمات کا صلہ ہے اور کچھ نہیں!!

اللہ اکبر، عشا کی نماز اُس مسجد میں ادا ہوئی جس میں حضور غوث پاکؒ درس دیا کرتے تھے اور جہاں سے چند قدم نکلے

فاصلہ پر آرام فرما رہے ہیں، مزہ آگیا۔ نماز اور حضوری کے بعد نماز
اس کو اہلِ دل ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کیسی ہوئی ؟........
........ جو سجدہ کر رہا تھا مقبول ہو رہا تھا۔

یہاں اذان ایک ہوتی ہے مگر نمازیں دو، پہلے شافعی کی اور بعد کو اسی مصلّے پر حنفیوں کی، نماز کے بعد امام صاحب کو دُعا مانگنے کی زحمت گوارا نہیں کرنی پڑتی بلکہ یہ خدمت مکبّر انجام دیتا ہے، ہر ملکے وہر رسمے۔

یہاں سے مکان کو واپس ہوئے، بازاروں میں اِس قدر ہجوم تھا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں بمبئی اور کلکتہ میں بھی نہ ہوگا، عربی، بغدادی، یہودی اور نصرانیوں کے ایک ہی وضع کے لباس میں خوبصورت چہرے کس قدر بھلے معلوم ہوتے ہیں، لطیف صاحب کہتے تھے کہ بغداد میں یہ پہلا موقع ہے کہ دسمبر کے آخری ہفتہ میں بارش اور تیز سردی نہیں، ورنہ یہاں ان دنوں میں دوپہر کو گھر سے نکلنا مشکل ہو جاتا تھا، ریل کے انجن میں پانی جم جاتا تھا اور گاڑی گھنٹوں لیٹ پہونچتی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اپنے بندوں کو ہر طرح کی آسانیاں اور آرام پہونچایا ہے اور کیوں نہ پہونچائے آخر اتنا دور دراز سفر اُسی کے فضل و کرم پر اختیار کیا ہے، آج عیسائیوں کا بڑا دن ہے، دن بھر بغداد کی سیر میں گذار کر اور شب کو لطیف صاحب کی مہربانیوں کا لطف

اُٹھا کر خوب کھانا کھایا اور آرام و اطمینان سے سوئے۔

## ۲۶ دسمبر ۱۹۳۰ء امامِ اعظم حضرت ابو حنیفہؒ ۲۲ شوال ۱۳۵۶ھ

صبح آنکھ کھلی حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہو کر نماز پڑھی، چاء پی کر سواری منگوائی اور سیر کو نکل گئے، پیرانِ پیرؒ کے یہاں سلامی ہوئی، پنجاب کا ایک چھوٹا سا قافلہ جس میں نو آدمی ہیں ملا، نجفِ اشرف تا مدینہ منورہ والا راستہ اُنھوں نے انتخاب کیا ہے۔ دس روز سے مقیم ہیں، حجاج کا کوئی قافلہ مرتب نہیں ہوا، نہ ابھی دس پندرہ روز کوئی امید ہے۔ ان لوگوں سے ایک سو چالیس روپیہ مدینہ منورہ تک کا کرایہ اور سو روپیہ بطور ضمانت پیشگی وصول کر لیا گیا ہے۔ طاہر حسین صاحب برٹش قونصل والوں سے ملاقات ہوئی، ہمیں مشورہ دیا کہ نجف سے جاؤ، میں نے کہا بخشئے، جو حضرات پہلے سے آئے ہوئے پڑے ہیں پہلے اُن کا تو انتظام کیجیے، فرمایا ابھی صرف چوبیس آدمی ہوئے ہیں دس پندرہ یوم میں تعداد پوری ہو جائے گی تو قافلہ روانہ ہوگا، یہ ہے اس نئے راستہ کی شان جس کو آرام دہ مشہور کیا جاتا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا کہ ہمارے ہندوستانیوں کو ہر حکومت بیوقوف بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کرتی ہے، کاش کہ خدا اُنھیں عقل دے اور وہ بات کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں۔ صدر ڈاکخانہ پہونچا، کلرکوں سے انگریزی میں بات چیت ہوئی۔ یہاں

کاروباری آدمیوں کے نام کے الگ الگ خانے بنے ہوئے ہیں جن کے دروازہ باہر کی جانب مُقفّل ہیں، نمبر کے حساب سے مالک کے پاس چابی ہے جس وقت چاہے بلا کسی کے دریافت کئے اپنی ڈاک آکر نکال لیجائے۔

عدالتوں کا انتظام معقول دیکھا، پولیس میں پبلک کی آواز کی قدر پائی، عراقیوں نے اپنا چولا بدل دیا ہے مگر قدیمی تہذیب خدا کا شکر ہے کہ قائم ہے چھوٹا بڑا جس سے گفتگو کیجئے اخلاق سے ملتا ہے اور ممنون ممنون کہتے زبان خشک ہوتی ہے۔ خاطر مدارات خوب ہے۔ اخلاق وسیع ظہر کی نماز بغداد کی اُس عالیشان مسجد میں ادا ہوئی جو میرے خیال میں اپنی نفاست اور صناعی کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتی، ۵۶×۴۰ فٹ اندرونی فرش اعلیٰ قسم کے قالینوں سے ڈھکا ہوا، بادشاہِ وقت کے بیٹھنے کے لئے جگہ مخصوص، ممبر کی اونچائی تقریباً بیس فٹ، نقش و نگار کی شان نرالی، تمام دیواریں گلکاری سے مزیّن، قرآن خوانی کے لئے جگہ علیحدہ - ایک طرف کشادہ کمرے میں وصال کے بعد بھی سُنّت نبوی ادا کرنے والے گنبدِ سبز کے سایہ میں امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما رہے ہیں، مزارِ مبارک پر نگاہ گئی، دینِ حنیفی کی تاریخ کا ایک ایک وَرق سینما کے فلم کی طرح نظر سے گذر گیا، کچھ ہوش، کچھ بیہوشی، کچھ سکون کچھ اضطرار، پہلے دوگانہ ادا کیا، پھر فاتحہ پڑھی، کہنا جو کچھ کہہ سکا، باری تعالیٰ سے حضرت کا

سیلہ دے کر دُعائیں مانگیں، کون کون سامنے آیا، کس کس نے اپنے
ے اشارہ کیا، یہ مجھے خبر ہے یا قبول کرنیوالے کو، حتی الامکان سب کی
اہش پوری کی اللہ تعالیٰ مقبولیت عطا فرمائے، آمین

---

## امام اعظم ابوحنیفہؒ

م ابو حنیفہ اے ستونِ قصرِ اسلامی — پرستارِ حقیقت اے شریعت کے بدل حامی
میشہ آپکے احکامِ دیں ملّت کو الہامی — ہیں پیرو جنکے عربی، ترکی، رومی، ہندی و شامی
محمد مصطفےٰ کی سُنّتِ کامل کی پیرو ہو
نہ بھٹکا ہو کبھی منزل سے جو تِل بھر وہ رہرو ہو

شارعِ دین ہو جانِ شریعہ ہو رُوحِ ملّت ہو — مجسّم اک شریعت ہو مجسّم اک حقیقت ہو
ضیائے آفتابِ علم ہو شمعِ ہدایت ہو — حنیفوں کے امامِ اعظم ہو خورشیدِ امامت ہو
جو پایا ہے تمہارا دین میں وہ کس کا پایا ہے
خدا کا اور محمد مصطفےٰ کا سر پہ سایا ہے

حنیفی ہوں میں حضرت ہند سے آیا ہوں چل پھر کر — پریشاں خاطری رہتی ہے میرے قلب کو اکثر
جو رستہ آپنے بتلا دیا تھا اس سے ہوں باہر — خطا لیکن مری کم ہے کہ اب گمراہ ہیں رہبر
بہت سے عالموں نے کی ہے دینِ حق سے غدّاری
کہ جن کی طرز سے دینِ حنیفہ کی ہوئی خواری

دعا کیجے کہ راہِ راست مولاان کو دکھلائے　　جو رستہ آپ نے بتلادیا ہے اُس پہ لے جائے
جو عالم ہو وہ گمراہی سے اوروں کو نہ بہکائے　　صراطِ مستقیم ہر آں حنیفی وہ ہمیں پائے
چراغِ ملّتِ بیضیٰ رہے روشن زمانے میں
نہ چھوٹے ہاتھ سے سرکار کا دامن زمانے میں

---

یہاں کے مزور مہذب، فقرا باادب مسجد سے باہر ایک قطار میں کھڑے ہوئے۔ جو کچھ دیا نہایت خاموشی کے ساتھ لیا، صدہا دعائیں دیں، برعکس اس کے کاظمین شریف میں لوٹ مار، چیخ پکار سے فاتحہ پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے، یہاں سے تھوڑی دور پر حضرت بشر حافی رح کا مزار ہے، تفسیر کلاس میں مولانا سلیمان اشرف صاحب مدظلہٗ نے ان کا واقعہ بیان فرمایا تھا، کانوں سے سُنا تھا، آنکھوں سے مزار مبارک دیکھ لیا، اللہ اللہ کیا حُسنِ عقیدت تھا رجوع ہو کر فاتحہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ صاحبِ مزار کی طرح میرے دل میں بھی قرآن کریم کی وہی عظمت بھر دے، آمین۔ بغداد کی ہر مسجد میں کسی نہ کسی بزرگ کا مزار موجود ہے اور قالین کا فرش ضروری، دس بجے رات تک مختلف مقامات کی سیر کی، آج کچھ بادل نظر آئے اور ترشح بھی ہوا لیکن ہوا سرد نہیں چلی، اور نہ بحمد اللہ تیز بارش ہوئی، چند موٹر کمپنیوں سے بات چیت ہوئی آخر میں ایک خالص اسلامی کمپنی سے دمشق چلنے کے لئے گفتگو ہوئی اپنا کارڈ چھوڑ دیا ہے، کل دوپہر یا شام کو

مگر معاملہ طے کرنیکا وعدہ کیا اور مکان کی راہ لی۔

## ۲۷ دسمبر ۳۷ء سلمان پاک و سامرہ شریف ۲۳ شوال ۵۶ھ

صبح کی نماز اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر دس بجے روانگی ہوئی، موٹر کا انتظام رات ہی کو کر لیا گیا تھا۔ چھ آدمیوں کا قافلہ ہونے کی وجہ سے چھ نشست کی موٹر عمدہ اور بہت آسانی کے ساتھ مل جاتی ہے اس میں کفایت بھی رہتی ہے، قصبہ سلیمان پاک کا قصد کیا جو صاحبِ مزار کے نام ہی سے منسوب ہے بغداد شریف سے چالیس میل کا فاصلہ ہے، کچھ دور پختہ سڑک اور بعد میں کچی ہے۔ مگر موٹر اس قدر آرام دہ ہیں کہ کچھ تکلیف نہیں ہوتی، راستہ میں ایک بورڈ پر، کوٹ اور العمارة کے راستے بتائے گئے تھے، یہ وہ مقامات ہیں جن کے درمیان ترکوں اور انگریزوں میں جنگ ہوئی، سلمان پاک پہونچے، چھوٹا سا قریہ ہے مگر قہوہ خانہ دوکانات، پولیس اسٹیشن وغیرہ موجود ہیں، بغداد سے دوسری طرف تیس چالیس میل سامرہ شریف ہے جہاں حضرت امام علی نقیؒ اور حضرت امام عسکریؒ کے مزارات ہیں، دوپہر تک نہایت اطمینان سے گھوم پھر کر ایک ایک مزار پر حاضری دی، فاتحہ پڑھی بزرگانِ دین کی خدمت میں پہونچکر دل کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے بعض جگہ تو وہ برکات ہیں کہ قلب میں روشنی نظر آنے لگتی ہے، ظہر کے بعد واپسی ہوئی۔ راستہ میں طاق کسریٰ جس کو قصر کسریٰ کہتے ہیں

پانچ منٹ تک یہی شکل رہی، بارے خدا کا شکر کہ اس آفتِ ناگہانی سے نجات ملی، تھوڑی دیر میں راستہ صاف نظر آنے لگا، اور موٹر پوری رفتار سے چلنا شروع ہوا، راستے میں دو قریہ جو اپنی آبادی کے لحاظ سے قصبوں سے زیادہ پُر رونق تھے محمودیہ اور سکندریہ ملے، ۱۲ ½ بجے قصبہ مسیب پہونچے، یہ دریائے فرات کے کنارے پر دونوں طرف آباد ہے، ریلوے اسٹیشن بھی ہے، پُل بنا ہوا ہے، یہاں سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر آبادی سے بہت دور علیحدہ جنگل میں صاحبزادگانِ حضرت مُسلم بن عقیل رض کے مزارات ہیں، موٹر والے راستہ خراب ہونے کی وجہ سے وہاں تک نہیں جاتے، مگر اللہ نے ہیسہ کو بڑی طاقت دی ہے، دروازہ تک پہونچے اور وہیں جاکر اُترے، دونوں معصوم ایک ہی گنبد میں آرام فرما ہیں، کربلا کے تصور ہی سے دل بھرا ہوا تھا، اس کے ابتدائی تظلّم کی پہلی تصویر نظر کے سامنے جو آئی تو تحمّل دشوار ہوگیا، بے اختیار آنکھوں سے اشک رواں ہوگئے۔ اسی عالم میں ہلتے ہوئے دل اور اشک آلودہ آنکھوں کے ساتھ فاتحہ پڑھی، دُعا مانگی، اور اس کے بعد اُس تصویر کو دیکھ کر دل تڑپ گیا جو شارعِ اسلام کے خلاف مزار پر لگا رکھی ہے کہ زنجیر میں ایک آدمی دو بچوں کو باندھے ہوئے کھڑا ہے، دوسرے آدمی کے ہاتھ میں تلوار ہے جو اِن بچوں کو قتل کرنے پر تُلا ہوا ہے ایک خاتون کا عجز کے ساتھ روکنا دِکھایا گیا ہے، دردناک منظر ہے، دیکھ کر بُری حالت ہوگئی، کھڑا نہ رہا گیا تو

وہاں سے باہر نکل آیا، جی چاہتا تھا کہ اس زمین کو اشکوں سے تر کر دوں مگر چند معصوم صداؤں نے بیقرار کر دیا اور اتنی مہلت نہ دی کہ دل کی لگی بجھا سکوں، چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھ پھیلا کر میرے چسٹر کا دامن پکڑ کر اولادِ مسلم اولادِ مسلم کہنے لگے، جو کچھ خدمت کر سکا اِن غریب بچوں کے ساتھ کی، موٹر پر آ کر بیٹھا اور آگے کے دردناک سین کا تصور کر کے دل کے مضبوط ہونے کی دعا کرنے لگا ایک نظم "زمینِ کربلا" بالکل جذباتی کیفیت میں پوری ہو گئی،

## سرزمینِ کربلا

یاد ہے کچھ تجھ کو اب بھی اے زمینِ کربلا آ کر اُترا تھا یہاں چھوٹا سا کوئی قافلہ
ظلم اُس کے ساتھ تیری خاک نے جو کچھ کیا سچ بتا وہ تھا کسی عنوان بھی تجھ کو روا

قافلہ کس کا تھا وہ اور قافلہ سالار کون؟
ناتواں تھا کون اُس میں اور تھا بیمار کون؟

کیا یہیں تڑپی ہے خاک و خون میں آلِ رسول کیا یہیں پھرتی رہی گریہ کناں روحِ بتول
کیا یہیں سوتے ہیں بھوکے تشنہ غمگیں و ملول کیا یہیں کی خاک نے قربانیاں کی ہیں قبول

الاماں اے سرزمینِ کربلا بس الاماں
روحِ انسانی لرزتی ہے قدم رکھتے یہاں

دہر میں شاید نہیں ہے تیرے ظلموں کا جواب خونِ مظلوماں سے ہے خاکِ شفا تیرا خطاب
ورنہ ہے دراصل ہر صورت تری مٹی خراب تیرے دل میں ڈرِ خدا کا تھا نہ خوفِ بوتراب

عجیب شانِ شجاعت سے حق کیا ہی ادا　　غلام حلقہ بگوش ہوگئے خواص و عوام
حضور! خونِ شہادت سے روح پھونکی ہے　　ہوا ہے از سرِ نو زندہ مذہبِ اسلام
جہادِ غم میں شجاعانِ مذہب و ملّت　　لیا کریں گے بصد افتخار آپ کا نام
ہوا ہے ایسا بہادر سخی کوئی پیدا　　خدا کی راہ میں دیدے جو خاندان تمام
بہ ذوق و شوق گلے رکھ رہی تھی تیغوں پر　　عزیز، بھائی، پسر، دوست، اقربا، خدّام
وفاؔ شہید ہوئے ہیں جو تشنہ لب حق پر
لٹائیں گے وہی کوثر پہ اپنے ہاتھ سے جام

سردی یہاں بہت زیادہ ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی، اور خوب آرام سے تمام دن اِدھر اُدھر کربلا کا گشت کیا، خصوصیت کے ساتھ کربلائے معلّیٰ میں پانی کی افراط دیکھ کر بجائے شگفتگی کے دل کو پژمردگی سی ہوتی ہے، ایسے سرسبز اور شاداب خطے میں جہاں باغات کی کثرت پانی کی نالیوں کی بہتات ہے وہاں خاندانِ رسولؐ تشنہ لب شہید ہوا، کربلا کی آبادی اچھّی خاصی ہے رونق کافی ہے، روضۂ اقدس بہت شاندار اور وسیع ہے، باہر طلائی کام ہو رہا ہے اور اندر آئینہ بندی کی گئی ہے، اس کے علاوہ تمام دیوارں پر چینی کی اعلیٰ گلکاری ہے۔ آبادی کے اندر وہ مقام بھی محفوظ ہے جہاں کہا جاتا ہے کہ قبل شہادت، حسینی قافلہ اُترا تھا، یہاں سے کچھ فاصلہ پر وہ بہادر اور جاں نثارِ اہلبیت آرام گزیں ہے جس کے دل کو عین میدانِ جنگ میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی اور سیّدنا امام عالیمقام

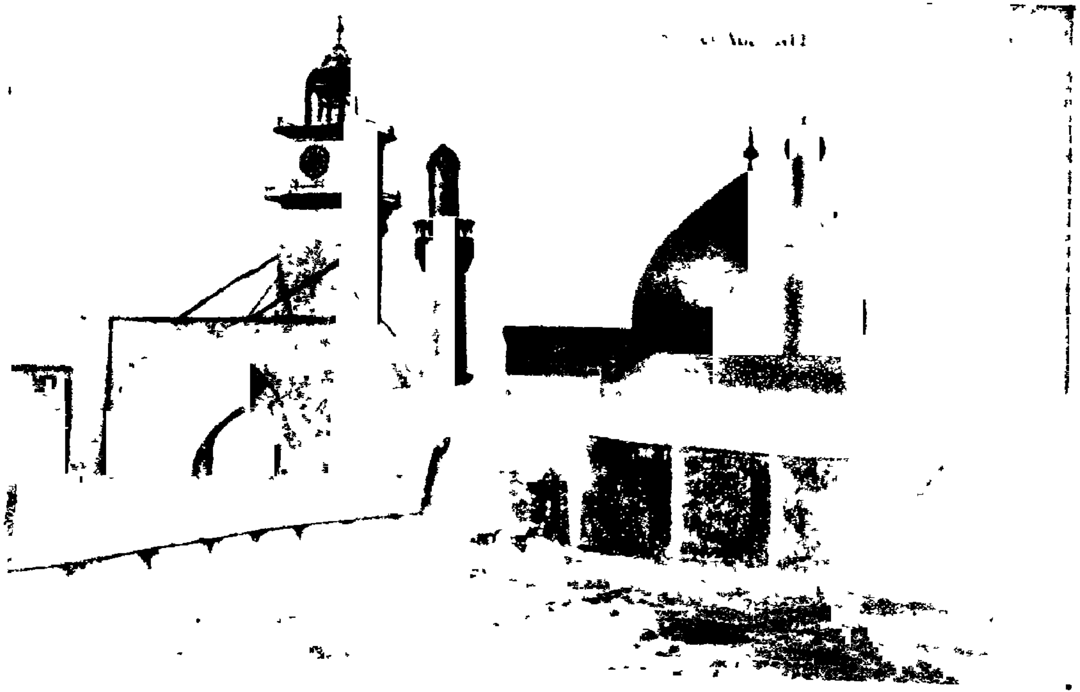
## مزار امام حسین (رض) (کربلائے معلیٰ)



زمیں تھی یہ جس پر خدا سے ملا کیا تھا
عصا کے وقت ادا کی نماز کیا تھا

( وفا )

مزار مولا علی کرم اللہ وجہہ (نجف اشرف)



ملتی یہاں وہاں نہ [illegible] قرار ہے
آغوش بو تراب میں خاک مزار ہے

(وفا)

نے بڑھ کر اس کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حُر ہمیں زیادہ شرمسار نہ کرو آؤ ہمارے گلے سے لگ جاؤ، تمام مقامات وزیارات پر حاضری دے کر واپس ہوئے اور اپنے مزور کے یہاں شب کو قیام کیا،

## ۹۲ر دسمبر ۱۹۳۶ء کربلا سے نجف کو روانگی ۲۵ر شوال ۱۳۵۰ھ

ضروریات سے فارغ ہو کر برف سے زیادہ ٹھنڈے پانی سے وضو کیا، نمازِ فجر ادا کیا، چاء وغیرہ پی کر شہید کربلا کے روضہ پر رخصتی حاضری دی، اور پھر موٹر منگا کر اس پر سوار ہوئے، نجف اشرف کو روانگی ہوئی، تھوڑی دور چل کر ریگستانی میدان شروع ہوا، موٹر نہایت نفیس، مضبوط اور عمدہ رفتار تھی، ڈرائیور ہوشیار اور راستہ سے واقف تھا، جدھر چاہا اس ناہموار میدان میں موٹر دوڑاتا ہوا چلا گیا، اور ہم نہایت آرام کے ساتھ سفر طے کرتے رہے، نجف اشرف میں پہونچکر امیرالمومنین سیدنا علی مرتضیٰ رض خلیفۂ چہارم کی خدمت میں حاضری دینی تھی دل کو اُدھر رجوع کیا، یہاں کی زمین متبرک نظر آنے لگی، دور سے نجف اشرف کی آبادی دکھائی دی، کربلا سے یہاں تک ٹوٹے پھوٹے چند اشعار ہو چکے تھے انھیں گنگنانے لگا، اور دِل کو مخاطب کر کے کہا،

# نجف اشرف

سنبھل کر پاؤں رکھنا بیشۂ شیرِ خدا ہے یہ
تمام عالم کے خطوں سے بس اک خطہ جدا ہے یہ

یہاں اس ضیغمِ ملت کا گویا دور دورہ ہے
زمیں سے آسماں تک جس کی سرداری کا شہرہ ہے

یہاں آتے ہوئے جن و بشر سب کانپ جاتے ہیں
فرشتے اپنے پر آ آ کے رستہ میں بچھاتے ہیں

یہ وہ منزل ہے جس منزل میں کچھ آہٹ نہیں ہوتی
قدم پنجوں کے بل رکھتے ہیں سب کھٹ کھٹ نہیں ہوتی

گذر اس پر نہیں ہوتا درندوں اور گزندوں کا
سفر ہوتا ہے اس میں صرف حق کے نیک بندوں کا

نجف کی سرزمیں کا ذرّہ ذرّہ رشکِ انجم ہے
گیاہ و سبزہ سمجھے ہو جسے وہ فرشِ قاقم ہے

یہاں کی خاک کو جو پاؤں آ کر چوم جاتا ہے
سرورِ حُبِ مولائے علی سے جھوم جاتا ہے

دو بجے دن کو ہم لوگ بآرام تمام نجف اشرف پہونچ گئے، کربلا سے آنے والی موٹروں کے اڈے پر حسب تحریر سید عبد اللطیف شعبان زادہ وکیل اہلسنت والجماعت کے صاحبزادے سید محمد صاحب ہمارے

منتظر تھے، اُن کو ہم نے اپنی آمد کی اطلاع پہلے سے دیدی تھی، بڑے اخلاق اور گہری و پُرخلوص محبت کے ساتھ ملے، اپنے مکان پر لے گئے مکان بہت وسیع اور نہایت آرام وہ تمام لوازماتِ زندگی سے آراستہ و پیراستہ تھا، بالکل گھر کا سا آرام ملا، منہ ہاتھ دھوکر، کھانا کھایا چائے پی اور پھر اُن کے ساتھ مزارِ مبارک کی طرف روانہ ہوئے، اخی مصطفےٰ زوجِ بتول، ابوالحسنین، مولا علی کرم اللہ وجہہ نہایت عالیشان اور بے نظیر گنبد میں آرام فرمارہے ہیں، ترکوں نے اپنے عہد میں اندر کی جانب سے مزار پر اعلیٰ قسم کا نقش و نگار کرایا تھا جو ابھی تک اپنی پوری نفاست وجِلا کے ساتھ آنکھوں کو پُرنور کر رہا ہے۔

چاروں طرف دو منزلہ منقش عمارتیں بنی ہوئی ہیں ترک کی شہزادی نے ایک بیش بہا ہیرا مزار پر چڑھایا تھا جو گنبد کے درمیان ایک بلوری شیشہ میں لٹک رہا ہے۔ مزارِ مبارک کے اندر ہی ایک شیشہ میں وہ تاج بھی لٹک رہا ہے جو نادرشاہ بادشاہ ہندوستان سے لے گیا تھا اور اُس نے مزار پر نذر کیا تھا۔ نادرشاہ نے جس وقت مزار پر حاضری دی ہے تو اپنے آپ کو ایک طلائی زنجیر میں گردن لپیٹ کر پیش کیا تھا۔ وہ زنجیر دروازہ میں لٹکی ہوئی ہے۔ مزارِ مبارک کا دروازہ اور مینار سونے کے ٹائل ۶×۶ کے بنے ہوئے ہیں۔ ہر ایک ٹائل کا وزن ایک پونڈ بتایا جاتا ہے۔ یہ تمام سونے کا کام نادرشاہ کی جانب سے ہوا تھا۔ اندرونِ مزار اور گنبد کے چاروں طرف ترکی خلیفہ سلطان

سلیم نے تین لاکھ پونڈ سے زیادہ خرچ کر کے عمارت کی شان پیدا کر دی ہے۔ اتنے عمدہ اور ایسے نفیس رنگوں میں گلکاری کی گئی ہے کہ نظر پڑتے ہی بے اختیار اللہ اکبر کی صدا منھ سے نکل جاتی ہے۔ خدا کی شان یہاں آکر معلوم ہوتی ہے کہ جس بزرگ ہستی نے ہمیشہ فقر و فاقہ کو عزیز رکھا اور دولتِ دُنیا کو قدموں سے ٹھکرایا آج وہی سونے کے پہاڑوں میں آرام فرما ہے، سچ ہے جو شخص خدا کا ہو جاتا ہے دُنیا کی قیمتی سے قیمتی شے اس کے قدموں پر آکر نثار ہوتی ہے۔ یہاں رُعب و داب موجود ہے، اور جگہوں کی سی بدتمیزی اور شور نہیں، صاحب مزار کی ہیبت قلوب پر طاری ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ خاموشی کے ساتھ ایک طرف کو فاتحہ کا موقع ملا، بارگاہِ ایزدی میں بوسیلۂ صاحب ولایت، شجاعت کی دُعا مانگی، مزار کے چاروں طرف کشادہ صحن ہے۔ ایک طرف ایک حجرے میں نواب رام پور کی ہڈیاں دفن ہیں۔ کربلائے معلیٰ اور نجفِ اشرف میں شیعہ حضرات دور، دور سے میّت لاکر دفن کرتے ہیں ایسی میتوں کے لئے مقامی حکام کی اجازت و محکمۂ حفظانِ صحت کی تصدیق ہوتی ہے، خشک اور مرطوب دونوں طرح کی لاشوں کے متعلق اجازت حاصل کرنی پڑتی ہے۔ مرطوب لاشیں موسمِ سرما میں کیمیائی طریقہ پر لیجائی جاسکتی ہیں،

بمبئی سے بصرہ تک لاش کا کرایہ پانسو روپیہ اور کراچی سے بصرہ تک ساڑھے چار سو روپیہ ہے، وہاں سے نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ

کے کرائے مختلف ہیں۔ اس کے لئے پاسپورٹ کی طرح مجسٹریٹ ضلع کی معرفت حکومتِ عراق کی منظوری و اجازت بھی قبل از وقت حاصل کی جاتی ہے۔ کچی پکی سادہ اور قبہ دار قبریں تیار ملتی ہیں۔

نواب رام پور کے حجرے کو خوب رونق دے رکھی ہے، تصویریں یہاں بھی موجود ہیں اس جگہ کی روشنی کا خرچ ریاست رام پور ادا کرتی ہے۔

نہایت اچھی طرح فاتحہ پڑھ کر اور خوب دل کھول کر سیر کرنے کے بعد وکیل صاحب کے یہاں پہونچے اور اُن کے اخلاق اُن کی مہمان نواز طبیعت کا لطف اٹھا کر صدق دل سے شکریہ ادا کیا اور بالکل گھر کی طرح اُن کے مکان میں رات کو آرام سے سوئے، اطمینان کی نیند آئی۔

## ۳۰ر دسمبر ۳۶ء مزاراتِ انبیاء علیہم السّلام ۲۶ر شوال ۶ھ

صبح کی نماز اور چاء کے بعد حضرت کے روضہ پر رخصتی سلام کے لئے حاضر ہوئے، دعا کی کہ باری تعالیٰ صاحبِ مزار کے توسل سے دوبارہ معہ اعزہ و احباب حاضری کا موقع دے، دل بھرا ہوا تھا، آئینۂ قلب آنسوؤں سے مجلیٰ ہو چکا تھا، صاحبِ ولایت کی خدمت میں رخصتی حاضری تھی، کہا جو کچھ کہنا تھا، ملا جو کچھ ملنا تھا، عقیدت کے ہار نذرِ حضور کئے جو کل کی رات میں کروٹیں بدل بدل کر تیار کئے تھے،

# مولا علی کرم اللہ وجہہ

چوم لے بڑھ کر نگاہِ شوق دامانِ مزار
آج دھولے اشکِ حسرت سے ذرا دل کا غبار

جلوہ افگن ہیں یہاں مولا علی مشکل کشا
ہار اشکوں کے چڑھا قدموں پہ تو بس بار بار

کون مولائے علی شیرِ خدا زوجِ بتول
جن کے اوصافِ حمیدہ میں حدیثیں بے شمار

لحمک لحمی کہا جن کو رسول اللہ نے
جن کے قبضہ میں یدِ الٰہی، ولافتیٰ ذوالفقار

جن کو فرمایا نبی نے آپ ہیں بابُ العلوم
مرحب و عنتر تھا جن کے ہاتھ کا ادنیٰ شکار

جن کی مولدگاہ ہے گویا خدا کا پاک گھر
فاتحِ خیبر غریبوں بیکسوں کے غمگسار

رزمگہ میں یا علی کہہ کر قدم رکھتے ہیں سب
ہے زمانہ میں ابھی زندہ یہ اُن کی یادگار

جو شبِ ہجرت رسولِ پاکؐ کے بستر پہ تھے
جو اخیِ مصطفیٰؐ ہیں اور سچے جاں نثار

اے وفا مدحت ہیں جن کی آج تک مشہور ہے
شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار

رخصتی سلام کرنے کے بعد موٹر پر سوار ہوئے، آج جمعرات کا دن تھا، اور ہم نے یہ طے کر لیا تھا کہ نمازِ جمعہ بغداد شریف پہونچکر مسجد امام اعظم ابوحنیفہؒ میں ادا کریں گے،

جاڑوں کے چھوٹے چھوٹے دن، چلتے چلاتے بارہ بج گئے، ایکسو ساٹھ میل کا سفر اور متعدد مزارات کی حاضری درپیش ہے، راستہ ناہموار، زمین رتیلی، سڑک خام، سبزہ و آب کا کہیں نام نہیں، لیکن عزمِ صادق تھا فضلِ ایزدی شاملِ حال کوئی چیز نہیں روک سکتی تھی،

وکیل صاحب کے صاحبزادہ سید محمد صاحب کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے، قریب ہی نجف اشرف کے قبرستان میں اللہ کے دو پیغمبروں حضرت ہود علیہ السّلام اور حضرت صالح علیہ السّلام کے مزارات پر حاضری ہوئی دوگانہ ادا کیا، دُعائیں مانگیں اور یہاں سے چار میل چلکر کوفہ کی مشہور بستی میں پہونچے، بہت بڑا قصبہ ہے۔ دریائے فراط کے دونوں طرف آباد ہے سب سے پہلے حضرتِ مسلم کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ پھر حضرت ہانی بن عروہ کے مزار پر حاضری دی، کوفہ کی مسجد میں گئے بہت وسیع ہے۔ اسی مسجد میں عبدالرحمٰن بن ملجم نے نماز پڑھنے کی حالت میں مولا علی کرم اللہ وجہ کو شہید کیا تھا، جائے شہادت پر ایک شعر لکھا ہے۔

به سجده بود بدرگاهِ خالقِ وہاب
زدند تیغ به فرقِ علی دریں محراب

مسجد کے درمیان میں وہ تنور دیکھا جس میں سے طوفانِ نوح نکلنا بتایا جاتا ہے، مسجد سے نکل کر حضرتِ خدیجہ بنتِ مولا علیؓ کے مزار پر فاتحہ پڑھی، یہاں سے تھوڑی دور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرتِ یونس علیہ السّلام کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوئے، دوگانہ ادا کیا، فاتحہ پڑھنے کے بعد نمازِ ظہر بھی یہیں ادا کی، یہاں بھی ایک تصویر دیکھ کر ملال ہوا۔ شعائرِ اسلام کے خلاف بدبختوں نے ایک مچھلی کے منہ میں حضرتِ یونسؑ کو دکھایا ہے، خدا سے دُعا کی کہ مسلمانوں کو ایسی لغویات سے دور رکھ، کوفہ کے ایک ہوٹل میں پہونچکر دوپہر کا کھانا کھایا، وہی چلّی کے

پاٹ کی طرح بڑی بڑی روٹیاں، بالائی، کھجور سامنے آئی، اس قدر لذیذ معلوم ہوئی کہ لطف آگیا، کھجوروں کے ساتھ اس سے قبل روٹی کھانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، کھانا وغیرہ کھاکر ٹھیک تین بجے روانگی ہوئی، دریائے فرات کو عبور کیا، اور اپنی آخری نظم جو بسلسلۂ زیاراتِ کربلا پوری ہو چکی تھی، فرات کی لہروں کو مخاطب کرکے سُنائی،

# نہرِ فرات

آہ اے نہرِ فرات اے آبِ دریائے ستم　　تیرا دل پتھر کا ہی شاید نہیں ہوتا جو نم
رحم کرنے کی عوض ڈھائے ہیں وہ کوہِ الم　　تشنہ کاموں کی ہوئی پروا نہ کچھ بھوکوں کا غم
ایک قطرہ تک نہ تونے آہ پیاسوں کو دیا
ماسوا سادات پانی تیرا دنیا نے پیا
ایسے ظلمِ خاص پر بھی تو ابھی تک ہے رواں　　تجھ پہ کچھ جورِ زمیں ہے اور نہ ظلمِ آسماں
خشک ہونا چاہیئے تھا تجھ کو اب تک بیگماں　　تیرا پانی بن کے اُڑ جاتا زمانے سے دھواں
کاش فطرت اس طرح سے توڑتی تجھ پر عذاب
تیرے پانی کی جگہ آتی نظر شکلِ سراب
قافلہ سادات کا ساحل پہ بے آرام تھا　　العطش کا شور معصوموں میں صبح و شام تھا
فاصلہ ہی اُن کی تیرے درمیاں کے گام تھا　　ان کی قدموں میں پہونچتی تو یہ تیرا کام تھا
نوجوانانِ جناں سے یہ تغافل کوشیاں
قطرۂ پانی کو ترسے ساقیٔ کوثر کی جاں

کیا بگڑ جاتا ترا کرتی جو لب تشنوں کے تر کیا کمی پانی میں آجاتی ترے اے شعلہ سیر
کچھ صلہ ہی تجھکو دے جاتے کہ تھے اہلِ نظر سب سخی تھے سب غنی تھے سب کرم والے مگر

تیری قسمت میں نہ تھی توقیر کوثر اے فرات
تجھ کو بننا ہی نہ تھا زمزم کا ہمسر اے فرات

بیس میل چلنے کے بعد اللہ کے نبی حضرتِ ذوالکفل علیہ السّلام کے مزار پر پہونچے، یہودی مجاور ہیں، فاتحہ پڑھی، نمازِ عصر بھی یہیں ادا کی۔ لمبی ڈاڑھی والا یہودی مجاور ہماری اس جُرأت کو حیرت و استعجاب سے دیکھتا رہا مگر ہم کب پرواہ کرنے والے تھے، نہایت اطمینان سے نماز پڑھی حالانکہ ہمارے موٹر ڈرائیور نے جو شیعہ تھا ہم سے راستہ میں کہہ دیا تھا کہ یہاں یہودی بہت ہیں، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر نہ کرنا۔ ہم اُس کے مشورہ پر ضرور عمل کرتے اگر موت اور زیست کو اللہ کے حکم میں ہونے کا علم نہ ہوتا، تقیّہ نہ ہمارے مذہب میں ہے نہ ہم نے کیا بلکہ عصر کی نماز پڑھ کر یہ ثابت کر دیا کہ "مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہاں ہمارا"

یہ قصبہ بھی صاحبِ مزار کے نام سے موسوم ہے اور ذوالکفل کہلاتا ہے یہاں سے ہم چار بجے روانہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرتِ ایوّب علیہ السّلام کے مزار پر پہونچے صبرِ ایوب کی طرف توجّہ کی، فاتحہ پڑھی اور دعا مانگی کہ پروردگارِ عالم صاحبِ مزار کے وسیلہ سے صبر و رضا کی توفیق عطا فرما، یہاں بھی یہودی مجاور ہیں۔ یہ مقام حلّہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر نہر فرات کے کنارے سنسان جگہ میں ہے۔

فاتحہ پڑھنے کے بعد موٹر میں حلہ واپس ہوئے، بغداد کی جانب روانگی کی ٹھہرائی، یہاں سے بغداد پورے نوے میل ہے، حلہ اچھا شہر ہے کافی رونق رہتی ہے، ریلوے اسٹیشن بھی موجود ہے اس کے بازاروں سے ہوتے ہوئے شہر کے باہر پہونچے دو تین میل چل کر شہر بابل کے کھنڈر دیکھے، سورج غروب ہونے کے قریب تھا، موٹر والے کو شہ دی، اس نے بھی پوری رفتار سے موٹر چھوڑ دیا، ۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلانا شروع کیا، شام ہو چکی تھی مگر ہم سب نے طے کر لیا تھا کہ بابل کے کھنڈرات ضرور دیکھیں گے، موٹر قریب پہونچکر رکوائی، خواتین کو وہیں چھوڑا اور ہم چاروں ایک گائڈ کو لے کر جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول سکتا تھا کھنڈرات میں پہونچے نمرود اور اُس کے متعلق محل کی تباہی آنکھوں سے دیکھ کر وحدۂ لاشریک کی عظمت دل میں ہزار ہا گنی بڑھ گئی، وہ کنواں بھی دیکھا جس کو چاہِ بابل کہتے ہیں اور جس میں ہاروت و ماروت کو قید کیا گیا۔ موٹر کھنڈرات کے دامن میں کھڑی ہے، سورج نے اپنے منہ پر چادر ظلمت تان لی ہے اور دن بھر کی گردش سے تھک کر گوشۂ مغرب میں آرام کرنے چلا گیا ہے، بابل کے کھنڈرات زبانِ حال سے خدائی کا دم بھرنے والوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں اور صاف آواز آ رہی ہے، ؏ میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہو،

رات کی تاریکی پھیلتی جا رہی ہے، اپنی طرف کی موٹریں شاید ایسی تاریکی اور خطرناک دو شوار گذار سفر میں کبھی روانہ بھی نہ ہوتیں،

مگر واہ رے عراقی ڈرائیور، اس تیزی کے ساتھ اور خوشی سے روانہ ہوا کہ ہم سب حیرت زدہ رہ گئے، شائیں شائیں کرتے ہوئے اُڑے چلے جارہے ہیں، موٹر نہایت نفیس اور مضبوط ہے، تکان و ہلکان مطلق معلوم نہیں ہوتا، اور ایسی سرد ہوا و اندھیری رات میں کسی قسم کی تکلیف اور خوف قطعی پاس نہیں، مختصر یہ کہ نہایت آرام و اطمینان کے ساتھ ہم نے ۸ بجے بغداد شریف پہونچکر سجدۂ شکر ادا کیا کہ پروردگارِ عالم نے اپنے فضل وکرم سے بخیریت تمام یہاں تک پہونچایا اور عراق کے چپّہ چپّہ کی سیر کراکر تمام نبیوں اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری کی توفیق دی، دُعا مانگی کہ ہماری طرح ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ اسی طرح سے سیر کرنے کے قابل کرے، آمین

کھانا وغیرہ کھانے کے بعد بہت دیر تک لطیف صاحب اور اُن کے احباب سے خوش گپیاں رہیں، حالات و واقعاتِ سفر سُناتے رہے، پھر نمازِ عشاء سے فارغ ہو کر اپنے اپنے بستر پر دراز ہوئے اور چین کی نیند سو گئے۔

## ۲۱ دسمبر ۱۹۳۷ء جامعِ امام اعظم رضؓ ۲۰ شوال ۱۳۵۶ھ

اوّل وقت صبح کی نماز ادا ہوئی، لطیف صاحب اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی کے لئے آج دفتر چلے گئے ہیں اپنے ایک دوست کو جو، اب ہمارے بھی مہربان ہو گئے ہیں ہماری رہبری کے لئے بھیج

گئے ہیں، عبدالرزاق نام ہے ہندوستان کے رہنے والے ہیں، عربی خوب بولتے ہیں ان کے ساتھ سب سے پہلے حجّام کے یہاں پہونچے، حمّام میں نہائے، اور ٹھیک گیارہ بجکر چالیس منٹ پر امام اعظمؒ کی جامع مسجد میں پہونچ گئے، مسجد خوب ہے، مرصع ہے، بُلند گنبد پر چاروں طرف میناکاری کی گئی ہے۔ ترکوں نے اس مسجد کو بہت شان و عظمت دی ہے۔

ہندوستان میں ہر جگہ مغلیہ خاندان کی عمارتیں اور یہاں کے ملکوں میں ترکوں کی قومی تعمیریں ہر جگہ نظروں کو خیرہ کر رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ عالمِ اسلام کو تمام دنیا میں ترکوں کے ساتھ ہمدردی اور اُنس ہے اور وہ قومی خدمات کی وجہ سے یورپ جیسی اسلام دشمن سرزمین کے قریب ہمیشہ اغیار کا سینہ کچلنے کیلئے اُبھرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو بزرگانِ دین کی خدمات کے صلہ میں ہمیشہ فتحیاب کرے اور ہر جگہ اُن کا ترکی پرچم لہرائے، آمین۔

یہاں گیارہ بجے سے پونے بارہ بجے تک دو تین آدمی باری باری سے قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے ہیں، تمام نمازی باادب بیٹھے ہوئے سُنتے رہتے ہیں، اذان ہوتے ہی سب ایک دم سُنّتیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، خطبہ کی اذان کے بعد خطیب ممبر پر پہونچکر خطبہ پڑھتا ہے، نمازِ فرض ادا ہونے کے بعد جب سب لوگ سنّت و نوافل پڑھ چکتے ہیں تو دُعا مانگی جاتی ہے، مزارِ مبارک کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور فاتحہ پڑھنے کے بعد لوگ گھروں کو روانہ ہوتے ہیں۔

خوش قسمتی ہے کہ آج نماز کا موقع اُس مسجد میں ملا جس میں حضرت امام اعظمؒ نماز ادا کرتے تھے، تمام نمازی بہترین سوٹ میں ملبوس، بعض اُن پر عبا پہنے ہوئے تھے. ملکی طرزِ تمدن اور وضع قطع لباس کا اثر مذہبی فرائض کی ادائیگی کو نہیں روک سکتا، جیسا کہ یہاں مشاہدہ ہوا سوٹ بوٹ میں کسے ہونے کے باوجود ان لوگوں نے نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کی اللہ تعالیٰ قبول کرنے والا ہے، مگر نماز کا شوق یہاں کم ہے اور دن بدن کم ہوتا چلا جارہا ہے، بازاروں میں بھیڑ لگی ہوئی، جلوس کی سی شان مگر مسجدوں میں نماز کے وقت سو ڈیڑھ سو آدمیوں سے زیادہ تعداد نہیں ہوتی، خدا رحم کرے، اس معاملہ میں ہندوستان کی حالت پھر غنیمت اور بہت ارفع ہے. کاش کہ یہاں کے لوگ مغربیت کے جراثیم اپنے جسموں سے دور کریں اور نماز کے فلسفہ پر غور کرکے اُس کی طرف مائل ہوں، آمین

## عجائب خانہ نمرود

یکم جنوری ۱۹۳۸ء ۲۸ شوال ۱۳۵۶ھ

الحمد للہ کہ ۱۹۳۷ء کا اختتام غلام آباد سے باہر ہوا، اور عیسوی سال کا آغاز نیم آزاد حکومت میں شروع ہوتا ہے، نصرانیوں میں نئے سال کی خوشیاں منائی جارہی ہیں، میں بھی آج مسرور ہوں کہ اس نئے سال میں انشاء اللہ میری دلی تمنا بھی پوری ہونے والی ہے ۱۹۳۸ء اپنے مبارک ایام میں کیا دبا کر لایا ہے یہ تو اللہ کو علم ہے لیکن امیدوں

کی شعاعیں، اسلام کا عروج، مسلمانوں کی عزت نمایاں ہے، خدا سے دُعا مانگ رہا ہوں کہ میرے تصورات اور تخیلات کو عملی جامہ پہنا اور میرے خیال کے مطابق سال رواں۔ ؎ ہر طرف اسلام کا لہرائے پرچم اے وفا۔ کی مکمل تصویر ہو۔ آمین

عراق کی سرزمین پر نبیوں، اماموں، ولیوں، شہیدوں اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر حاضری ہو چکی ہے۔ شہروں، قصبوں، قریوں کے علاوہ یہاں کے جنگل، کوہستان، اور نخلستان کی سیر کر چکے ہیں، بغداد کی ایک ایک گلی، ایک ایک عمارت اچھی طرح دیکھی ہے، ۳۰ جنوری کو مجوزہ پروگرام کے تحت دمشق کی روانگی ہے، ان آنکھوں سے وہ وہ مزارات ومقامات دیکھے جو لاکھوں نے سُنے ہوں گے نہ کروڑوں نے دیکھے ہوں گے اور خدا معلوم کتنوں کی دیکھنے کے لئے آنکھیں ترستی ہوں گی، ایسے عجائب خانے دیکھے جو عجائبات عالم میں سے نہیں ہیں بلکہ خدائی کا دم بھرنے والوں کا محشرستان تصور ہوتے ہیں، نمرود اور اس طرح کی حکومت کرنے والوں کا تمام اسبابِ قدرت جو لاکھوں روپیہ صرف کرکے کھدائی کے ذریعہ برآمد ہوا ہے ان عجائب خانوں میں نہایت احتیاط کے ساتھ محفوظ ہے رہائشی اور آسائشی سامان، لمبے چوڑے مجسمے، شراب کے پیمانے، طلائی اور نقرئی زیورات، اس زمانے کے سکے، ایک عورت کا سر جو کسی قدر پچکا ہوا ہے، دانت نمایاں ہیں، گلے میں ہار اور مختلف اقسام کے زیورات پہنے ہوئے ہے ہر چیز کو دیکھ کر عبرت حاصل کی، اور قدرت

آلٰہی کے کرشمے نظر آئے۔

شاہِ عراق کو دیکھا اور بالکل اتفاقیہ، میں ایک دوکان پر بغداد کی مشہور مشہور تصاویر خرید رہا تھا کہ دوکاندار نے اشارہ کیا، غازی، غازی، ایک موٹر آگے دو موٹر سائیکلیں پیچھے، درمیانی موٹر میں اپنے پرائیویٹ سکریٹری کے ہمراہ فوجی لباس میں بیٹھے ہوئے دونوں طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ سے سلاموں کا جواب دیتے ہوئے ہمارے قریب سے نکل گئے، آدمی شکیل، توانا اور تندرست ہے، بس اکیس سال کی عمر معلوم ہوتی تھی، بغداد کی انجمن اسلامی کے ناظم صاحب سے ملاقات ہوئی، آدمی سنجیدہ، متین، اور خلیق ہیں، ہندوستانی ہیں، یہاں قاری صاحب مشہور ہیں، عرصہ سے بغداد میں قیام ہے، محبت آمیز شکوہ فرمایا کہ میں نے ان سے پہلے ملاقات کیوں نہ کی معذرت چاہی اور صاف صاف کہہ دیا کہ یہاں کی آمد کا حقیقی مقصد بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری دینا تھا اس لئے زیادہ وقت انھیں حضرات کی خدمت میں گذرا یہ آخری دو دن ملنے ملانے اور دیکھنے بھالنے کے لئے رکھے گئے تھے، اس لئے اب حاضرِ خدمت ہوا ہوں، اُن سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں انڈین ایسوسی ایشن بھی ہے جس کے ممبروں میں ہندوستان کے باشندے ہندو مسلمان سب شامل ہیں، دفتر کی جانب گیا مگر ناوقت ہونے کی وجہ سے کسی صاحب سے ملاقات نہ ہوسکی،

رافیدین کمپنی سے دمشق جانے کیلئے معاملہ طے کرلیا تھا، ٹکٹ

خریدے، مگر تجربہ سے ثابت ہوا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے ساتھ تو انھیں کچھ نہ کچھ مراعات کرنی ہی پڑیں، واقعہ یہ تھا کہ پیشگی روپیہ لیتے وقت کمپنی کے منیجر نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ فرسٹ کلاس کی اگلی چھ سیٹیں ہمیں ملیں گی، سامان چالیس کیلو فی کس بغیر محصول کے لیا جائیگا، زیادہ پر کرایہ ادا کرنا پڑے گا، نیز یہ بھی طے ہوا تھا کہ روانگی کے وقت بجائے اُن کے اسٹینڈ کے کسٹم ہاؤس سے جو ہماری قیام گاہ کے بہت قریب تھا موٹر بس میں سوار ہوں گے، لیکن ۲ رجنوری کو شام کے وقت جبکہ ہم نے ٹکٹ خریدے تو اُن کا طرزِ گفتگو بالکل بدلا ہوا اور قطعی تجارتی اصول پر تھا، وہ بہت سختی کے ساتھ سامان کا وزن کرنے لگے، تیس کیلو فی کس کے حساب سے منہا کرکے بقیہ پر دام لگائے، بیٹھنے کیلئے بھی موٹر گیرج پر پہونچنے کا حکم دیا، پہلے تو ہم اس ڈرامہ کو خاموشی کے ساتھ دیکھتے رہے آخر انسان تھے جب دل آزار سین متواتر نظر سے گذرنے لگے تو علی گڑھ کی رہائشی زندگی سامنے آگئی اور ذرا سنبھل کر اُن سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کا طرزِ عمل نہایت عامیانہ ہے اور غیر ملکی سیاحوں کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ قطعی ناروا، ہم نے تو آپ کی کمپنی کے متعلق ارادہ کیا تھا کہ ہندوستان پہونچکر اس کی تعریف اخبارات کے ذریعہ کرکے ہندوستانیوں کو اس کمپنی کی معرفت سفر کرنے کی ترغیب دلائیں گے مگر اب ہمارا خیال بدل گیا ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ یہاں کے اخبارات میں آپ کے

خلاف پروپیگنڈہ کریں گے اور آپ سے اس غیر شریفانہ برتاؤ اور معاہدہ کی خلاف ورزی کا بدلا لیں گے جس کا خمیازہ آپ کو بہت جلد بھگتنا پڑیگا اور اِس عمل سے پھر ہم جیسے بہت سے مسافروں کو آپ پریشان نہ کر سکیں گے، ہماری تقریر کا جادو چل گیا، گفتگو کارگر ہوئی، سامان چالیس کیلو فی کس کے حساب سے لگایا گیا، بیٹھنے کیلئے بھی کسٹم ہاؤس کا وعدہ کیا۔ اس مرحلہ کو طے کرکے مکان واپس ہوئے، کھانا وغیرہ کھایا لطیف صاحب کی مہماں نوازی اور فطری محبت کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جائے، اُن کی لڑکی فاطمہ کو بلاکر قرآن شریف سُنا، وجدانی کیفیت طاری ہوگئی ایک دینار بچّی کو انعام دیا، لطیف صاحب اُسے نہیں لینے دیتے تھے، ہم نے کہا آپ اس معاملہ میں نہ بولئے، فاطمہ اس وقت ہماری بچّی ہے اور ہم اپنی بچّی کو انعام دے رہے ہیں، غرضیکہ اس طرح بیحد اصرار کرنے پر وہ مجبور ہو گئے۔

لطیف صاحب کی بیگم صاحبہ جو عراقی ہیں اور اُردو کا ایک لفظ نہیں جانتیں اُنھوں نے اشاروں اشاروں سے جس طرح ہماری خدمت کی ہم اُس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے اور اس کے لئے لطیف صاحب سے زیادہ ہم اُس شریف خاتون کے ممنون ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو معہ اہل وعیال کے ہمیشہ خوش وخورم اور شاد وآباد رکھے، آمین۔

چونکہ صبح کو بغداد سے روانگی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سرسری طور پر عراق کی عام حالت کا ذکر کردیا جائے جس سے ان

اوراق کا مطالعہ کرنے والوں کو یہاں کی مفصل کیفیت معلوم ہو سکے
اور اچھی طرح خیالی فوٹو سامنے آجائے،

## آئینۂ عراق

حکومت عراقی ہے، شریف کا پوتا برسرِ اقتدار ہے، پارلیمنٹری اصول پر نظامِ حکومت قائم ہے، برطانیہ کی سیاسی ترکیبیں جاری ہیں، رعایا خوش اور مطمئن ہے۔ وطن پرستی کا جذبہ عام ہے، تعلیم یافتہ ہو یا جاہل ملازم ہو یا کاریگر، تجار ہو یا مزدور سب کا دل اس نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال ہے سگریٹ نوشی بکثرت ہے، عورتیں بھی نہایت بے تکلفی اور آزادی کے ساتھ سڑکوں پر منھ میں سگریٹ دبائے پھرتی رہتی ہیں بے پردگی بکثرت اور زوروں پر ہے، لباس کی وضع سب کی یکساں ہے اس لئے نصرانی، یہودی، ایرانی، عراقی وغیرہ کی پہچان بہت مشکل ہے، رنگ سب کا سفید و سرخ، تندرستی نہایت عمدہ، روٹی کے علاوہ باقی کھانے پینے کی تمام چیزیں گراں ہیں، سگریٹ سازی کے کارخانوں کا شمار نہیں، اسی طرح سگریٹ کے اقسام بے شمار ہیں، ایک خاص بات ہے کہ یہاں کے لوگ باہر کی سگریٹ استعمال نہیں کرتے، اگر ایسا ہوتا تو لاکھوں روپیہ سگریٹ کی بدولت غیر ممالک کو چلا جاتا، منجملہ صدہا اقسام کے یہ چند سگریٹیں مشہور ہیں اور زیادہ تر بازار میں یہی فروخت ہوتی ہیں۔ غازی، عراقی، الامراء، ممتاز، ملوک، نصر، الجنوب، المودۃ،

خصوصی، البطلہ، کیل، ملوکی، لیلیٰ، ہدیۃ الملوک، الشباب، الشرب، یہ سب بغداد کی بنی ہوئی ہیں جن میں غازی بہت مقبول ہے اور بڑے شوق سے پی جاتی ہے، اپینے والے کہتے ہیں کہ سیزر سے بھی اچھی ہے۔ بھائی صاحب اور سید محمد حسین صاحب بھی بہت تعریف کرتے ہیں، پیکنگ بہت نفیس ہے، بنڈل خوبصورت ہیں، مگر یہاں سے ایک سگریٹ بھی تجارتی طور پر باہر نہیں جا سکتا، ملکی حکومت نے بہت سخت محصول قائم کر رکھا ہے۔ نمونہ اور تحفہ کے لئے پانچ بکس لیکر رکھ لئے ہیں، یہاں کپڑے کی تجارت بھی کافی ہے، رومال مشہور ہیں اور بطور تحفہ خریدے جاتے ہیں، اخبارات، البلاد، الکفاح، بغداد، الاستقلال، وغیرہ بازار میں خوب بکتے ہیں، اخبار بینی کا شوق بہت زیادہ ہے، لیکن انگریزی سیاست کا حکومت اور رعایا دونوں کے دلوں پر اثر ہے، گھوڑے بہت عمدہ اور مشہور ہیں عبا کا عام رواج ہے چھوٹے بڑے سب پہنتے ہیں، قالین اچھے بنتے ہیں، عام کھانے کا معیار معمولی ہے، گوشت البتہ نہایت عمدہ ہوتا ہے، کھجوروں کی افراط ہے، گھوڑدوڑ کا شوق بہت ہی ہے۔ دودھ کا استعمال کم اور دہی کا زیادہ ہے۔ کاروباری شعبوں میں ہندوستانی باشندے بھی ہیں جن میں پنجابیوں کی اکثریت ہے۔ ایسے ہوٹل اور سرائیں کم ہیں جن میں عام طریقہ پر ٹھہرنے کا انتظام معقول ہو۔ یہاں کے چپہ چپہ پر بزرگان دین کے مزارات ہیں لیکن جب تک کوئی واقفِ راہ ساتھ نہ ہو ہر جگہ حاضری مشکل ہے، اس لئے سب سے بہتر یہی ہے کہ روضۂ غوث پاکؒ پر رباط

میں قیام کرے اور مزدورین کی رہبری میں ہر جگہ حاضری دے۔ آنکھوں والوں کے لئے فیوض وبرکات کی ہر جگہ بھرن پڑتی رہتی ہے اور کور دیدوں کو کہیں کچھ نظر نہیں آتا، عراقی حکومت کے انتظامات لائق داد اور قابلِ تحسین ہیں، ہر محکمہ میں نوجوان اور تنومند ملازم ہیں جو نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیتے ہیں۔

## عراقی سکے

(کاغذی نوٹ، ایک دینار ایکہزار فلس کا، نصف دینار پانسو فلس کا، ربع دینار دوسو پچاس فلس کا۔

(چاندی کا سکہ) پچاس فلس اور بیس فلس کا ہے۔

(نکل کا سکہ) دس فلس اور چار فلس کا ہے (تانبہ کا سکہ) دو فلس اور ایک فلس کا ہے۔ انگریزی روپیہ کے چوہتر فلس آتے ہیں۔ اور دینار عہ ۵ر ۴ پائی کا ہے۔



# چوتھی منزل

شام

# بغداد سے دمشق کو روانگی

۳؍جنوری ۱۹۳۶ء		۳۰؍شوال ۱۳۵۴ھ

## ۵۰۰ میل کا سفر

علی الصبح بیدار ہوئے، ٹھیک پانچ بجے مکان سے چلے، کسٹم ہاؤس اور ہوائی جہاز کا اسٹیشن ایک ہی جگہ ہے، ہم نے ہندوستان جانیوالے ہوائی جہاز کو اپنے سامنے چھ بجے روانہ ہوتے ہوئے دیکھا، انشاء اللہ ہمارا خط بھی جو اس کے ذریعہ روانہ ہوا ہے بہت جلد وطن پہونچ جائیگا۔ اس جہاز میں آٹھ انگریز مسافر بھی لندن سے ہندوستان جا رہے ہیں جن میں چھ مرد اور دو عورتیں ہیں، ۶½ بجے ہماری موٹر بس بھی آگئی، اگلی سیٹوں پر انگریز نما عربی مرد اور عورتوں نے موٹر گیرج سے ہی قبضہ جمالیا ہے۔ یہاں نہ منیجر ہے نہ مالک کمپنی مجبوراً شوفر سے کہا کہ اگلی سیٹیں تو ہمارے لئے طے ہو چکی تھیں اُس نے معذوری ظاہر کی، ہم نے خود اُنھیں چھیڑنا مناسب نہ سمجھا، مجبوراً بعد کی سات تا بارہ سیٹوں پر بیٹھ گئے، عبداللطیف صاحب کی مہمان نوازی اور محبت کا شکریہ ادا کرکے ان سے رخصت ہوئے، ادھر وہ مکان کو واپس ہوئے ادھر ہماری موٹر ۷ بجے روانہ ہوئی، اللہ تعالیٰ سے اس دشوار گذار سفر کے بخیریت اختتام پذیر ہونے کی دُعا مانگی، کسی کے ساتھ زیادتی کرنے کا نتیجہ دیکھئے کہ اگلی سیٹ کے اوپر پانی کی ٹنکی تھی جس میں نل لگا ہوا تھا کہ ہر وقت آسانی کے ساتھ پانی ملسکے،

وہ ٹپکنے لگی اور اگلی سیٹ والوں کو قدرت کی طرف سے انعام مل گیا،
ہم سب بفضلِ ایزدی نہایت آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں، موٹر بس
نہایت آرام دہ اور مخصوص طریقہ پر لمبے سفر کے لئے نہایت مضبوط
بنائی گئی ہے، اس میں ۲۴ کرسیاں ہیں جو رات کو سوتے وقت آرام کرسی
کی طرح بنالی جاتی ہیں، پچاس میل تک سڑک نہایت عمدہ ملی اس کے بعد
ناہموار اور پھر دو سو میل کے بعد سڑک کا کہیں نام و نشان نہیں تھا، ایک
لق و دق میدان جس میں حیوان نہ انسان، دور دور سبزہ کا نام نہیں،
کوسوں پانی ناپید، موٹر ڈرائیور نہایت ہوشیار اور راستہ سے خوب واقف
تھا، جدھر چاہتا تھا موٹر گھما دیتا تھا اور اس بیابان جنگل میں اس طرح
چل رہا تھا جیسے عمدہ سڑک پر، ۸ بجے رمادی پہونچے، یہاں موٹر رکی
پاسپورٹ پر حکومتِ عراق سے نکلنے کا ویزا ہوا، ہمیں علی گڈھ اور کراچی
میں بتایا گیا تھا کہ بطور ضمانت سو روپیہ جمع کرنے ہوں گے مگر ہم نے
یہاں جمع کئے نہ وہاں اور نہ کسی نے ہم سے طلب کئے یہ سب اللہ تعالیٰ
کا فضل و کرم ہے۔ دوپہر کے بارہ بجے ایکدم موٹر روکی گئی، ہم نے
سمجھا کہ موٹر میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے، مگر نہیں بحمد اللہ ایسا نہیں ہوا۔
بلکہ دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے روکی گئی تھی، یہ سفر اور اس سفر کا کھانا
عمر بھر یاد رہے گا، پتھریلی زمین، چرند و پرند کے بجائے پتھر کے ٹکڑے
انسانوں کی جگہ چھوٹے بڑے اونچے نیچے ٹیلے، مکانوں کی جگہ پہاڑ
غرضیکہ عجیب و غریب جگہ پر چوبیس مسافر اور دو موٹر والے کُل چھبیس[۲۶]

آدمی موٹر سے اُتر کر اس کنکریلی زمین پر کھانا کھا رہے تھے، ایک صاحب کے ہمراہ کتا بھی ہے جو اپنی انگلش نما مالکہ کا ہر وقت منہ چاٹتا رہتا ہے اس وقت میدان میں دوڑ لگا رہا ہے، نصف گھنٹہ یہ پُر لطف سین رہا اس کے بعد سب لوگ اپنی اپنی جگہ آ بیٹھے اور موٹر پھر روانہ ہوئی، شام کے پانچ بجے سے پہلے بہت دور سامنے کی طرف کوئی سفید اور سیاہ چیز نظر آئی، ہم نے سمجھا برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ ہوں گے، مگر وہ متحرک معلوم ہونے لگے تو یہ شبہ ہوا کہ خانہ بدوش عربی باشندے ہیں جو اپنے لمبے لمبے سیاہ و سفید عباؤں میں شام کی سیر کرتے پھر رہے ہیں، لیکن یہ شبہ بھی رفع ہو گیا جب کہ موٹر قریب پہونچی، یہاں آکر دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ انسانوں کی بستی نہیں بلکہ اونٹ نگر ہے، ہزاروں اونٹ مٹر گشت لگا رہے تھے ان میں سیاہ بھی تھے، سُرخ بھی، بادامی رنگ کے بھی تھے اور سفید بھی، جنگل کا یہ دلفریب منظر تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو گیا اور ہمارا موٹر بمقام رُطبہ پہونچا، یہاں عراقی حکومت ختم اور شام کی سرحد شروع ہوتی ہے، سب نے چاء پی، شام ہو چکی تھی، مطلع صاف تھا آسمان کی طرف نگاہ کی تو ذیقعدہ کا چاند نظر آیا دُعا مانگی کہ پروردگارِ عالم ہمارا سفر بخیریت انجام کو پہونچائے اور ان دشوار گذار راستوں میں صعوبات و مشکلات سے بچائے، یہاں سے بھی روانہ ہوئے، تمام رات سفر کرنا ہے، ناہموار راستہ اور بیابان جنگل ہے، خدا کے بھروسہ پر چلے جا رہے ہیں، ڈرائیور بھی اندازہ سے جدھر راستہ صاف دیکھتا ہے اُدھر کو

موٹر چلا دیتا ہے، موٹر میں بیٹھے ہوئے مسافر کچھ اونگھ رہے ہیں کچھ باقاعدہ سو رہے ہیں لیکن ان میں بھی کچھ خدا کے نیک بندے ایسے ہیں جو عالم تصور میں آئندہ کا نقشہ جمائے ہوئے ذکر و اذکار اور ورد و وظائف میں مشغول ہیں۔ درود شریف زبان پر جاری ہے، لبوں پر دعائیں ہیں۔

نصف سے زیادہ رات طے ہو چکی تو شامی حکومت کی پہلی پولیس چوکی پر جاکر تین بجے شب کو موٹر رکی، کسٹم ہاؤس قریب تھا، پاسپورٹ لئے گئے، اوپر سے اسباب اتار اگیا۔ ہر شخص اپنا اپنا سامان کھول کر دکھا رہا ہے اور ہم ہیں کہ اپنے مولا سے اس مشکل کو آسان کرنے کی دعا مانگ رہے ہیں، آنکھوں سے دیکھا کہ آخر ہمارے صندوق اور بستر بھی اتارے گئے، میں چابیاں لے کر موٹر سے اترا، اپنے ہمراہیوں کو موٹر سے اترنے کی اس سردی میں تکلیف نہیں دی، کسٹم ہاؤس کا افسر معہ چند فرانسیسی سپاہیوں کے سامان کی دیکھ بھال کر رہا تھا، انگریزی میں گفتگو کی، ان میں سے کسی نے خاک نہ سمجھی، مگر اللہ کی قدرت دیکھئے کہ ہمیں اجازت مل گئی اور بغیر دیکھے سامان موٹر کے اوپر رکھوا دیا گیا، حالانکہ سب نے اپنا سامان کھول کر دکھایا اور باقاعدہ جانچ ہوئی، واہ میرے مولا تیرا شکر ادا کرنے کے لئے کہاں سے زبان لاؤں، عقل اور آنکھ رکھنے والے انسان! دیکھ! اور خدا کی شان پہچان! عبرت حاصل کر! قدرت پر بھروسہ رکھ! دوسرے کے سامنے گردن جھکانا چھوڑ! ہم مسافران بیت اللہ کا اس سنسان اور بیابان جنگل میں جو پردیسیوں کے لئے

نئی دُنیا ہے سوائے خدا کے کون مددگار تھا، اُسی سے رجوع کیا اُسی سے سفارش چاہی، دوسروں کی پرواہ نہ کی، اُس نے ہمیں اپنے کرم سے نوازا!! اور کوردیدوں کو دکھلا دیا کہ جو تنہا اُس پر بھروسہ کرتے ہیں اُن کی مشکلیں کس طرح آسان ہوتی ہیں۔ پاسپورٹ داخلی وزا کے بعد واپس ملے اور موٹر یہاں سے روانہ ہوئی لیکن ہمارے پاسپورٹ شوفر نے روک لئے اور دریافت پر جواب دیا کہ حکومتِ شام کے قوانین کے رُو سے حجاز کے پاسپورٹ دفترِ سی، آئی، ڈی میں پیش ہوں گے جب تک وہاں سے اجازت نہ ملے گی شہرِ دمشق میں داخلہ نہ ہو سکے گا۔ بتقاضائے بشریت سب کو چنداں فکر ہوئی، مگر حفظ الرحمٰن کی نظریں کہیں اور جمی ہوئی تھیں، ذرّہ برابر خیال نہیں ہوا، شرکائے سفر کو اطمینان دلایا کہ آپ لوگ مطلق پریشان نہ ہوں ہم لوگ بلائے ہوئے جارہے ہیں، بفضلِ ایزدی ہمارا سب کام انشاء اللہ حسب دلخواہ طے ہوگا۔

## دمشق

(عروس البلاد)

۴ر جنوری ۱۹۳۸ء　　　　یکم ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

صبح کے سہانے وقت میں چار بجے ہماری موٹر روکی گئی، ایک عمدہ اور مضبوط عمارت میں سے فرانسیسی وردی پہنے ہوئے نوجوان آفیسر برآمد ہوا، شوفر نے پاسپورٹ اُس کے حوالے کئے، موٹر رُکی ہوئی ہے دس منٹ کے بعد وہی افسر پاسپورٹ ہاتھ میں لئے واپس آیا،

شوفر سے عربی میں گفتگو ہوئی، ہماری سمجھ میں صرف لفظ قرنطینہ آیا، ایک صاحب جو بغداد سے ہمارے ساتھ سوار ہوئے تھے اُنھوں نے انگریزی میں ہمیں بتایا کہ حکومتِ شام کے قاعدہ کے مطابق حجاج کو قرنطینہ میں رہنا پڑے گا، جس وقت تک ڈاکٹر اجازت نہ دے گا آگے نہیں جا سکتے! یہ عمارت قرنطینہ کی ہے، میں نے اُن صاحب سے کہا کہ آپ ہماری طرف سے اُن سے یہ کہہ دیجیے کہ اس وقت ہم لوگوں کو یہاں اُترنے میں سخت زحمت اور تکلیف ہوگی، وہ ہمارے پاسپورٹ اپنے پاس رہنے دیں اور ہم کو اجازت دیدیں کہ ہم دمشق میں جاکر عبدالرحمٰن الہندی کے یہاں قیام کریں، صبح کو آکر ان سے بات چیت کریں گے اور اس وقت جو رائے قرار پائے گی اس کو بخوشی اختیار کریں گے، اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی اپنا فضل کیا اور ہم کو اجازت مل گئی، پاسپورٹ اِن کے پاس چھوڑ کر ہم اب شام کی سرسبز و شاداب زمین پر سفر کرنے لگے، ۵ ۱/۲ بجے دمشق کے نواح میں پہونچے اور سبزہ زاروں میں ہوتے ہوئے پونے چھ بجے موٹر کے اڈّے پر اُترے، موٹر اس قدر تیز آئی تھی کہ سات بجے کے بجائے پونے چھ بجے اڈّے پر پہونچ گئی، قبل از وقت آمد، سردی کا وقت، سورج نکلنے میں کافی وقفہ، کہاں جائیں اور کس سے عبدالرحمٰن الہندی صاحب کے مکان کا پتہ دریافت کریں، وہ حسبِ اطلاع سات بجے ضرور اڈّے پر تشریف لائیں گے مگر یہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اس تیز سردی میں کس طرح گذاریں، اُنھیں کیا خبر کہ موٹر

آج اتنی جلد پہونچ جائے گی، بہرحال اللہ پر بھروسہ تھا، زبان سے ناواقفیت تھی، موٹر سے اُترا اور حمّال سے عبدالرحمٰن الہندی کا نام لیا، وہ اُن سے واقف نکلا، فوراً ٹھیلہ منگوایا گیا اور ہم سب اسباب کے ساتھ پاپیادہ معزز میزبان کے دولت کدہ کی طرف روانہ ہوئے، مشکل سے دس منٹ راستہ طے کیا ہوگا کہ ٹھیلے والے نے ایک مکان کے دروازہ پر ٹھیلہ روک کر اشارہ کیا کہ یہی مکان ہے۔ عبدالرحمٰن صاحب وضو کرکے موٹر اڈّے پر روانگی کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ ہم پہونچ گئے، اس طرح ہم سب کو خوش آمدید کہا جیسے برسوں کی محبت ہو، بڑے تپاک سے ملے، سب کو مکان کے اندر لے گئے، کیسا عالیشان سہ منزلہ مکان ہے، بجلی کی روشنی، پانی کے نل، پھولوں کے گملے، صحن میں حوض اور فوارہ نیچے اوپر متعدد کمرے ہیں، ہر کمرہ سامانِ آسائش سے مکمل، دوسری منزل پر ہمارا قیام ہوا۔ ایک کمرہ خواتین کے لئے دوسرا ہمارے لئے مع ضروری سامان سے آراستہ وپیراستہ مرحمت ہوا، اتنا وسیع مکان ہے کہ بیک وقت سو ڈیڑھ سو آدمی نہایت آرام وآسائش کے ساتھ ان کے یہاں مہمان رہ سکتے ہیں۔

فاطمہ نامی ایک عورت ہماری خدمت پر مامور کی گئی ہے۔ گھر سے زیادہ آرام ہے، صبح کی چاء پی، عبدالرحمٰن صاحب کے چھوٹے بھائی کاظم صاحب تھوڑی دیر کے بعد تشریف لائے، اُنھیں افسوس تھا کہ گاڑی جلد پہونچنے کی وجہ سے وہ موٹر اڈّے پر ہمارا استقبال نہ کرسکے،

اور ہمیں یہاں تک پہونچنے میں تکلیف اٹھانی پڑی، ہم نے اُن کی پُرخلوص محبّت کا شکریہ ادا کیا، بڑے خلیق اور ملنسار آدمی ہیں، ان کا اصلی وطن دہلی ہے اور گلی حکیم بقا میں مکان ہے، چالیس سال سے یہاں مقیم ہیں غدر کے ایّام میں ان کے جد امجد بوجوہ دہلی چھوڑنے پر مجبور ہوئے، ادھر آ نکلے، چمڑے کی تجارت اعلیٰ پیمانہ پر جاری ہے، حکام و روساء میں کافی رسوخ و اثر ہے۔ ہمارے پاسپورٹوں کا ذکر سن کر ہنس دے اور مسکرا کر فرمایا کہ اطمینان رکھئے اب آپ یہاں تک پہونچ گئے تو انشاء اللہ سب کام بآسانی اور حسب منشا ہو جائیگا۔

یہاں آج سردی زیادہ ہے صبح کو بارش بھی ہو چکی ہے۔

سب سے پہلی فکر ہمیں اور ہم سے زیادہ عبدالرحمٰن صاحب کو پاسپورٹوں کی تھی، چنانچہ اُنھوں نے گھر بیٹھے ہوئے اپنے اثر و رسوخ سے کام لیکر ہمارا کام کرادیا، ڈاکٹری سرٹیفکٹ بھی مل گیا، ویزا بھی ہو گیا، بیت المقدس جانے اور حجاز روانہ ہونے کا پروانۂ راہداری بھی مل گیا، اور ہم نے مسبب الاسباب کا شکر ادا کیا کہ ہماری آسانی اور سہولت کے کیا کیا ذرائع پیدا کر دیتا ہے، اتنے دور و دراز اور نا واقف ملک میں جہاں کوئی پُرسانِ حال اور شناسا تک موجود نہیں کس قدر آرام کے ساتھ تمام مشکل مرحلے طے ہو گئے، عبدالرحمٰن صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ یہ ہر ہندوستانی کے ساتھ اسی محبت و مروّت سے پیش آتے ہیں اپنے اور اپنے ملازمین کے ذریعہ جملہ ہندوستانی سیاحین اور زائرین کو دمشق

کے مزارات اور مشہور مقامات دکھاتے ہیں، ٹھہرانے کا انتظام کرتے ہیں اور بعض اوقات غریب و نادار سیاحوں کی خدمت بھی بجا لاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو ہمیشہ خوش و خورم اور کامیاب رکھتے ہوئے اُن کے مقاصد دارین برلائے، آمین،

اگر عبدالرحمٰن صاحب کا ذریعہ نہ ہوتا تو شامی حکومت کے قوانین کی پابندی ہم پر بھی لازماً عائد ہوتی اور تین روز قرنطینہ میں رہنا پڑتا۔ اس کے علاوہ ہر حکومت کی طرح حاجیوں کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنانے کا طریقہ یہاں بھی موجود تھا جیسے کہ حکومتِ عراق نے نجف تا مدینہ طیبہ نیا رستہ نکال کر حجاج کو واپسی ٹکٹ لینے اور سو روپیہ نقد ضمانت داخل کرنے کا قانوناً پابند لیا ہے اسی طرح شامی حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر حاجی کو بیروت سے واپسی ٹکٹ دلا کر حجاز کو روانہ کرے جس کی وجہ سے وہ پابند ہو جائے بارے ہمیں ان دشواریوں سے سابقہ نہیں پڑا اور ہر طرح اپنا کام پورا ہو گیا۔

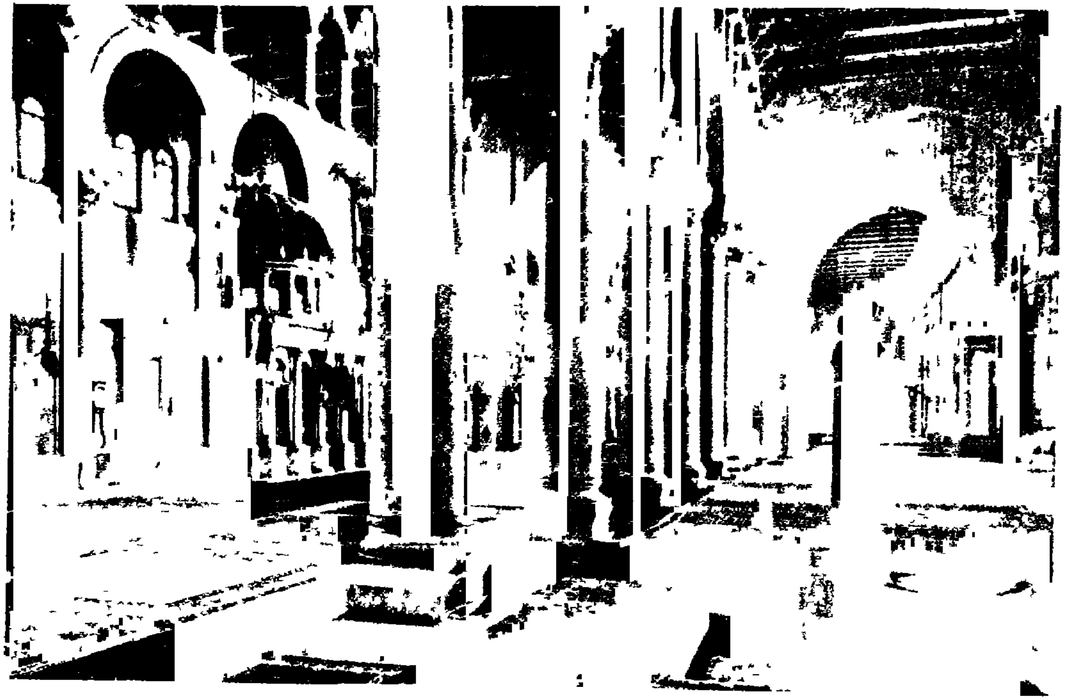
## دمشق کی زیارات

۵ر جنوری ۱۹۳۸ء ۲ر ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

موسم میں ایک ساتھ تبدیلی پیدا ہو گئی ہے، کافی سردی اور بارش ہے۔ اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد ہم نے دمشق کی زیارات و مقامات کی سیر کا قصد کیا سب سے پہلے مسجد اموبہ جو جامع دمشق کہلاتی ہے اس کو دیکھنے گئے، یہ مسجد اپنی شان و عظمت، وسعت و صنعت کے لحاظ

سے دُنیا کی مشہور عمارات میں شمار ہوتی ہے، کسی زمانے میں یہ مسجد رومیوں کا بت خانہ تھی اور یہاں سورج دیوتا کی پوجا ہوتی تھی، اس کے بعد جب عیسائیوں کا قبضہ و تسلط ہوا تو انھوں نے اس کو گرجا بنالیا، مسلمانوں نے اپنے عہد میں اس خوبصورت اور وسیع عمارت کو مسجد بنا کر اپنے معبود حقیقی کی عبادت کی اور ترکوں کے زمانۂ عروج میں اس کو عروس البلادِ دمشق کی طرح عروس المساجد بنادیا۔ اس میں سنگ مرمر کے عالیشان چالیس ستون ہیں جن میں درمیانی چار ستون جن کے سامنے منبر، محراب اور حنفی مصلّیٰ ہے بہت شاندار ہیں، محراب کے سامنے دو بڑے شمعدان رکھے ہوئے ہیں جنکی بتیوں کی اونچائی تقریباً پندرہ فٹ اور قطر دو فٹ ہے، اس کی بتیاں ترکوں کے زمانہ میں جلا کرتی تھیں، مسجد کی وسعت کا اندازہ اس طرح آسانی سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے اندر آنے کے واسطے نو عالیشان دروازے ہیں، تین شرقی، تین غربی، دو شمالی اور ایک جنوبی، یہاں قبلہ کا رُخ جنوب کی طرف ہے، حنفی مصلّیٰ کے بائیں جانب پیغمبر خدا حضرتِ یحییٰ علیہ السّلام کا مزار مبارک ہے جو نہایت نفاست کے ساتھ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اس کے سامنے بھی موم بتیاں جلانے کے لیے شمعدان رکھے ہوئے ہیں اور ایک ہزار بلب کا جھاڑ لگا ہوا ہے، تمام مسجد میں بیش قیمت قالینوں کا فرش ہے، اندرونی حصہ میں طلائی نقش و نگار اعلیٰ ترین صنعت و نفاست سے کئے گئے ہیں جن کو دیکھ کر آنکھوں کو نور حاصل

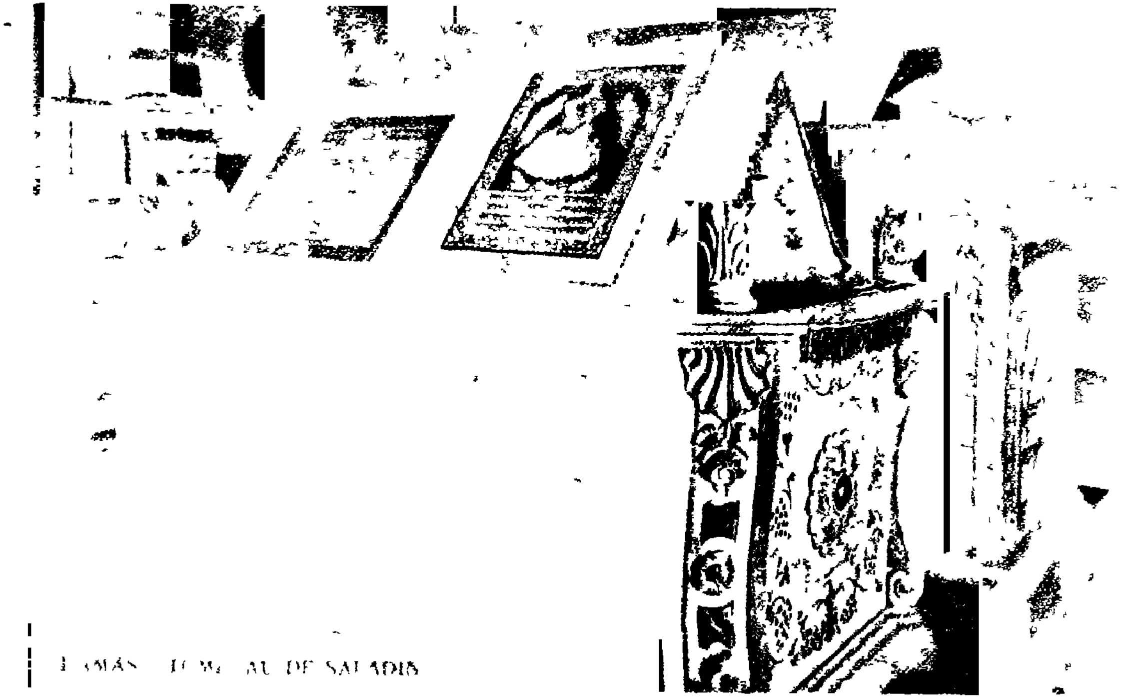
مسجد امویہ کا اندرونی منظر (دمشق)



ابھی شان رفتہ ہے اسلام کی
عروس المساجد ہے ہر شام کی

( وفا )

# مزار سلطان صلاح الدین (رحمۃاللہ علیہ) (دمشق)



وفا وہ قائد اعظم یہاں آرام فرما ہے
ہلا ڈالی تھیں جس نے قلعۂ یورپ کی بنیادیں
(وفا)

ہوتا ہے، سنہری روپہلی پچی کاری، رنگین میناکاری صناعی کے لاجواب
نمونے ہیں، صحن مسجد میں ایک بند گنبد ہے جس میں سیدنا امیرالمومنین
جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضؓ خلیفۂ سوئم کے دستِ مبارک سے
لکھا ہوا قرآن شریف ہرن کی کھال پر بتایا جاتا ہے، یہ بھی بتایا گیا کہ
اس مسجد کے شرقی منارہ پر قربِ قیامت میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام
نازل ہوں گے،

مسجد کے صحن میں دوسرا گنبد سامان سے بھرا ہوا مقفل ہے، مختلف
مقامات پر صحنِ مسجد میں قدرتی چشمے اُبل رہے ہیں جن کو نلوں کی شکل میں
تبدیل کر لیا گیا ہے۔ صحنِ مسجد کے علاوہ اندرونی حصہ میں بھی فوارے
چلتے ہیں جن کا پانی بہت سرد اور شیریں ہے، صحنِ مسجد کے شرقی
دروازے سے قریب ایک کمرہ میں وہ طاق ہے جہاں طلائی طشت
میں شہیدِ کربلا امام حسین رضؓ کا سر مبارک رکھا گیا تھا، طاق کے دوسری
طرف یزید کا خزانہ تھا، ایک محراب میں امام زین العابدین رضؓ نے نماز
پڑھی تھی، اسی طاق کے قریب بتایا گیا کہ دوسرے کمرے میں حضرت
امام حسین رضؓ کا سر اور خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک
دفن ہے یہ جگہ ہمیشہ بند رہتی ہے، شمالی صدر دروازے کے قریب
سلطان صلاح الدین ایوبی رضؓ کا مزار مبارک ہے، اب بھی جلال برستا
ہے، قبر نہایت نفیس بنی ہوئی ہے، ہر وقت مزار پر خوب رونق رہتی ہے
یورپین حکمرانوں کے قلوب پر آج تک غازی اعظم کا سکہ بیٹھا ہوا ہے،

مزار پر شعائرِ اسلام کے خلاف یہاں بھی شبیہہ رکھی ہوئی ہے، کہا جاتا ہے کہ یوربین سیاح جو اس زندۂ جاوید مجاہد کی زیارت کو حاضر ہوتے رہتے ہیں اُن کے لئے یہ تصویر لگا رکھی ہے کہ وہ اُس کے رُعب سے لرزہ براندام ہوں جس نے یورپ کی چولیں ہلا ڈالی تھیں، فاتحہ پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ صاحبِ مزار کی سی جرأت، ہمت، طاقت، شجاعت اور مذہبی محبت و نصرت عطا فرما۔

قیصر ولیم (بادشاہ جرمنی) نے اپنا تاج اُتار کر قبر پر رکھ دیا تھا جو بہت عرصہ تک یہاں رکھا رہا، لیکن جنگِ عمومی کے زمانہ میں حکومتِ برطانیہ نے اُس پر ڈاکہ ڈالا اور وہ نذرِ عقیدت اب اُسی کے قبضہ میں ہے۔

سلطان کے مزار سے ملا ہوا اُن کے معتمدِ خاص اور وفادار وزیر خوش تدبیر عماد الدین کا مزار ہے باہر صحن میں فتحی بیگ، صادق بیگ، نوری بیگ، افسرانِ ترکی کے مزارات ہیں، یہ تینوں قومی جاں نثارِ خدمتِ مذہب و ملت انجام دیتے ہوئے جنگِ عمومی میں ہوائی جہاز سے گر کر شہید ہوئے، اور یہیں دفن کئے گئے، حقیقت یہ ہے کہ ترکوں نے ان ممالکِ اسلامیہ میں جو مذہبی خدمات کی ہیں اُنھیں کی بدولت وہ قیامت تک دُنیا میں پھلتے پھولتے رہیں گے اور ہمیشہ اُن پر بزرگانِ دین کی نظرِ شفقت رہے گی، اُن کے زمانۂ حکومت میں ایک ایک متبرک مقام نمونۂ جنت بنا ہوا تھا اور بڑی سخاوت و حُسنِ عقیدت سے انھوں نے روپیہ

صرف کیا،

یہاں سے آگے بڑھے تو یزید کے محلات (جواب مکانات کی شکل میں تبدیل ہوگئے ہیں، دیکھے، وہ باورچیخانہ جس کو ساداتِ کرام کا قید خانہ بنایا گیا تھا اب تک محفوظ ہے، قید خانے کے اندر حضرت رقیہؓ خواہر حضرت امام حسینؓ کا مزار ہے، یہاں وہ طاق بھی ہے جس میں اہلِ بیت اطہار کو امام شہیدؓ کا سر رکھ کر دکھایا گیا تھا، اِن حالات و واقعات کو سُن کر دل کی جو کیفیت ہوئی وہ ناقابلِ تحریر ہے، آنکھوں پر جو گذری اُس سے دامنِ محبت واقف ہے، صبر و شکر کے کرشمات سمجھے ہوئے تھے، اُسی پر عمل کیا، اور ضبط سے کام لیا، دو رکعت نماز ادا کر کے بہ خشوع و خضوع دعا مانگی، کیا عجب کہ نذر و نیاز شرفِ مقبولیت حاصل کرے۔

یہاں سے روانہ ہو کر حضرت ابو ہریرہؓ کے مزار پر حاضری دی، قریب ہی ایک قدیمی کتب خانہ ہے جس میں لاکھوں قلمی کتابیں رکھی ہوئی ہیں بعض بعض وہ نادرات ہیں جو یہاں کے سوا کہیں دوسری جگہ نہیں!

یہیں ملک ظاہر اور اُن کے شہزادے ملک سعید کے مزارات ہیں اور ان کی قبروں پر سنگ مرمر کا فرش بنا ہوا ہے جس پر الماریاں رکھی ہوئی ہیں اور اُن میں احادیث، تفسیر، فقہ کی منظوم و منثور کتابیں محفوظ ہیں، امام احمد حنبلؒ کے مسائل کی کتاب دیکھی جو ۲۶۶ھ میں لکھی گئی ہے، مولوی عبدالعزیز صاحب میمن پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

اس کتاب میں سے کچھ اقتباس کر کے علی گڑھ لے گئے تھے، کتب خانے کے سامنے میوزیم ہے جس میں پرانے زمانے کے اسلحہ، خطوط، اصنام، ظروف، زیورات عجیب عجیب اقسام کے نظر آئے، اس عجائب خانے میں ایک نادر چیز دیکھی کہ تمام دنیا کے مروجہ ڈاکخانوں کے ٹکٹوں سے مکّہ معظمہ کا نقشہ تیار کیا گیا ہے جس کی قیمت دس ہزار پونڈ تک لگ چکی ہے، مولانا روم کی ٹوپی کا نقشہ، بالو کی گھڑی، قالین پر ترکی مُہر، پیمانۂ اشک جو چھوٹے بڑے شیشوں کے مانند بنے ہوئے ہیں پُرانے زمانے میں مرنے والوں کے اعزہ ان میں اپنے اپنے آنسو بھر کر میّت کے ساتھ دفن کیا کرتے تھے، ہارون رشید کے دربار کی تصویر کمالِ مصوّری ظاہر کرتی ہے محمل شریف جس میں ترکوں کی طرف سے غلافِ کعبہ جایا کرتا تھا اس عجائب خانے میں رکھا ہوا ہے اللہ اللہ، کیا عقیدت تھی کہ غلافِ کعبہ لے جاتے اور لاتے وقت ترکوں کی جانب سے اس پر بیس لاکھ روپیہ ہر سال خرچ ہوتا تھا، بغداد شریف اور دمشق میں ہر شخص کو ترکوں کی یاد میں آنسو بہاتے ہوئے پایا، خدا اُن غدّارانِ قوم کو غارت کرے جنھوں نے دوسروں کے فریب میں آکر ان خادمانِ کعبہ اور مخدومانِ ملّت کو تباہ کرنے کی کوششیں کیں،

۶ر جنوری ۱۹۳۷ء		## بزرگانِ دین کی زندہ کرامات		۲۳ر ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ

بارش آج خوب ہو رہی ہے مگر ہمارے ارادوں پر اس کا کوئی اثر

نہیں، چا، وغیرہ سے فارغ ہو کر موٹر سنگائی اور حضرتِ زینبؓ بنتِ حضرت علیؓ کے مزار کی طرف چلدئے دمشق سے سات میل کے فاصلہ پر بھائی کے غم میں آنسو بہانے والی اور اپنے جگر گوشوں کو بھائی کی محبت پر قربان کر دینے والی بہن ایک گنبد میں آرام کر رہی ہیں، بھائی کی محبت ہر بہن کو ہوتی ہے مگر حضرتِ زینب کو امام حسینؓ کے ساتھ کچھ ایسی محبت تھی کہ جسے یاد کر کے ہم میں سے ہر ایک گریہ کناں نظر آرہا تھا اور سب نے اُن کے مزار پر آنسوؤں کے ہار چڑھائے، اس کے بعد فاتحہ پڑھی اور دُعا مانگ کر موٹر میں واپس آگئے، دوپہر کا کھانا کھاکر پھر چل کھڑے ہوئے، سب سے پہلے حضرتِ بلال حبشیؓ موذن مسجد نبویؐ کے مزار پر گئے، جن کی غلامی پر بادشاہوں کو رشک تھا اور اذان کی آواز سُن کر قدسیوں کے سرِ نیاز بھی بارگاہِ بے نیاز میں جھک جاتے تھے، آپ کا عشقِ رسولؐ اور اسلامی جوش یاد تھا، آنکھوں میں اشک بھر آئے، بادیدۂ نم یہ نظم نذر کی۔

## حضرت بلال حبشیؓ

زہے عظمت و جاہ و شانِ بلالی	غلامی پہ قرباں سلاطینِ عالی
نبیؐ کے موذن تھے اللہ اکبر	صدائے اذاں جب دہن سے نکالی
مسخر ہوا جس نے آواز سُن لی	ہر اک جسم میں تازگی پھونک ڈالی
بشر کیا فرشتوں کی بس کی نہیں ہے	جو ایذا محبت میں تم نے اٹھالی

حیاتِ تجرد سے گھبرا گئے جب صحابہ میں آکر ہوئے خود سوالی
کہا چاہتا ہوں کہیں عقد اپنا مگر حال یہ ہے کہ ہیں ہاتھ خالی
نہ جوڑا نہ گھوڑا نہ پیسہ نہ غلہ مگر یہ یقیں ہے کہ مولا ہے والی
کوئی ہے جو ایسے کو دے اپنی بیٹی نہ ہو شاق نادار کی خستہ حالی
ہراک نے کہا فخر سمجھیں گے اسکو رضا مند ہو ہو کے گردن جھکا لی
مساواتِ اسلام کی شان دیکھی غلامی کی زنجیر ہی توڑ ڈالی

جگا دو کہ سویا ہوا ہے مسلماں
سنا دو اسے پھر اذانِ بلالی

فاتحہ پڑھ کر تھوڑی دور چلے تھے کہ حضرت ذوالنون رح مصری شیخ محمد رح اویس بن اوس السقطی حضرت ابو عبیدہ بن جراح رض حضرت عبداللہ بن مکتوم رض۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار اور صاحبزادگان حضرت پیرانِ پیر دستگیر یعنی حضرت سید عبدالوہاب رح وحضرت سید عبدالغفار رح کے مزارات ملے ہر ایک پر فاتحہ پڑھی، یہاں سے چلے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات، ام المومنین حضرت حفصہ رض بنتِ حضرت عمر رض، ام المومنین حضرت حبیبہ رض، ام المومنین حضرت ام سلمہ رض کے مزارات پر حاضری کا موقع ملا، اُمت کی ماؤں پر سلام بھیجا فاتحہ پڑھی، اور دُعا مانگ کر آگے بڑھے تو حضرت عثمان بن حضرت امام حسن رض حضرت عبداللہ بن زین العابدین رض۔ ابان بن حضرت عثمان رض، حضرت سکینہ رض وحضرت فاطمہ صغریٰ رض بنات امام حسین رض

حضرت ام کلثومؓ بہن حضرت امام عالیمقام، حضرت ابی بن کعبؓ شوہر دائی حلیمہؓ حضرت مقداد بن اسود الکندی کے مزارات پر بالترتیب حاضری ہوئی، فرداً فرداً ہر ایک پر فاتحہ خوانی کی، یہاں سے تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک گنبد میں حضرت امیر معاویہؓ کا مزار ملا، اس پر ہٰذا قبر امیر معاویہؓ لکھا ہوا ہے قبر پُرانی ہے، فاتحہ پڑھ کر واپس ہوئے راستہ میں ایک قبہ کے اندر سولہ شہدا کے سر مدفون ہیں، فاتحہ پڑھی، یہاں سے چلے تو راہ میں یزید کی قبر کی جگہ دیکھی، جہاں اب ٹین کا سائبان پڑا ہوا ہے اور اُس میں کانچ کے برتن بنانے کی بھٹیاں دن رات جلتی رہتی ہیں۔

واقعہ یوں بتایا گیا کہ "جب یزید کو معلوم ہوا کہ امام زین العابدینؓ کی تقریر سے عوام میں جوش پھیل گیا ہے اور وہ انتقام کے درپے ہیں تو وہ چھپ کر شہر سے بھاگا اور ایک کنوئیں میں کود پڑا، تعاقب کرنے والوں کو پتہ چل گیا تو اُنھوں نے اُس کنوے کو اینٹ پتھر سے بھر دیا، عرصۂ دراز تک اہلِ دمشق کا یہی دستور رہا کہ وہ اس کنوے پر جا کر اینٹ پتھر مارتے تھے، اس سلسلہ کو ختم کرنے کی غرض سے حاکمِ وقت نے یہ زمین فروخت کر دی، جس شخص نے خریدی اُس نے وہاں کانچ کا کارخانہ بنا لیا جو اب تک موجود ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو "اِس ہاتھ دے، اُس ہاتھ لے" بالکل درست ہے، دُنیا ہی میں دوزخ مِل گئی، کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر بھوکے پیاسوں کو

لٹا کر شہید کرانے والے یزید کی ہڈیاں قیامت تک آگ میں جلتی رہیں گی، (بے شک آگ کا عذاب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا،

یہاں سے ہم شہر کے دوسرے حصہ میں پہونچے جہاں چالیس ابدال دفن ہیں فاتحہ پڑھی اور واپس آئے، شام کو شہر کے مختلف بازاروں کی بارش ہوتے میں سیر کی، شہر کے آخری حصے میں حضرت محمد صالح گردیؒ اور حضرت محمد ایوب گردیؒ کے مزارات ایک ہی گنبد میں ہیں بہ ذوق وشوق فاتحہ پڑھی، حضرت محمد ایوب گردیؒ کے پائے مبارک کا پنجہ سات سو سال سے قبر کے باہر نکلا ہوا ہے، حیرت ہوئی، آنکھیں کھول کر دن کی روشنی میں بغور وخوض دیکھا، پھر تعجب ہوا تو دوبارہ نظر غائر ڈالی، اطمینان ہوا اور بڑوں کی بڑی باتیں سمجھ کر خاموش ہو رہے،

واقعہ اس طرح پر معلوم ہوا کہ" ایک فوجی جرنیل دمشق میں آیا مختلف مقامات پر حاضری دی، لوگوں نے کہا شہر کے آخری حصہ میں ایک ولی اللہ کا مزار ہے وہاں بھی چلیئے، اس نے اس شرط کے ساتھ وہاں جانے پر آمادگی ظاہر کی کہ وہ اپنی کچھ کرامت دکھائیں تو میں سمجھوں کہ ولی اللہ ہیں، غرضیکہ وہ مزار پر پہونچا تو مزارِ مبارک کو حرکت ہوئی اور صاحبِ مزار جسمانی طور پر سامنے آگئے، وہ دیکھتے ہی بیہوش ہوگیا، تین شبانہ روز اسی حالت میں گذر گئے، چوتھے روز بشارت ہوئی کہ اب از سرِ نو گنبد بنوا دے اور ہمیں قبر میں دفنا کر اوپر سے روئی ڈال دے تمام جسم ڈھک جائے گا مگر ایک پیر نمایاں رہے گا جس سے تجھ جیسے

انسانوں کو ہمیشہ عبرت حاصل ہوتی رہے۔ چنانچہ قبر مبارک بیچ میں سے کھوکھلی ہے روئی بھری رہتی ہے لیکن ایک پیر کا پنجہ کھلا ہوا رہتا ہے اور وہ صاف دکھائی دیتا ہے، اللہ اکبر یہ ہے بزرگان دین کی شان .....

اسی طرح بغداد شریف کے اندر سلمان پاک میں حضرت سلمان پارسیؓ کے مزار کے برابر حضرت حذیفۃ الیمانیؓ و عبداللہ بن جعفر انصاریؓ کے مزارات ہیں جو دجلہ کے کنارہ پر تھے، دریا میں طغیانی پیدا ہوئی تمام کچی پکی قبریں منہدم ہوگئیں، صرف یہی دو مزارات باقی رہ گئے تھے جو منہدم ہونے کے بعد بھی اپنے اندر دونوں میتیں آغوش محبت میں لیے ہوئے رہتے اور ہمہ وقت سب کو نظر آتے، حکومتِ وقت کو بشارت ہوئی اور اس نے متاثر ہو کر ان دونوں صاحبِ مزارات کو یہاں سے منتقل کرکے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ دجلہ کے کنارہ سے لے جا کر سلمان پاک میں مدفون کرادیا، ان بزرگانِ دین کی میتوں کے ساتھ فوجی باجے حکامِ وقت اور بے شمار مذہبی روشنی کے پروانے تھے، کئی سال ہوئے ہندوستان کے اخبارات میں بھی یہ خبر حیرت و استعجاب کے ساتھ سُنی گئی تھی مگر ہم نے آنکھوں سے دیکھ کر اس کی تصدیق کی، اللہ اللہ بزرگانِ دین کی بھی کیا شان اور کیا آن بان ہے۔

شیخ محی الدین صاحب ابن عربی اور اُن کے دونوں صاحبزادگان کے مزارات پر حاضری ہوئی۔ بہت رونق تھی، عام طور پر تمام دمشق میں یہ قطب الوقت سمجھے جاتے تھے، ان کے مزار پر چاندی کی وہ

جالی جو یزید کی قبر یا کنوئے پر لگی ہوئی تھی سلطان سلیم نے اُکھڑوا کر لگوا دی ہے،

یہاں سے فاتحہ پڑھ کر شہر کے اس حصہ میں گذر ہوا جہاں فوجی چھاؤنی ہے، تُرکوں کا بنایا ہوا مضبوط اور شاندار قلعہ دیکھا، صالحیہ پہاڑ کی چوٹی پر ہابیل وقابیل کا مقام دیکھا، اسی کے دامن میں اصحاب کہف کا غار ہے۔ یہاں سے تمام شہر دمشق عجیب دلفریب منظر میں نظر آرہا تھا۔ قریب ہی سعد بن وقاص صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وحیۃ الکلبی (جن کی صورت میں اکثر حضرت جبریل وحی لے کر نازل ہوتے تھے) کے مزارات ہیں ان پر حاضری ہوئی فاتحہ پڑھی اور دُعائیں مانگیں، بارش برابر ہو رہی ہے اور سردی بڑھتی جاتی ہے اس لئے گھر کا راستہ لیا،

## ۷ رجنوری ۱۹۳۸ء مسجد اموی میں نماز جمعہ ۴ ر ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

آسمان ابر آلود ہے، بارش ہو چکی ہے، صبح اُٹھ کر اوّل وقت نماز فجر پڑھی اور اس کے بعد چا، پی کر ۹ بجے کے قریب حمام میں گئے۔ دمشق کے حمام بہت شاندار ہیں، جس حمام میں ہم گئے تھے اس کا ہال بہت وسیع تھا، سنگ مرمر کا فرش اور منقش چھت تھی، تین طرف بہت کشادہ اور اونچا چبوترہ تھا، قیمتی اور نفیس صوفے جن پر اعلیٰ قسم کی شالی چادریں علیحدہ علیحدہ پڑی ہوئی تھیں کپڑے اُتار کر وہیں صوفوں پر رکھے گئے

پاجامہ یا پتلون، اُتارنے سے قبل ایک عمدہ قسم کی تولیہ بطور تہبند باندھنے کے لئے موجود تھی، گھڑی، نقدی، نوٹ بک غرضیکہ قیمتی اشیاء وہیں چھوڑ دی جاتی ہیں اور کوئی شخص اُن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا، ہمیں اس جگہ سے حمام کے ملازم جو نہایت خدمتگذار، با اخلاق اور ہنس مکھ تھے برابر کے دوسرے کمرے میں لے گئے جس کا پہلا حصہ معمولی گرم تھا، اس کے بعد تیسرے ہال میں پہونچے جو دوسرے ہال سے زیادہ گرم تھا، یہاں ایک خادم نے گرم تولیہ باندھنے کے لئے دی اور پہلی تولیہ کھول کر اُس کو دے دی گئی، اس ہال میں سنگ مرمر کے چھوٹے چھوٹے متعدد حوض بنے ہوئے ہیں جن میں گرم اور سرد پانی کے نل لگے ہیں، تھوڑی دیر ایک جالی کے کٹہرے کے پاس بیٹھنا پڑا جس میں سے بھاپ نکل رہی تھی اس طریقہ سے پسینہ آنا شروع ہوا جب خوب گرمی محسوس ہونے لگی تو حوض میں پہونچکر نہانا شروع کیا، ڈیڑھ گھنٹہ تک اعلیٰ قسم کے صابن اور خوشبودار پوڈروں سے برش کے ذریعہ تمام جسم کی صفائی کی گئی اور ملازم نہایت محنت سے نہلاتے رہے، غسل کے بعد نہایت شبک اور حسین کھڑاوٗں دی گئی جس کو پہن کر بندھی ہوئی تولیہ وہیں چھوڑ دی اور دوسری تولیہ باندھنے کو ملی، ایک لمبی تولیہ اوڑھنے کیلئے دی گئی، دوسرے کمرے میں ان تولیوں کا تبادلہ ہوا اور نہایت نفیس تولیاں باندھنے اور اوڑھنے کے لئے ملیں، صوفے پر بیٹھنے سے پہلے ایک شامی چادر نہایت نفیس اور ملائم بدن سے پیٹنے

کے لیئے دی گئی اس کے بعد روئیں دار تولیہ سر پر باندھ دی اور اب ہم چاروں کو بُت بنا کر بٹھا دیا گیا، پانچ منٹ تک اسی طرح صوفوں پر بیٹھے رہے پانچ منٹ کے بعد فنجان میں بغیر دودھ کی چائے آئی جس کو پی کر اپنے اپنے کپڑے پہنے اور اس شامی غسل کے ڈرامہ کو ختم کیا، حمّام سے نکلے حج مبارک، حج مبارک کا غلغلہ ہوا، غسل کی اُجرت صرف پندرہ فلس لی گئی، نہانے کا لُطف آگیا، ہم نے تو آج تک نہ ایسے حمام دیکھے اور نہ کبھی اس شان سے غسل کیا،

یہاں سے بازار کی سیر کرتے ہوئے مسجد اموی میں پہونچے، مصلّےٰ حنفی کے قریب ممبر کے سامنے جگہ ملی، اسلامی شان نظر آرہی ہے خاموشی اور سکوتِ ادب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہاں ایک آدمی بھی نہیں! پانچہزار سے زیادہ نمازی تھے جن میں بیشتر انگلش لباس میں لیکن سب کے سروں پر گہرے رنگ کی سُرخ ترکی ٹوپیاں تھیں باادب دو زانو بیٹھے ہوئے، ممبر کے سامنے دروازہ کے اوپر چند حضرات باری باری سے قرأت و خوش الحانی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے ختمِ تلاوت پر اُنھوں نے یک زبان ہو کر تھوڑی دیر درود شریف پڑھا کس قدر دلکش اور پیاری آوازیں معلوم ہو رہی تھیں، بدن میں کیف حبِ نبیؐ سے عجیب قسم کی لغزش پیدا ہو گئی تھی کہ رواں رواں کھڑا ہو گیا، دو تین منٹ یہی صورت رہی اس کے بعد موذن نے کھڑے ہو کر اذان دی اور سب نے دعا مانگ کر سنتیں شروع کیں، سنتیں ختم ہوئی تھیں کہ

ایک شخص نے نہایت عمدہ لہجہ میں قل ہو اللہ تین بار الحمد شریف ایک بار تلاوت کی، جیسے ہی ختم کے قریب پہونچی کہ ممبر کے داہنی جانب دیوار مسجد میں ایک دروازہ کھلا ایک شخص نے اُسی دروازہ پر کھڑے ہو کر درود شریف اور کچھ آیات پڑھیں اس کے بعد جناب امام صاحب دروازہ سے عصا لئے ہوئے برآمد ہوئے۔ امام صاحب نہایت شکیل اور پاکیزہ صورت تھے عربی لباس کے اوپر تُرکی ٹوپی پہنے ہوئے جس پر سفید رومال لپٹا ہوا ممبر کے قریب پہونچے، سنگ مرمر کے منبر میں نہایت نفیس دروازہ لگا ہوا تھا جس پر اعلیٰ قسم کا سیپ کا کام ہو رہا تھا، کلید بردار نے منبر کا دروازہ کھولا۔ خطیب صاحب نے منبر کی تیرہویں سیڑھی پر چڑھ کر زبانی خطبہ پڑھا لُطف آگیا۔ کلام پاک اور احادیث شریف سے مذمت شراب بیان فرمائی ختم کرنیکے بعد منبر سے اُترے دُعائیں مانگی گئیں ، نماز جمعہ شروع ہو کر نصف گھنٹہ میں ختم ہو گئی۔

مسجد کے اندرونی حصہ میں بالکل جگہ نہ تھی، نماز کا شوق معلوم ہوتا ہے، ترکوں کی حکومت ختم ہونے کے باوجود یہاں ترکی لباس قومی لباس سمجھا جاتا ہے، عورتیں بھی ترکی برقعہ اوڑھتی ہیں اور اس پر نقاب ضرور ڈالا جاتا ہے۔ کسی عمر کی عورت کو یہاں بے نقاب نہیں دیکھا، مگر نقاب کے اندر سے چہرہ صاف معلوم ہوتا ہے۔

مسجد سے نکل کر حمیدیہ بازار میں پہونچے اور اسدیہ ہوٹل میں کھانا کھایا، دس بارہ قسم کا کھانا میز پر لگایا گیا تھا جس، مر، ۶، ۵، ۱، ۲، ۱،

شامی وغیرہ تمام کھانے تھے اور انگریزی طرز پر چھری کانٹے اور رومال بھی رکھے ہوئے تھے۔ کھانا نہایت لذیذ اور نفیس، ہوٹل کی شان اور سجاوٹ ... آگے نوابوں کی کوٹھیاں شرمندہ، ہم پانچوں آدمیوں نے مختلف چیزیں ...ایت رغبت سے کھائیں، بعد طعام، کھانے کا بل دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس قدر شاندار کھانا اور صرف ایکسو ساٹھ قرش یعنی دو روپیہ چودہ آنہ قیمت ... شیشہ کے پیالوں میں فیرینی اور جمایا ہوا دودھ جس پر بادام چلغوزہ او پستہ چھڑکا ہوا آنکھوں کو کس قدر اچھا اور زبان کو کس قدر خوش ذائقہ ...وم ہوا، ساتھ ہی تجربہ سے پتہ چلا کہ یہ چیزیں نہ صرف لذیذ تھیں بلکہ د... و دماغ کو تقویت پہونچانے والی بھی تھیں، بازار میں ہوتے ہوئے اور سفر کے لئے سبز و خشک میوے خریدتے ہوئے مکان کو واپس ہوئے ...یج کو بیت المقدس کی طرف روانگی کا قصد تھا، معزز میزبان گیارہ بجے تک ہمارے کمرے میں بیٹھے بات چیت کرتے رہے اُن کا محبت بھرا ...صرار یہ تھا کہ ہم ابھی دو چار دن اور نہ جائیں، بارش کی وجہ سے سیر کا لطف نہیں آیا۔ ہماری معذرت ہو رہی تھی کہ سردی زیادہ ہے، قدس کا شوق دل کو تڑپا رہا ہے، مختصر یہ کہ بالاخر صبح کی روانگی رہی اور ...ھڑی میں چار بجے کا الارم لگا کر سو گئے۔

کوئلوں کی جلتی ہوئی انگیٹھی سردی کی وجہ سے کمرہ میں رکھی ہوئی تھی کواڑ لگاتے وقت کسی کو خیال نہ رہا اس کے گیس نے یہ اثر کیا کہ تین بجے رات کو سوائے بھائی صاحب کے سب کی طبیعت خراب ہو گئی ، قے

اور متلی، درد سر اور گھبراہٹ، کرب اور بےچینی، اسی کیفیت میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گذر گیا، سر سے امرت انجن لگایا مختلف ادویات کا استعمال کیا مگر طبیعت کو ہنوز اطمینان نہیں، اسی اثنا میں معزز میزبان ہمیں رخصت کرنے اور اسٹیشن پر سوار کرانے کے لئے تشریف لائے، دوران گفتگو میں یہی طے ہوا کہ قدرت کو ہمارا قیام منظور ہے، بالآخر میزبانوں کی محبت نے ہمارے ارادوں کو شکست دی اور یہ قرار پایا کہ بجائے سنیچر کے منگل کو روانگی ہو گی، قدس کا جمعہ پڑھنا ضروری ہے، خدا معلوم اس قیام میں کیا مصلحت ایزدی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سب کی طبیعت ٹھیک ہو گئی، رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت،

## (دمشق) عروس البلاد (ملک شام)

عجب سبز و شاداب ہے ملک شام ہے فردوس ہستی بجا اس کا نام
کہیں لالہ و گل کہیں سبزہ زار ہمیشہ گلستاں میں فصل بہار
مشابہ ہے جنت سے شہر دمشق کہ ذرّوں سے جس کے درخشاں ہے عشق
جو شے ہے وہ جنت کی تصویر ہے حسینان عالم کی تنویر ہے
مکاں دیکھنے میں ہیں قصر الجناں ہیں سڑکوں پہ ہر سمت نہریں رواں
ہر اک گھر میں اک حوض و فوارہ ہے جو ٹکڑا ہے اس کا وہ مہ پارہ ہے
عجب حسن و خوبی کے بازار ہیں جہاں لوگ ہر وقت سرشار ہیں
خریدار و تاجر یہاں سب غنی ہے نادار بھی اس زمیں پر دھنی

فضائیں مسرت سے معمور ہیں حسیں اس جگہ رشکِ صد حور ہیں
جو پھنس جائے اس میں نکلتا نہیں کہیں اس کا دل پھر بہلتا نہیں
نبیوں ولیوں کا مسکن ہے یہ حقیقت کے پھولوں کا گلشن ہے یہ
اٹھا کر نظر سے جو دیکھو نقاب تو ہر ذرّہ آئے نظر آفتاب

جواب اس زمیں کا زمیں پر نہیں
وفا اسکو کہتے ہیں خلدِ بریں

## بیروت کی سیر

۱۰ رجنوری ۱۹۵۶ء ۶ رذیقعدہ ۱۳۷۵ھ

## سفر کا نایاب دور اور جبلِ لبنان کا دلکش نظارہ

سنیچر کا تمام دن اور رات آرام وسکون کے لئے وقف کر دئے، بارش زیادہ ہے جس کی وجہ سے کہیں جا آبھی نہیں سکتے، ۹ رجنوری کو اتوار کی صبح نے ہمارے پروگرام میں ایک نئی تبدیلی پیدا کر کے بڑی آرزو کی تکمیل کردی، علی گڈھ سے روانگی کے وقت خیال تھا کہ ایک روز بیروت بندرگاہ ضرور جائیں گے مگر یہاں آکر بارش کی وجہ سے اس خیال کو قطعی چھوڑ دیا تھا لیکن خدا کو ہمارے ارادہ کی تکمیل منظور تھی، اتوار کی صبح کو بارش کی جگہ دھوپ برسنے لگی، بیروت کے تصور نے گدگدایا، دو موٹریں منگائی گئیں اور پونے دس بجے دمشق سے ۹۱ میل بیروت کو روانہ ہوئے، پہاڑی علاقہ تھا مگر سڑک تارکول کی بنی ہوئی اور

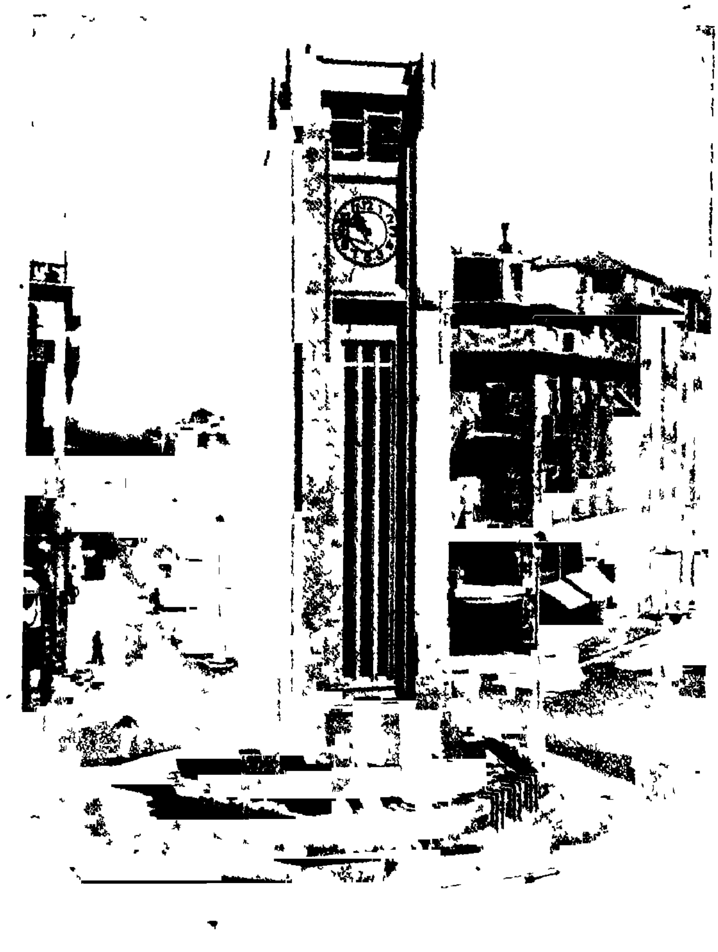
## دمشق کا چوراہا (سنہ م)



چرخ کو شرما رہا ہے یہ منار نوکدہ
حسن کی قائم رہے گی یادگار ترچھہ

(وفا)

بیروت کا گھنٹہ گھر (شام)



اسے کہتے ہیں صناعی کہ جس سے آنکھ حیراں ہے
عمارت جس پہ نازاں ہے نفاست جس پہ قرباں ہے
(وفا)

نہایت شفاف تھی، پندرہ میل تک دور ویہ نہریں رواں تھیں، دونوں طرف سفیدسے اور کونین کے درخت عجب بہار پیدا کر رہے تھے، ریل کی پٹری سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی ہمارے ساتھ ساتھ تھی، ایک پہاڑ میں سے سات نہریں نکلی تھیں جو مختلف اطراف میں بہتی تھیں، گرمیوں کے موسم میں اہلِ دمشق روزانہ یہاں آکر لطفِ زندگی اُٹھاتے ہیں ہوٹل اور مختلف اقسام کی تفریح گاہیں موجود ہیں، دونوں جانب پہاڑوں کی سرسبزی اور شادابی کا دلکش منظر ہے آنکھوں کو نور اور دلکو سرور حاصل ہو رہا ہے سڑک کے ایک طرف چند فرانسیسیوں کی قبریں ہیں جن میں ایک افسر بھی مدفون ہے،

یہاں سے آگے بڑھ کر بلودان کبیر ہوٹل پانچہزار فٹ کی بلندی پر ایک سو پانچ کمرے آغوشِ عمارت میں لئے ہوئے قصرِ شاہی کو شرما رہا ہے، جہاں روسا، وامراءِ شام، مصر، فلسطین، اور عراق آ آکر اقامت گزیں ہوتے ہیں، باغوں کی کثرت ہے، ریلوے اسٹیشن بھی بنا ہوا ہے دمشق سے بیروت کو جو ریل جاتی ہے وہ صبح آٹھ بجے روانہ ہو کر شام کو چھ بجے پہونچتی ہے مگر موٹر سے صرف ڈھائی تین گھنٹہ کا راستہ ہے۔

تھوڑی دور چل کر جدیدہ پولیس چوکی پر پہونچے، یہاں سے لبنان کی سرحد شروع ہوتی ہے بیروت ۴ میل ہے، لبنان کا علاقہ جنت کا خطّہ معلوم ہوتا ہے، جدھر نگاہ اٹھائے سبزہ زار، چلغوزوں کے درخت بہار دے رہے ہیں، تھوڑی تھوڑی دور پر انھیں سبزہ زاروں میں بہت

بلندی پر قصبات، دیہات، جہاں پولیس، ٹیلیفون، ہوسپٹل، ہوٹل ہر قسم کے آرام و آسائش کے اسباب سے آراستہ و پیراستہ نظر کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ پورے ۹۰ میل تک یہی دلکش مناظر ہیں جن کا تحریر کرنا مشکل ہے۔ میں نے منصوری اور لینس ڈاؤن، بھائی فضل الرحمٰن صاحب نے نینی تال اور ہمارے دوست سید محمد حسین صاحب نے کشمیر و شملہ دیکھا ہے مگر وہ تمام پہاڑ اس کے سامنے اُجاڑ اور ویران جنگل ہیں، قصبہ رحلہ کے پاس سے گذرے تو ہمارے معزز میزبان اور خضرِ راہ جناب کاظم صاحب نے فرمایا کہ یہ قلعہ جو سامنے نظر آرہا ہے رومن کے زمانہ کا ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی کاٹ کر قلعہ کے اندر سے گاؤں کے قریب تک جو پانچسو فٹ نیچے ہے اندر ہی اندر راستہ بنا ہوا ہے، اور اوپر نیچے اسی راستہ سے آمد و رفت رہتی ہے اس سے آگے ٹیلہ صفو ہے جہاں ہر سال بہت بڑا میلہ لگتا ہے، آگے بڑھ کر قصبہ شتورا سے وہ سین شروع ہوتا ہے جو کتابوں میں پڑھا اور سینماؤں میں دیکھا تھا۔ ہمارے چاروں طرف تمام پہاڑ اور زمین سفید نظر آرہی تھی، موٹر ڈرائیور نے کہا کہ برف گر رہا ہے کل تک تو راستہ صاف تھا، ہم نے اس نظارہ کو نہایت حیرت زدہ ہو کر دیکھا، دیکھتے ہی دیکھتے روئی کے سے گالے اڑ اڑ کر موٹر میں آنے لگے، شیشے چڑھا لئے گئے اور اب ہماری موٹر کہیں چھ انچ کہیں نو انچ برف کے اندر دوڑ رہی تھی سڑک کے محافظ موٹروں کے لئے برف میں سے راستہ بنا رہے تھے،

نصف گھنٹہ تک ہم لبنان کی چوٹی پر برف کے اندر چلتے رہے سب لوگ تو پریشان خاطر نظر آرہے ہیں مگر مجھے لطف آرہا ہے یہ مقام جہاں اس وقت ہمارا موٹر چل رہا ہے سمندر کی سطح سے پانچ ہزار فٹ سے زیادہ اونچا ہے،

لبنان کی سب سے اونچی چوٹی جسے بحرالبید ریعنی پہاڑ کی بیٹھ کہتے ہیں چھ ہزار فٹ اونچی ہے، اس خطرناک راستہ سے ہم لوگ بخیریت تمام گذر کر مقام صوفر پر پہونچے جو نہایت خوشنما اور دور تک خوش وضع عمارات سے معمور تھا۔ یہاں ایک بڑا ہوٹل ہے جس کا خرچ فی کس ایک پونڈ روزانہ ہے، چلغوزے کے درختوں سے گھرا ہوا ہے، یہاں سے آبادی کا سلسلہ بڑھتا گیا ہے دور تک دو منزلہ، سہ منزلہ اور چہار منزلہ کوٹھیاں دکھائی دے رہی ہیں، یہ سب موسم گرما میں کرایے پر اٹھتی ہیں، فرانسیسی امرا بھی یہیں آکر موسم گذارتے ہیں، اس جگہ سے چل کر بحمدون اور عالیہ نامی قصبات سے گذرتے ہوئے عاریہ پہونچے،

یہاں سے سامنے پہاڑ پر دس بارہ میل کی لمبائی میں بیروت کی آبادی کا نظارہ عجیب شانِ خود آرائی و دلکشی سے نرالی سج دھج میں دکھائی دے رہا تھا، ایک طرف پہاڑ ہیں دوسری طرف سمندر، آگے بڑھ کر قصبہ الجمہور کے بعد فوجی سپاہیوں کی بارگیں نظر آئیں، انھیں دیکھتے ہوئے پاگل خانے کی عمارت کے پاس پہونچے، اپنے یہاں کے عقلمند امرا سے یہاں کے پاگلوں کی قسمت بھی اچھی نظر آئی، ہر پاگل کیلئے علیحدہ

علیحدہ نفیس اور اعلیٰ قسم کی کوٹھی بنی ہوئی ہے جس کے سامنے باغ اور چہار دیواری کھینچی ہے، برعکس اس کے ہمارے بدنصیب ہندوستانی پاگلوں کے لئے آگرہ کی تپتی ہوئی پتھریلی عمارتوں میں پاگل خانے بنائے گئے ہیں جہاں اچھے بھلے آدمی کو چھوڑ دیا جائے تو گرمی کے مارے دماغ خراب ہو کر چند گھنٹہ میں پاگل ہو جائے۔

ٹھیک سوا بارہ بجے ہم بیروت کے بیرونی حصہ حازمیہ میں پہونچے یہاں بیروت میں پہونچکر کیا دیکھا خدا سب دوستوں کو دکھائے، مناظرِ قدرت، چوک بازار، گرجا، میوزیم، ٹریموے اسٹیشن، حکومت کی عمارتیں حجاج کا قرنطینہ، جہاز کے کھڑے ہونے کی جگہ جہاں اس وقت بھی ایک فرانس کا فوجی جہاز چھ توپیں لگائے ہوئے بندرگاہ پر کھڑا ہوا تھا، ریلوے اسٹیشن، ایک فرنچ آفیسر کی شاندار قبر، ہوٹل، ناچ گھر، عیسائی قبرستان، سینٹ جارج ہوٹل، امریکن یونیورسٹی جس میں سات سو طلبا زیرِ تعلیم ہیں، مشین گنیں، سمندر کے کنارے ہوٹلوں کی بہتات آخری جگہ سمندر کے کنارے ایک ہوٹل میں ٹھہرے جہاں ایک پہاڑ کے ٹکڑے کو کاٹ کر اندر سے پانی لہریں مارتا ہوا نکل رہا تھا اور جھاگ اڑ رہے تھے، کاظم صاحب کے ساتھ اس جگہ پر فوٹو لیا گیا، تازہ مچھلی منگوا کر ہوٹل میں تیاری کی فرمائش کی، مچھلی کا نام سلطان ابراہیم تھا تیار ہونے پر نہایت لطف کے ساتھ خوب سیر ہو کر کھانا کھایا، مچھلی کا گوشت نہایت لذیز تھا، کھانے کے بعد نماز سے فارغ ہوئے،

تین بجے کے قریب واپسی کی ٹھہرائی، موٹریں تیار ہوئیں، اٹھارہ سو قرش کرایہ آمد و رفت اور تین سو قرش بیروت کی سیر کا طے ہو چکا تھا۔

واپسی میں عراقی قونصل خانہ اور ہائی کمشنر فرانس کی کوٹھی کے سامنے ریس کورس دیکھتے ہوئے دمشق کی سڑک پر آ گئے۔ دونوں طرف دلچسپ مناظر کا لطف اٹھاتے ہوئے اُس مقام پر پہونچے جہاں برف ملی تھی پانچ بج گئے ہیں، برف صبح سے زیادہ گر رہا ہے، اکثر اس مقام پر موٹریں رُک جاتی ہیں اور کسی مقام پر رات بسر کرنی پڑتی ہے اس تصور سے تفکرات نے گھیرا۔ خدا کے فضل سے اس وقت ہوا بند تھی جس کی وجہ سے سردی کم تھی اور زیادہ خطرہ نہ تھا، اسی عالم میں تھے کہ ایک دم تیز رفتاری سے چلتے چلتے موٹر رُکی، گھبرا کر موٹر ڈرائیور سے حال معلوم کیا۔ جواب ملا کہ دمشق سے آنے والی موٹریں تمام سڑک کو گھیرے ہوتے ہیں راستہ بند ہو گیا ہے ان کی اگلی موٹر کے پہیوں پر برف جم گیا ہے جب تک صاف کر کے وہ آگے نہ بڑھے راستہ ملنا مشکل ہے، اگلی موٹر میں مستورات اور بھائی صاحب تھے پچھلی میں ہم چار آدمی سب کے چہروں پر گھبراہٹ اور پریشانی، مگر مجبوری تھی، خدا سے دُعا مانگی، چند منٹ کے بعد حواس درست ہوئے تو خیال آیا کہ "الحج" میں پڑھا تھا، فوراً زبان پر آیا اور تین مرتبہ کہا، یا عباد اللہ اعینونی، اس کا زبان سے نکلنا تھا کہ تیرِ دعا ہدفِ مراد پر پہونچا اور مشکل یوں آسان ہوئی کہ ہماری دونوں کاروں کے شوفروں نے اُن کی موٹر کے پہیوں

پرے جاکر برف ہٹانے میں سخت محنت و ہمت سے کام لیا، برف صاف ہوگیا تو اُدھر کی اگلی موٹر اور اُس کے پیچھے کی اور نیں موٹریں بیروت کی طرف روانہ ہوئیں اور ہماری موٹریں دمشق کی طرف چل دیں، خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے برفستان سے بخیریت گذر گئے اور ساڑھے چھ بجے مکان پر پہونچکر اطمینان کا سانس لیا۔

اس سفر میں تھوڑی دیر کے لیئے ہم کو پریشانی تو ضرور ہوگئی تھی مگر انگلستان کے سفر کرنے والوں کی طرح کبھی کبھی جن دشوار گذار راستوں کو دیکھ کر حیرت ہوا کرتی تھی اُن سے خود عبور کرکے اور اپنی آنکھوں سے برف گرتے، برف میں چلتے ہوئے، دیکھ کر مسرت بھی تھی، بیروت کی آبادی تین لاکھ سے زیادہ ہے، یورپین طرز پر سمندر کے کنارے آباد ہے آبادی کا بڑا حصہ فرانسیسی اور ارمنی باشندوں پر مشتمل ہے، مسلمان نسبتاً کم ہیں، بازار کشادہ، سڑکیں بہت صاف، تفریح اور عیش کے تمام اسباب مہیاّ، عمارتیں بہت بلند خوشنما اور وسیع، جگہ جگہ باغ، نہریں، اور فوارے، آدمی شکیل حسین، وضیع، عورتیں تمام انگلش لباس میں، پانی نہایت شیریں ہلکا اور ہاضم، فضا اور ہوا نہایت خوش کن،

مختصر یہ کہ خدا زندگی اور اطمینان دے تو دنیا کی سیر میں جو لُطف ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں،

"سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں؟

۱۰ / جنوری ۱۹۳۶ء

# خصوصیاتِ دمشق

۷ / ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

آج کا تمام دن دمشق کی عام سیر کے لئے وقف تھا اسی لئے گہری نظروں سے ہر ایک چیز کو دیکھا۔ دنیا میں یہ شہر عروس البلاد کہلاتا ہے یہاں کا چپہ چپہ سرسبز اور شاداب ہے۔

## مذہبی عظمت و بزرگی کے لحاظ سے

ازواج مطہراتؓ، صحابائے کرامؓ، آلِ رسولؐ، قطب وقت۔ ابدال ملت مجاہدانِ اعظم، شہدائے عظیم کے مزارات ہیں۔ علما کی کثرت ہے مساجد اور مدارس زیادہ ہیں اور پُر رونق ہیں۔ مسلمانوں میں مذہبی پابندی بدرجۂ اتم ہے، حساس دل ہیں، اسلامی شان اور آن موجود ہے۔

## ملکی ترقی کے لحاظ سے

بازار کشادہ، سڑکیں وسیع اور چوڑی، عمارات بلند اور شاندار، انتظامات اعلیٰ، چند بازار سقف پوش جس میں حمیدیہ بازار کی رونق دوبالا، بارش اور آندھی میں بھی خموشی کیساتھ خرید و فروخت جاری ہے۔

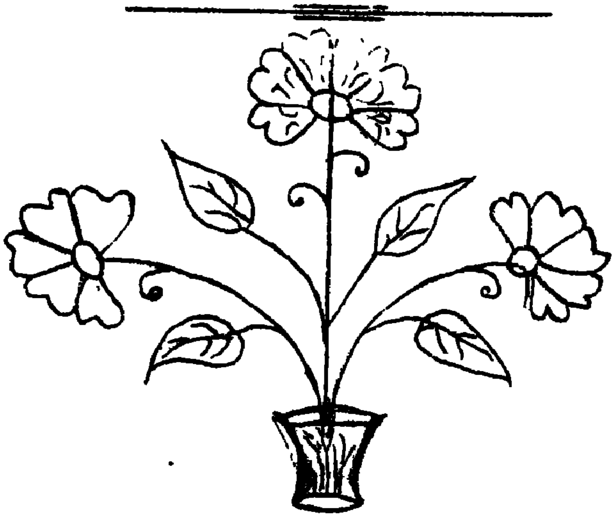
## مناظرِ قدرت

چاروں طرف نہریں، قدم قدم پر فوارے، برف پوش پہاڑ، شیریں

# تفصیل گروپ

دمشق میں ہمارے معزز میزبان عبدالرحمٰن صاحب الہندی کے عزیز بھائی اور زمین دمشق پر چپہ چپہ کی سیر کرانیوالے خضرِ راہ مجی کاظم صاحب کے اصرار سے یہاں شرکاء سفر کا ایک فوٹو لیا گیا جو سامنے موجود ہے۔ کھڑے ہوؤں میں دُبلے پتلے خواجہ سید ظہیر احمد صاحب دہلوی اور ماشاء اللہ تندرست وجوان صالح کاظم صاحب الہندی ہیں۔

بیٹھے ہوؤں میں سیدھی طرف خاکسار وفا۔ درمیان میں بھائی فضل الرحمٰن صاحب اُلٹی جانب مکرمی سید محمد حسین صاحب ہیں۔



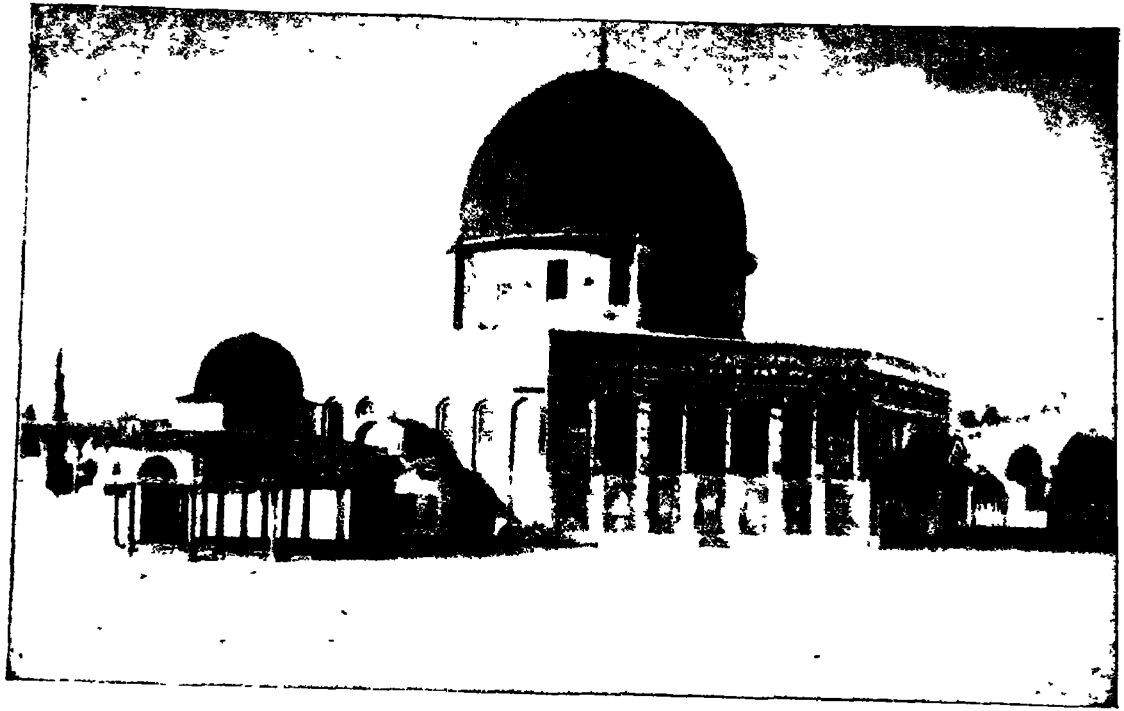
## گروپ شرکائے سفر ( شام )



سرا وار ہوں کیوں نہ فضل خدا کے
مسافر ہیں ہم لوگ راہ وفا کے ( وفا )

بیٹھے ہوئے — دائیں سے بائیں - حفظ الرحمن - فضل الرحمن صاحب - سید محمد حسن
کھڑے ہوئے — دائیں سے بائیں - ناظم صاحب - خواجہ سید ظہیر احمد صاحب

## مسجدِ اقصیٰ (فلسطین)



خدا کا گھر رسولوں کا آبکاڑا عرش کا مسند
ابھی تک جس کے دروں میں ہیں یہاں راز مستتر

(وفا)

# پانچویں منزل

## بیت المقدس

۱۱ر جنوری ۱۹۳۶ء ۱۰ر ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

# سفرِ فلسطین

شکر صد شکر ہوئی دل کی تمنا پوری
قربتِ خاص میں تبدیل ہوئی ہے دوری

الحمد للہ کہ آج کی صبح میرے دلی شوق کو پورا کرنے کے لئے اپنی نوری کرنوں میں نویدِ رحمت لے آکر آئی ہے۔ کعبۂ اوّل کا قصد ہے، اپنی قسمت پر ناز اور گنہگاری پر فخر کر رہا ہوں، اعزا نے سمجھایا، احباب نے ڈرایا، دوست نما دشمنوں نے دھمکایا کہ فلسطین نہ جاؤ، کسی نے محبت سے منع کیا، کسی نے حسد سے روکنا چاہا مگر یہ کس سے کہا جا رہا تھا اُس سے، جس کی نگاہ میں موت کی کوئی حقیقت نہیں، زندگی کا کوئی بھروسا نہیں! کاش کہ میرے سمجھانے والوں کو خدا اتنی توفیق دیتا کہ وہ میری بیشمار برائیوں کو بغور دیکھتے ہوئے یہ بھی دیکھنے کی زحمت گوارا کرتے کہ حفظ الرحمٰن میں خدا پر بھروسہ کرنے اور اپنے ارادے پر قائم رہنے کی بھی صلاحیت ہے جس کی بدولت آج وہ معہ اپنے رفقائے سفر کے کعبہ اوّل کی طرف جا رہا ہے۔

سامان اسٹیشن پر پہونچ چکا ہے، میں اپنے معزز میزبانوں کے ساتھ دمشق کے اسٹیشن پر جا رہا ہوں اور اُن کا شکریہ ادا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوں چند منٹ میں یہ پُر لطف راستہ ختم ہو گیا، وسطِ شہر میں وہ عالیشان اسٹیشن بنا ہوا ہے جس کو پہلی نظر میں دیکھ کر یہ دھوکا

ہوتا ہے کہ کسی بڑے نواب کا ملاقاتی کمرہ ہے، یہ اسٹیشن ترکوں کے ذوقِ سلیم کا آئینہ دار اور ان کی شانِ حکومت کا علمبردار ہے، تمام چھت منقش، دیوار و در پہ گلکاریاں، کواڑوں پر سیپ کی پچی کاری جسے دیکھ کر بے اختیار زبان سے سبحان اللہ نکلتا ہے،

حجاز ریلوے کی اسکیم جس وقت قسطنطنیہ میں طے ہوئی تو یہ خبر یہاں تار کے ذریعہ سے پہونچی۔ گورنرِ وقت نے اس خوشخبری کی یادگار اس طرح قائم کی کہ وسطِ شہر میں ایک بلند مینار بنوا کر اُس کے اوپر تار کے کھمبوں کے نشانات قائم کئے، مینار کی چوٹی پر قسطنطنیہ کی مسجد کا نقشہ بنا ہوا ہے، دیکھنے والوں کی توجہ اس طرح مبذول کرائی گئی ہے کہ وہ بیک نظر اس منظر کو دیکھ کر یہ معلوم کرلیں کہ تار کے ذریعہ دمشق میں یہ خبر قسطنطنیہ سے آئی اسٹیشن پہونچکر ٹکٹ خریدے ریلوے اسٹاف سوٹ بوٹ پہنے ترکی ٹوپی میں نظر آیا، پلیٹ فارم پر جاکر دیکھا تو چھوٹی لائن کے ڈبوں پہ ایچ۔ آر حجاز ریلوے لکھا ہوا تھا شرکائے سفر کو مخاطب کرکے ہم نے مذاقاً کہا کہ آج آپ صاحبان حفظ الرحمٰن ریلوے پر سفر کریں گے، اللہ اللہ ترکوں کا قومی جذبہ اور مذہبی عزم کس قدر مبارک تھا کہ حجاز ریلوے نکالی، مدینہ منورہ کے دشوار گذار راستہ کو آسان تر بنایا، مزاراتِ عالیہ اور مقاماتِ مقدسہ کو زینت دینے میں کروروں روپیہ خرچ کیا لیکن اُن غدارانِ ملت اور دشمنانِ دین کو خدا غارت کرے جنھوں نے ایسے مخلص، ہمدردِ قوم اور اسلام کے سچے خادموں کیساتھ

دغا کی، ریل کی پٹڑی مدینہ منورہ تک اب تک بچھی ہوئی ہے لیکن آمدو رفت بند ہے خداوہ وقت جلد لائے کہ جن لوگوں نے مسافرینِ بیت اللہ کو آرام پہونچانے کیلئے یہ کوشش کی تھی وہی خدامِ کعبہ اس راستہ کو کھولنے پر قادر ہوں، آمین۔

ٹھیک آٹھ بجے صبح ہم سب اللہ کے بھروسہ پر اپنے دمشقی احباب سے رخصت ہوکر جانب قدس روانہ ہوئے حیفہ تک ترکوں کی انجینری کے کمالات دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔

پہاڑوں کے درمیان کس کس طرح بل کھاتی ہوئی کہیں نچائی میں کہیں اونچائی پر، کہیں درّوں میں کہیں غاروں میں ٹرین کو لے گئے ہیں کہ انسانی عقل دھوکا کھاجائے، ٹرین میں بیٹھے بیٹھے اکثر ہم لوگوں میں یہ بحث ہونے لگتی تھی، ایک کہتا کہ ٹرین اس پٹڑی سے آئی ہے، دوسرا کہتا کہ اُس سے، درمیانی اسٹیشنوں کی سیر اور مناظرِ قدرت کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہم ریل میں اُڑے چلے جارہے تھے سب سے پہلا اسٹیشن القدم دوسرا کسوہ پھر دہر علی، مستمیہ، حباب، حبب، محجہ، اقدرع، غزالہ درعہ جنکشن، مزیریب، ویزدن، سقادن، شجرہ، وادی خالد، الحمہ، سامخ، نہرایم، حس الجامع، بیت یوسف، بیسان، شطتہ، عین حارود، عفولہ کفریارخ، کفریموشع، ملے اکثر مسافر اسٹیشن پر اُتر کر چند منٹ میں خوش رنگ پھولوں سے دامن بھرلاتے، کئی جگہ تو پھولوں کی کثرت سے یہ دھوکا ہوا کہ ایک لیبل میں مخملی رنگین فرش بچھا ہوا ہے، تمام مسافر

دونوں طرف کھڑکیوں سے سر نکالے فطرت کی رنگینیاں دیکھنے میں مشغول تھے، درعہ اسٹیشن پر ہم سے پاسپورٹ لے لئے گئے اور ایک گھنٹہ کے بعد ہم کو شامی حکومت سے اخراج کی مہر لگاکر واپس دے دئے، سمخرہ سے فلسطین کی حکومت شروع ہوتی تھی وہاں بھی ہم سے پاسپورٹ طلب کئے گئے اور فلسطینی حکومت میں داخلہ کی مہر لگاکر واپس کردئے گئے۔

ساڑھے چھ بجے شام کو ہم بخیریت حیفہ اسٹیشن پر پہونچے، یہاں ہم کو اُترنا تھا اور یہ ہمیں دمشق ہی میں معلوم ہوچکا تھا کہ حیفہ میں رات کو ٹھہرنا ہوگا اور یہاں سے صبح آٹھ بجے قدس کے لئے ریل ملیگی، اسٹیشن ماسٹر سے ملاقات ہوئی، آدمی بہت شریف اور بھلے مانس تھے، انھوں نے ہمیں مشورہ دیا کہ ہم کسی ہوٹل میں قیام کریں اپنا آدمی بھیجکر اُنھوں نے ہوٹل کے منیجر کو اسٹیشن پر ہی بلوالیا، ہم سب کوکب الشرقیہ ہوٹل میں ٹھہرے، یہاں اور بھی بہت سے ہوٹل ہیں جو اسٹیشن سے قریب ہیں مگر زیادہ تر اُن کا انتظام عیسائیوں سے متعلق ہے اور شراب خواری و عیاشی کے اڈے کہنا ان کو کچھ بیجا نہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ہمیں ایسے بداخلاق ہوٹلوں سے محفوظ رکھا اور ہمارے شریف طبیعت مسلمان ملازمین ہوٹل نے نہایت آرام پہونچایا، ہمیں بستر تک کھولنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، مسہریوں پر خوب موٹے موٹے گدّے ان پر شفاف چادریں اور اوڑھنے کے لئے نہایت ملائم ونفیس لحاف اور دو تکئے موجود تھے، حیفہ کے ایک طرف سمندر اور دوسری جانب

پہاڑ ہیں اُس کی آبادی قدیم اور جدید دو حصّوں میں تقسیم ہے، جدید میں تو یہودی آباد ہیں اور قدیم میں مسلمان و یہودی دونوں، حیفہ بندرگاہ بہت پُر رونق ہے یہاں سردی کم معلوم ہوتی ہے مسلمان محبت سے پیش آتے ہیں اور حجاج سے اپنے لئے بھی دعا کی درخواست کرتے ہیں برعکس اس کے بمبئی و کراچی وغیرہ میں مسلمان دوکاندار حاجیوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

ہوٹل میں پہونچنے اور اپنے تمام سامان کو قرینہ سے رکھوانے کے بعد ہم لوگ کچھ دیر ادھر اودھر حیفہ کی سیر کرتے رہے، اس کے بعد آکر کھانا کھایا اور نماز پڑھ کر اپنی اپنی آرام دہ مسہری پر لیٹ کر نیند کے مزے لینے لگے۔

## حیفہ بندرگاہ

۱۲ر جنوری ۱۹۳۸ء ۹ر ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

صبح آنکھ کھُلی، ہمراہیوں کو اٹھایا نماز پڑھی، بقیہ سفر خیریت سے گذرنے کی دُعا مانگی، چار منگائی، ہوٹل کا حساب کیا، قدس جانے والی ریل ہوٹل سے دکھائی دے رہی ہے اور ڈبوّں پر پی، آر (فلسطین ریلوے) لکھا ہوا صاف نظر آرہا ہے۔ چار سے فارغ ہو کر اسٹیشن پر پہونچے، ٹکٹ دمشق ہی سے خرید لئے گئے تھے جو راستہ میں کم از کم پچاس جگہ چیک ہو چکے تھے،

حیفہ میں حضرت الیاس علیہ السّلام کا مقام اور اُن کی بی بی کا مزار ہے،

مقام حضرتِ خضرؑ بھی دور سے پہاڑی پر نظر آتا ہے، ٹھیک آٹھ بجے یہاں سے بھی ریل روانہ ہوئی، دلچسپ مناظر کا سلسلہ پھر شروع ہوا، ایک طرف لہریں مارتا ہوا سمندر، دوسری طرف سرسبز باغات اور عالیشان عمارات، تھوڑی دور چل کر سمندر اور پہاڑ ریل کی پٹری سے دور ہوگئے حیفہ سے مور جنکشن تک دونوں طرف نارنگی، سنترہ، اور مسمی کے باغات ہیں آج کل ان کی فصل ہے دونوں جانب سُرخ اور زرد پھلوں سے جنگل میں آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے یہی وہ خطۂ شاداب ہے جو یہودیوں کی نذر کیا گیا ہے حیفہ سے چل کر دوسرے اسٹیشن پر چند مسافر ہمارے ڈبے میں سوار ہوئے وطن کی بو آرہی تھی، دریافت پر معلوم ہوا کہ ہندوستانی ہیں پلٹن میں ٹھیکہ داری کرتے ہیں مصر جا رہے ہیں، ان سے یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ فلسطینی عربوں سے تمام سلاطینِ اسلامیہ نے یہ درخواست کی ہے کہ وہ زمانۂ حج تک خاموش رہیں، اس لئے فلسطین میں آج کل سکون ہے۔ مولا نے یہاں بھی اپنی شانِ کرم دکھا دی، کیوں نہ اس کی رحمت پر قربان ہوں، دس بجے کے قریب لد جنکشن پہونچ گئے، حیفہ سے لد جنکشن تک حسب ذیل اسٹیشن ملے (حیفا اوسط، عتلیت زخرون یعقوب، بنیا مینا، حفیفر، قاقون، طول کرم، قلقیلتہ، راس العین کفر جنس) یہاں ہم کو قدس کے لئے گاڑی تبدیل کرنی تھی اس لئے ریل سے اُترے، قدس جانے والی گاڑی تیار تھی اُس میں آرام کے ساتھ جا کر بیٹھے، راستہ پہاڑی ہے اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے آج کل

خاک اڑ رہی ہے، مگر ہمیں اس میں بھی لطف آ رہا ہے کہ کعبۂ اولیٰ جا رہے ہیں۔ کعبۂ اولیٰ بھی وہ کہ جہاں ، چمک اٹھے کوئی ذرّہ تو برقِ طور ہو جائے

## راہِ فلسطین

عزم ہے راہِ فلسطین کا ہمت دیکھو — مری تقدیر مرا جوشِ عقیدت دیکھو
لے چلے اُس رہِ اقدس کی طرف اب جذبات — جس سے سرکارِ دوعالم گئے معراج کی رات
اس زمیں نے بھی عجب رتبۂ اعلیٰ پایا — اللہ اللہ رے عروج اس کا فلک ہمسایا
انبیاء کا ہوا جس پہ کہ کئی بار نزول — جس کے طبقے کی کرامات ہوئی ہیں مقبول
یعنی جو قبلۂ اوّل ہے مسلمانوں کا — مسکنِ پاک ہمیشہ سے ہے ذیشانوں کا
عرش کی راہ اسی راہ میں ہاں شامل ہے — جس سے دیدارِ خدا ہو یہ وہی منزل ہے
آج اس ارضِ مقدس پہ ہے محشر برپا — قتل و غارت کئے جاتے ہیں مسلمان علما
ظلم یہ ہے کہ کریں منہ سے نہ ہرگز فریاد — ہوں غلامانِ محمدؐ نہ کہیں پر آزاد
رحم کر رحم خدا ان کو رہائی دیدے — پھر غلامانِ محمدؐ کو خدائی دے دے
اک دفعہ پھر تری وحدت کا سبق دہرائیں — کلمۂ حق کا زمانے میں علم لہرائیں

کفر و الحاد کا منہ دہر میں کالا کر دیں
شمعِ دینِ محمدؐ کا اُجالا کر دیں

لدجنکشن سے قدس تک، یہ اسٹیشن ملے، الرملہ، نعانہ، وادیٔ مریم، عرطوف، بیتر، آخری اسٹیشن پر گاڑی رکی تو یہاں سے بلند عمارات نظر آنے لگیں، دل کی حالت دگرگوں ہوئی، قدس کی حاضری تھی، نبیوں

کا شہر تھا، خاتم الانبیاء معراج کی شب یہاں سے عرش پر تشریف لیگئے تھے، رئیس الاحرار مولانا محمد علیؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنی تھی، تصورات کا یہ عالم کہ پلک جھپکنے سے پہلے نظر کے سامنے حجاب کے بیشمار پردے اُٹھ رہے تھے ایک ایک سکنڈ میں حالت بدلی ہوئی معلوم ہورہی تھی، اِسی کیف خودی و بیخودی میں اسٹیشن آگیا، دمشق سے جناب خواجہ ناظر حسن صاحب انصاری مہتمم زاویہ ہندی کو تار سے اپنے پہونچنے کی اطلاع دیدی گئی تھی، عبدالرحمٰن صاحب سے اُن کا حلیہ دریافت کرلیا تھا، اسٹیشن پر پہونچکر فطرت انسانی کے مطابق اسی حلیہ کے انسان کو آنکھیں تلاش کررہی تھیں مگر کہیں پتہ نہ تھا؛ اسباب اُتروانے کی فکر ہوئی خدا کے بھروسہ پر نگاہ کرکے تلاش موقوف کی، ابھی دو منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ ایک شخص نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں مجھ سے مخاطب ہوکر کہا، تلغراف آپ نے دیا تھا، خواجہ صاحب یہاں موجود نہیں ہیں، اُن کی بیگم صاحبہ نے آپ کے لینے کو مجھے بھیجا ہے، ہم نے خدا کا شکر بھیجا اور سامان اُتروا کر دو موٹروں پر رکھوایا گیا، پندرہ منٹ کے اندر سرزمینِ قدس پر پہنچ گئے، زاویہ ہندی مسلمانانِ ہند کے لئے گوشۂ عافیت ہے، ترکوں کی فیاضانہ طبیعت نے تمام دنیا کے مسلمانوں کے واسطے زمینوں کے ٹکڑے وقف کردیئے تھے، سب نے اپنی اپنی عمارات بنا کر اپنے ملکی بھائیوں کیلئے انتظام کرلیا تھا مگر ہندوستان کے بدقسمت مسلمانوں کی طرح زمین کا یہ ٹکرہ بے در و دیوار مدتوں تک پڑا رہا۔ خدا جنت الفردوس میں جگہ دے

مولانا محمد علی مرحوم کو کہ وہ کسی جگہ ہندی مسلمانوں کو نہ بھولتے تھے، ۱۹۲۲ء کے فلسطین وفد کی واپسی پر اس خدمتِ قومی کے لئے مرحوم نے خواجہ ناظر حسن انصاری صاحب کو منتخب کیا جو اس وقت خلافت ہاؤس بمبئی میں میں تھے، چنانچہ خواجہ صاحب نے بیت المقدس میں پہونچکر انجمن اسلامیہ قائم کی اور زاویہ ہندی کیلئے ایک اسکیم بناکر چندہ شروع کیا جسکی بدولت آج شاندار عمارت ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے بیت المقدس میں کھڑی ہوئی ہے اور خواجہ صاحب کی وجہ سے ہر سیاح کو وطنی لطف اور گھر کا سا آرام ملتا ہے، خواجہ صاحب ہمارے محترم دوست حاجی محمد نعیم صاحب انصاری کے عزیز ہیں نعیم صاحب نے اُن کے لئے مجھے خط بھی دیا تھا، موصوف کی عدم موجودگی شاق گذر رہی تھی اور ایک قسم کی کوفت تھی، میں خواجہ صاحب کے موجود نہ ہونے پر افسوس ہی کر رہا تھا کہ اوپر کے کمرہ سے جو خواجہ صاحب کا ذاتی مکان ہے بیگم انصاری تشریف لائیں، چہرہ پر نقاب پڑی ہوئی تھی، ہم لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا، آپ حضرات کسی قسم کی فکر نہ فرمائیں، انصاری صاحب ایک ضروری کام سے قدس کے باہر گئے ہوئے ہیں کل آجائیں گے، ہم نے موصوفہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جواباً عرض کیا کہ ہمارے سلئے ان کا ہونا نہ ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ ہم اس وقت اپنے مکان میں ہیں اور آپ ہماری بھابی ہیں، نعیم صاحب انصاری سے اپنے گھرے اور عزیزانہ تعلقات کا مختصراً الفاظ میں تذکرہ کرنا تھا کہ آؤ بھگت میں اضافہ شروع ہوگیا، رشتہ قائم

ہوتے ہی ہم سے پردہ ختم ہوگیا، اب ہم اُن کے دیور اور وہ ہماری شریف طبیعت، خوش مزاج، ہنس مکھ، اور نہایت ہی مہمان نواز بھاوج ہیں بے تکلف گفتگو ہونے لگی، ہم سب فیملی ممبر کی حیثیت سے اوپر کے کمرہ پر چاء کے لئے طلب کئے گئے، نہایت آراستہ اور شاندار کمرہ تھا انصاری صاحب نے زاویۂ ہندی کو بھی اسی شان کے ساتھ آراستہ کر رکھا ہے، متعدد کمرے ہر قسم کی ضروریات سے مکمل بنے ہوئے ہیں دو کمروں میں ہمارا سامان رکھا گیا تھا، اور ایسے متعدد کمرے زاویہ میں موجود تھے کہ بیک وقت بہت سے لوگ نہایت آسانی اور آرام کے ساتھ ٹھہر سکیں خواجہ صاحب نے زاویۂ ہندی کو پُر رونق بنانے میں ان تھک کوششیں کی ہیں اور دن رات محنت کرکے اس کو بہت شاندار بنا دیا ہے، چاء پر ہم نے اپنی نئی بھاوج صاحبہ سے عرض کیا کہ قدس کا قیام بہت کم ہے اس لئے پروگرام ایسا بنا لیجئے کہ یہاں کی کوئی چیز اس کم وقفہ میں دیکھنے سے نہ رہ جائے، "بہت بہتر" کا معقول جواب ہماری اُمید کے مطابق ملا، عملی طور پر موصوفہ نے لباسِ زیب تن فرما کر نقاب ڈالی اور ہمیں ہمراہ لیکر مسجدِ اقصیٰ کی جانب روانہ ہوگئیں۔

اللہ اللہ آج ہم سب اُس مقدس زمین پر کھڑے ہوئے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں کے قدم آئے، کلام پاک میں جس کی بزرگی وعظمت کا ذکر موجود ہے، سب سے پہلے زاویۂ ہندی کے ایک گوشہ میں دو رکعت نماز ادا کی، یہاں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے

چلہ کھینچا تھا، اس کے بعد مسجد اقصیٰ میں پہونچے، جس کی تعریف خود اس نے فرمائی ہے جس کا یہ گھر ہے۔

# مسجدِ اقصیٰ

تری تعریف کوئی کر سکے کیا مسجدِ اقصیٰ ۔۔۔ کہ جب قرآن میں لکھا ہو سبحان الذی اسریٰ
شہنشاہِ دو عالم نے پڑھی تجھ میں نماز آ کر ۔۔۔ تری عظمت مسلّم ہے ترا پایا فلک پیما
یہاں کل انبیا کی، کی امامت سرورِ دیں نے ۔۔۔ یہیں سے پھر براقِ خلد لیکر تا فلک پہونچا
تو وہ مرکز ہے جس پر ہے شبِ معراج کی عظمت ۔۔۔ جہاں سے عرشِ اعظم پر گئے شاہنشہِ بطحا
نہ ہو تاج المساجد نام کیوں تیرا زمانے میں ۔۔۔ ترے سر پہ رہا کرتا ہے ہر دم عرش کا سایا
عدوئے دیں ہوئے حیران دوریِ مسافت پر ۔۔۔ رسولِ پاک نے نقشہ ترا جب ہاتھ سے کھینچا
کہا کذبت سنکر جس نے وہ زندیق تھا بیشک ۔۔۔ جو بولا اُن کی صدقتُ وہی صدیق کہلایا

دعائیں بارگاہِ قدس تک میری بھی پہونچا دے
کہ رشتہ تیری منبر سے ملا ہے عرشِ اعظم کا

فاتح یورپ سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانہ کا جواہرات اور سونے کا بیش بہا کام، ملک عبدالعزیز کے عہد کی گلکاری آنکھوں کو خیرہ کئے دے رہی تھی، صخرہ شریف یعنی وہ حجر پاک جس کو تخت رب العالمین کہئے یا زینۂ رحمت اللعالمین سمجھئے، اسی پر پائے اقدس رکھ کر حضور سرور انبیا براق پر سوار ہوئے اور شب معراج عرش اعظم پر تشریف لیگئے قدوم پاک کے نشانات موجود ہیں اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک موجود

رہیں گے، یہ پتھر کہنے کو تو پتھر ہے لیکن سنگدلوں کو موم بنانے والا، ظالموں کو ظلم سے باز رکھنے والا، اور مظلوموں کی حمایت کرنے والا، بیکسوں کی جائے پناہ، بے بسوں کے لئے مرکز داد خواہ، حضرت یعقوب علیہ السّلام سے جس پر کلام فرماکر اللہ تعالیٰ نے طور سے زیادہ سربلندی دی خاتم الانبیا کو یہاں سے معراج کے لیئے بلاکر قبلۂ اول کا اسود بنادیا۔

اس کے نیچے حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت خضرؑ حضرت ابراہیمؑ اور آنحضرت صلعم کے مصلّے موجود ہیں، نبیوں کے نقش پا پر کھڑا ہوں، جبین نیاز بارگاہ بے نیاز میں اسی مقام پر جُھک رہی ہے جہاں اُس کے برگزیدہ پیغمبروں نے سجدے کئے، دونوں پر نماز بجا ہی اس حضوری میں یہ دوری ہے کہ دونوں میں سے ایک کو بھی نہیں چوم سکتا

جبیں کیا ہو نقشِ کفِ پا بھی دور یہ میرا مقدّر یہ میرا قصور
اب ایسے میں چشمِ کرم ہو حضور کرادیجئے بس یہیں سیرِ طور

جبیں بر جبیں ہوں قدم بر قدم
مزے آرہے ہیں خدا کی قسم

تمام مصلّوں پر دوگانہ ادا کیا، دُعائیں مانگیں، کون کون یاد آیا، کس کس کے لئے بارگاہِ ایزدی میں گڑگڑایا، اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ قبول کرلے تو سب پر خود بخود آشکارا ہوجائیگا، صخرہ شریف مسجد اقصٰی کے وسیع صحن میں بہت بڑی چٹان ہے جو قریب معلق ہے

اس کے نیچے تہ خانے ہیں اور اوپر نہایت شاندار گنبد بنا ہوا ہے، گنبد کے ارد گرد دوہرے دالان بنے ہوئے ہیں جو نہایت وسیع اور خوشنما ہیں، اس کے اندرونی حصہ میں نہایت نفیس طلائی کام ہو رہا ہے اور بیش قیمت رنگ برنگ جواہرات جڑے ہوئے ہیں۔ گنبد کی صنعتی عظمت سے صناعانِ یورپ دنگ ہیں اور تمام دنیا میں اس کا جواب نہیں ہے۔ سب سے پہلے اس مقدس پتھر کے اوپر حضرت فاروق اعظمؓ نے مسجد کے نام سے ایک عمارت تعمیر کرائی اس کے بعد اُسی مسجد کی یادگار میں عبدالملک بن مروان نے گنبد تعمیر کرایا جس کو بعد میں سلطان صلاح الدین نے یہ ترقی دی کہ آج اُس کی صنعت کا لوہا یورپ کے بڑے بڑے کاریگر مانے ہوئے ہیں۔ یہ ترقیاں اور تبدیلیاں ہوتی رہیں لیکن اب تک وہ مسجدِ عمرؓ کے نام نامی سے ہی منسوب ہے، اس مقدس جگہ پر آنکھوں والوں کے لئے اب بھی انوار الٰہیہ کی بارش ہوتی رہتی ہے دن اور رات زائرین کا مجمع رہتا ہے اور ہر وقت بآواز بلند صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے، آگے بڑھ کر مسجدِ اقصیٰ میں پہو نچ کے محرابِ عمرؓ میں نماز پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصاریٰ پر فتح حاصل کر کے نماز پڑھی تھی یہ محراب مسجد کے بائیں طرف ہے اور محرابِ فاروقی کہلاتی ہے۔

صاحبِ محراب کے عزم، ہمت، جلال، ایثار، استقلال، وقار، عظمت، بزرگی، فتوحات، معدلت اور اسلامی خدمات کے تصوّر سے

بدن میں تھرتھری پیدا ہو گئی، لیکن روح میں ایک ایسی تازگی اور بالیدگی معلوم ہوتی تھی کہ میں اپنے آپ کو نہایت مسرور اور سُبکسار پا رہا تھا، اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ ہم میں سے ہر مسلمان کو عزمِ فاروقی عطا فرما، آمین

مسجد کا منبر سلطان صلاح الدین ایوبی کی اولوالعزمی اور عقیدت کا گواہ ہے، اتنا بڑا اور شاندار منبر ہے مگر بے جوڑ، کہیں کیل کا پتہ نہیں! ایک لکڑی سے بنا ہوا ہے، اس قدر نفیس کھدائی ہو رہی ہے کہ نقش و نگار دیکھ کر حیرت ہوتی تھی، منبر کے اوپر بھی گنبد بنا ہوا ہے جو سونے کے کام سے مزین ہے منبر شریف کے سامنے دو شمعدان بہت اونچے رکھے ہوئے ہیں، تھوڑی دور پر وہ پتھر دیکھا جس پر حضرتِ عیسیٰؑ کے پنجہ کا نشان اب تک موجود ہے اور آپ بحکمِ خدا جس پر سے آسمان پر تشریف لے گئے،

مسجدِ اقصیٰ کا وہ حصہ بھی دیکھا جو رومیوں کے زمانہ میں گرجا بنا ہوا تھا، مصلی حضرت ادریسؑ مقام حضرت زکریاؑ مقام تختِ سلیمانؑ مسجد کے نیچے تہ خانہ میں قیام گاہ حضرتِ مریم اور جائے پیدائش حضرت عیسیٰ اور وہ مقام جہاں حضرتِ عیسیٰؑ کو چالیس روز ایک پتھر کے جھولے میں رکھا، قید خانۂ جنات اور وہ جگہ جہاں حضرتِ سلیمان نے کھڑے ہو کر جنات سے مسجد کی تعمیر کا کام لیا، وہ مقامِ پاک جہاں لا کر معراج کی شب براق کو کھڑا کیا گیا، یہودیوں کی معبدگاہ دیوارِ گریہ غرضیکہ مسجدِ اقصیٰ کی ہر ایک چیز آنکھیں کھول کر خوب دیکھی یہاں کا چپہ چپہ سر جھکانے کے لائق ہے جگہ جگہ نمازیں پڑھیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

مسجد اقصیٰ قدیم وضع کی بہت مضبوط اور بڑی شاندار عمارت ہے، حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس کو اعلیٰ پیمانہ پر تعمیر کرایا تھا، اب آکر اس کی دیواریں کچھ کمزور ہو چلی تھیں جن کی از سرِ نو مرمّت اور تعمیر اس طرح پر ہوئی کہ قدیم گنبد اپنی جگہ بدستور قائم رہا اور دیوار و در کی نئی تعمیر ہوئی تمام ممالکِ اسلامیہ سے اس کے لئے چندہ وصول ہوا تھا، مسجد اقصیٰ کے زیریں حصہ میں بطور تہ خانے کے بڑی شاندار اور وسیع عمارت بنی ہوئی ہے، ایک طرف کو میدان میں بھی نیچے کی طرف عمارتیں بنی ہیں جن کو حضرت سلیمانؑ کا اصطبل بتلایا جاتا ہے، ان زمین دوز عمارتوں میں اُترنے کے لئے زینے بنے ہوئے ہیں ہوا اور روشنی کافی ہے، مشہور ہے کہ اسی طرح پر یہاں بکثرت زمین دوز عمارات ہیں جن میں عجائب و غرائب چیزیں محفوظ ہیں اور اس رازِ سربستہ سے خاص خاص حضرات اب بھی واقف ہیں اور سینہ بسینہ یہ راز ہمیشہ اسی طرح محفوظ رہتے چلے جائیں گے، مسجد اقصیٰ کا احاطہ اس قدر وسیع ہے کہ دنیا کی تمام مساجد کے صحن کو یہ وسعت حاصل نہیں، مگر یہ دیکھ کر سخت کوفت ہوتی ہے کہ اس جگہ پر جہاں کا ذرّہ ذرّہ سجدہ گاہِ مرسلین و ملائک ہے اور جس پر فخر و افتخار کے ساتھ جبینِ نیاز جھکانا فرضِ اسلامی ہے اس جگہ پر ایک طرف کو افتادگی اور ناہمواری کے سبب اکثر لوگ جوتے پہنے ہوئے پھرتے ہیں، ایک طرف کو چبوترہ پر ہیکل سلیمانی کے کچھ کچھ نمونے موجود ہیں، مسجد اقصیٰ کے احاطہ میں مغربی جانب دو منزلہ عمارتیں ہیں اور

جنوب کی طرف اکھڑا پڑا وہ ہے، ایک طرف کو کنارے پر کچھ غیر ترتیبی سے چند حجرے بنے ہوئے ہیں، مفتئ اعظم کے سرکاری دفاتر انھیں دو منزلہ عمارات میں ہیں، اسی طرف کے احاطہ کی پشت دیوارِ گریہ ہے جہاں دن اور رات یہودی سر مار مار کر روتے رہتے ہیں جن کو دیکھ کر ہنسی آتی ہے اس لئے پہلے تو گلی میں ایک بورڈ لگا رہتا تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ "خبردار یہاں کوئی ہنسے نہیں اور نہ رونے والوں کا مذاق اُڑائے، اب باقاعدہ وہاں پہرہ رہتا ہے اور اس طرف جانے کی اجازت نہیں، مگر ہم اُدھر بھی ہو آئے،

یہودی توریت پڑھ پڑھ کر یہاں دُعا مانگتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ ہم کو مل جائے جب تک ایسا نہ ہوگا ہماری قوم کی روحیں نجات حاصل نہیں کر سکیں گی، اس کے روبرو مشرقی کنارہ پر حضرتِ سلیمان علیہ السّلام کا مزار ہے، یہیں پر کچھ آثارِ قدیمہ ہیں جو بحالت ویران نظر آتے ہیں اور اُن میں عجائبات دفن ہیں۔

ان تمام مقاماتِ مقدسہ کو دیکھتے ہوئے ہم اُس مرکزِ ملت پر پہونچے جہاں مسلمانانِ ہند کا ناخدا، اسلام کا سچا فدائی، کعبہ کا حقیقی خادم، مدینہ کا سچا شیدائی اور اُمتِ محمدیہ کی تباہی و بربادی پر ہمیشہ غم کے آنسو بہانے والا، غریبوں کا ہمدرد بیکسوں کا ساتھی، مغروروں کا دشمن کمزوروں کا سہارا، مولا کا دیوانہ جو آزاد ہونے کے لیے گیا تھا اور جس نے دیارِ غیر میں مر کر آزادی حاصل کی اور اپنے جذبۂ حقیقی کی بدولت یہ

مرتبۂ اعلیٰ پایا کہ آج مسجد اقصیٰ کے اندر، نبیوں کے برابر صخرہ شریف کے سامنے دالان میں لیٹا ہوا ابدی نیند کے مزے لے رہا ہے، یعنی مجاہدِ اعظم، ضیغمِ ملّت، رئیس الاحرار، خادمِ کعبہ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر پہونچے، میری قلبی حالت متغیر ہوگئی بے اختیاری کا قبضہ تھا، آنسوؤں کی بن پڑی، میں نے دل کو مضبوط کر کے فاتحہ پڑھی اور عرض کیا۔

## مولانا محمد علیؒ کی قبر پر

شہیدِ مُلک و ملّت چشمِ گوہر بار لایا ہوں
میں مرقد کے لئے کچھ آنسوؤں کے ہار لایا ہوں

بجائے چادرِ گل دامنوں کے تار لایا ہوں
تمنّا دید کی اور حسرتِ گفتار لایا ہوں

سرِ دربار ہوں آزاد ہے اب تو زباں میری
سُنی جائے تو سُن لیجے بڑی ہے داستاں میری

اکیلا چھوڑ کر اہلِ وفا کو جب سے آپ آئے
مصیبت کے ہیں بادل آسماں پر ہر طرف چھائے

حکومت نے شرارت کی کماں سے تیر برسائے
ذرا موقع ملا تو رنگ لائے اپنے ہمسائے

کیا برباد اپنوں نے ہمیں آفت یہ آفت ہے
کہ جائز ہوگئی ایماں فروشی بھی قیامت ہے

ہوا ہے منتشر پھر ملّتِ بیضا کا شیرازہ
بھگتنا پڑ رہا ہے قوم کو غفلت کا خمیازہ

نظر آتا ہے مکّاری کا چہرہ پر ابھی غازہ
ہوا ہے خود فروشوں کا ہمیں اسوقت اندازہ

نظر آتی ہے جیبوں میں شرافت آج انساں کی
تجارت ہو رہی ہے ہر طرف خونِ مسلماں کی

دعا کیجے جو ہیں گمراہ راہِ راست پر آئیں
گھٹا نصرت کی بن کے دشمنانِ قوم پر چھائیں

کسی کی کثرت و دولت سے یہ ہرگز نہ گھبرائیں
پڑی ہیں گتھیاں جو دینِ حق میں اُن کو سلجھائیں

نہ ڈالیں تفرقے سرکارِ دو عالم کی اُمت میں
خدا پھر رنگ دے اُن کو بھی رنگِ آدمیت میں

مسلماں کی رگوں میں ہو دوبارہ زندگی پیدا
گلستانِ حقیقت میں ہو رنگیں تازگی پیدا

اندھیری رات میں پھر نور کی ہو چاندنی پیدا
الٰہی قوم مسلم میں ہزاروں ہوں جری پیدا

عداوت ہو نہ کلفت ہو مصیبت ہو نہ آفت ہو
مسرت اور رواداری کی دنیا میں حکومت ہو

جی بھر کر رو دیا، دل کھول کر داستانِ غم سُنائی، جس جس نے پیام پہونچایا تھا عرض کیا، مسلسل اشکوں کے تار سے آنکھوں کے سامنے چلمن پڑی ہوئی تھی جس سے چھن چھن کر نگاہیں مزارِ مبارک کے ذرّہ ذرّہ میں جلوۂ حریت کی جھلک دیکھ رہی تھیں اسی عالمِ کیف میں پردۂ حجاب اٹھا، مولانا کی قومی خدمات، دردِ دلی، زورِ قلم، شانِ تکلم، جذبۂ ایثار، حیاتِ اسیری، ہوسِ آزادی، ایک ایک کرکے سب آنکھوں کے سامنے سے گذر گئیں تو فطری شاعری کے اوراق پیش نظر تھے جلی حروف میں ایک شعر لکھا ہوا نظر آیا، اور میں نے سمجھ لیا کہ میرے اور میرے دوستوں کے پیغامات کا یہی جواب ہے۔

تو طیرا بابیل سے ہرگز نہیں کمزور
بیچارگی پہ اپنی نہ جا شانِ خدا دیکھ (جوہر)

یہاں سے ہٹنے کو کس کا دل چاہتا تھا، شمعِ حرّیت سامنے ہو اور پروانۂ محبت اُسے چھوڑ کر چلا جائے ممکن نہ تھا، لیکن ہماری نئی بھاوج صاحبہ کا پیہم اصرار تھا کہ اب شام ہوگئی ہے مکان کو واپس چلئے۔ مجبوری تھی مکان کو واپس ہوئے، رات کا کھانا انھیں کے کمرہ میں جا کر کھایا، بڑی شریف اور خلیق خاتون ہیں، اس محبت سے ہماری گائڈ اور بھابی صاحبہ کی بہن بن کر فرائض میزبانی ادا کئے ہیں کہ بارِ احسان سے سبکدوشی ممکن نہیں، اللہ کی شان ہے کہ موصوفہ کی موجودگی نے انصاری صاحب کی عدم موجودگی کو محسوس تک نہیں ہونے دیا، او

اس دورِ پُر فتن میں ہر جگہ رہبری کی،

## قدس کی سیر

۱۳ر جنوری ۱۹۴۷ء ۱۰ر ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

ہماری نئی بھابی صاحبہ کو ہمارے مختصر قیام کا پتہ ہے، دمشق میں تین روز پروگرام سے زیادہ ٹھہرنے کے سبب یہاں کے قیام میں کمی ہو گئی ہے اس لئے صبح کی چاء پینے کے بعد سیر کی تیاری کی اُنھوں نے دو موٹروں کا انتظام کل شام ہی کو کر لیا تھا، تمام دن انھوں نے ہماری رہنمائی کر کے قدس کا ایک حصہ پورا دکھا دیا۔ انگریزوں اور یہودیوں کے قبرستان کتب خانۂ یہودیہ، دیکھتے ہوئے اُس جگہ پہونچے جہاں حضرتِ عیسیٰؑ کو پھانسی دینا بتایا جاتا ہے، یہاں سے چلے تو حضرت رابعہ بصری اور شیخ محمد العلمی ولی اللہ کے مزارات ایک ہی گنبد میں بنے ہوئے دیکھے، فاتحہ پڑھ کر آگے بڑھے تو پیغمبرِ خدا حضرت عزیر علیہ السّلام کے مزار پر دوگانہ ادا کیا، یہاں چھوٹے بچوں کا ایک مدرسہ تھا۔ یہ مدرسہ انصاری صاحب نے قائم کرایا ہے جس میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کا بہترین انتظام ہے اور موصوف دن رات اس کو ترقی دینے کی فکر میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس مقصدِ مبارک میں کامیابی عطا فرمائے، آمین

سب کو نقدی تقسیم کی، پہاڑی علاقہ شروع ہوا، غیر آباد مقام پر چل رہے ہیں، راستہ میں صرف دو قریہ نظر آئے چھ سات میل کا ایک ٹکڑا ایسا ملا جو سطحِ سمندر سے سینکڑوں فٹ نیچا ہے، ایک پہاڑ پر حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے، ایام محرم میں یہاں بڑا شاندار میلہ ہوتا ہے جس میں قدس کے علاوہ نواحِ قدس کے بھی لاکھوں انسان جمع ہوتے ہیں، ہر سال ان ایام میں لکڑی کی جگہ یہاں کے پتھر جلائے جاتے ہیں ان تاریخوں کے بعد پھر پتھر نہیں جل سکتے، اللہ تعالیٰ کی شان اور اُس کی قدرت کس قدر نمایاں ہے، فاتحہ پڑھ کر دُعا مانگی۔

دکھا دو ہمیں اک جھلک نور کی
چمک جائے تقدیر پھر طور کی

یہ مقام جہاں اِس وقت ہم موجود ہیں سیدنا موسیٰ کہلاتا ہے اور بیت المقدس سے پچیس تیس میل کے فاصلہ پر ہے، یہ میلہ جس میں مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو کر فن حرب کا مظاہرہ کرتے ہیں سلطان صلاح الدین کا قائم کیا ہوا ہے جو آج تک اُسی شان سے جاری ہے ہر سال مصر، شام، عراق تک سے آ آ کر لوگ جمع ہوتے ہیں، اوقاف کی طرف سے کھانا وغیرہ مفت تقسیم ہوتا ہے اور تقریباً پانچ لاکھ روپیہ ہر سال اس موقع پر خرچ ہوتا ہے، سلطان صلاح الدین نے مسلمانوں میں جوشِ جنگ اور اتحاد باہمی پیدا ہونے کے لئے اس میلہ کی بنیاد ڈالی تھی، یہود و نصاریٰ اب تک ان دنوں میں خائف رہتے ہیں اور اکثر اس موقع پر گھروں سے کم نکلتے ہیں، ہفتہ عشرہ تک نہایت دھوم دھام رہتی ہے فلسطین سے سیدنا موسیٰ تک دن رات سواریوں اور تماشائیوں کی آمدورفت رہتی ہے، قیام کے واسطے سرکاری عمارتیں بھی ہیں مگر عام

طور پر لوگ اپنے اپنے انتظام سے ڈیرے اور خیمے لے جاتے ہیں، اطراف کی ریلوں کا کرایہ بھی ان دنوں میں نصف کر دیا جاتا ہے۔

یہاں سے روانہ ہو کر مقام ڈیڈسی (بحر مردار) پر پہونچے جہاں یہودیوں کے بڑے بڑے نمک کے کارخانے ہیں، روزانہ لاکھوں من نمک بنایا جاتا ہے، اس پر چاروں طرف یہودیوں کا قبضہ ہے صرف ایک گھاٹ مسلمانوں کے لئے ہے، وہاں پہونچکر ہم سب نے اس پانی میں غسل کیا، یہ پانی جملہ جلدی امراض کے لئے مفید بتایا جاتا ہے، روزانہ بیمار آتے رہتے ہیں، اس پانی میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کبھی آدمی کو ڈوبنے نہیں دیتا بلکہ اوپر ہی اوپر تیراتا ہے خواہ آدمی تیرنا نہ جانتا ہو مگر اس پانی میں تیرنے لگتا ہے اور پانی خود بخود اوپر کو اٹھائے رہتا ہے نیچے کی طرف نہیں کھینچتا۔

یہاں سے دس میل آگے اور بڑھ کر حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں پہونچے، بربادی کے بعد دوبارہ آباد کی گئی ہے مگر عجیب قدرت ہی کہ سردی کے موسم میں بھی یہاں انتہائی گرمی رہتی ہے اور اکثر شوقین موسم سرما کا شملہ سمجھ کر یہاں آکر اقامت گزین ہوتے ہیں، اس بستی کا نام ریحہ ہے جسے انگریزی میں جیریکو کہتے ہیں، یہاں کیلہ، نارنگی، سیب، ناسپاتی بہت عمدہ اور ارزاں فروخت ہوتے ہیں، آبادی سے تھوڑی دور ایک چشمہ ہے جس کا پانی نہایت صاف اور ہاضم ہے یہاں ہم سب نے کھانا کھایا اور واپس ہوئے، راستہ میں وہ غار دیکھا جس میں حضرت مریم

پوشیدہ رہی تھیں، یہاں حضرت مریم کی والدہ اور یوسف بخار کا مزار ہے، نصرانیوں نے اس کو خوب رونق دے رکھی ہے۔
سونے اور جواہرات سے مرصع بیشمار تصاویر ہیں، حضرتِ عیسیٰؑ کا تاج بھی جواہر کا بنا ہوا ہے، اس غار کے قریب ہی ایک شاندار گرجا ہے جس پر کئی گنبد بنے ہوئے ہیں اور اُن پر طلائی نقش ونگار ہو رہے ہیں، اس گرجا کو آرائش دینے میں تمام نصرانی حکومتیں برابر کی شریک ہیں، صحن میں زیتون کے درخت ہیں جن کے نیچے بیٹھ کر حضرت عیسیٰ وعظ فرمایا کرتے تھے، اسی مقام پر حضرت عیسیٰؑ کو قید رکھنا بتایا جاتا ہے۔
یہ تمام مقامات دیکھ کر عصر کے قریب مکان کو واپس ہوئے، بارش شروع ہو گئی تھی مغرب کی نماز بیت المقدس میں پہونچکر صخرہ شریف کے گنبد میں پڑھی، بعد نماز گھر پہونچے، انصاری صاحب تشریف لے آئے تھے آن سے ملاقات ہوئی، بڑی محبت سے ملے، رات کو بہت دیر تک مختلف موضوعات پر دلچسپ گفتگو رہی، بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں کل سے خیال تھا کہ سرزمین بیت المقدس کے متعلق ایک نظم ہو جائے آج کچھ شعر ہو گئے تھے بستر پر لیٹتے ہی نظم پوری کرنے کی ٹھہری اور پھر دن بھر کے سفر کی تکان آرام کے ساتھ میٹھی نیند سو کر اتارنے لگے۔

# بیت المقدس

سبحان اللہ قسمت آج اُس خطّے میں داخل ہے جہاں اک اک مزارِ پاک جنت کے مقابل ہے
جہاں کا ذرہ ذرہ طور کے جلوے میں شامل ہے جہاں اللہ والوں کی فقط ہر وقت محفل ہے
یہاں انوارِ رحمت کی ہمیشہ ہے فراوانی
حقیقت میں یہاں کی خاک ہے تختِ سلیمانی

یہ وہ خطہ ہے جو پیغمبرانِ دیں کا مسکن ہے پرستارانِ وحدت کا جہاں آباد گلشن ہے
اگر کعبہ زمیں کا دل تو یہ دُنیا کا دامن ہے درخشاں نورِ عرفانی سے ہر اک س کا مدفن ہے
بجائے ابرِ باراں اس جگہ رحمت برستی ہے
یہاں رفعت برستی ہے یہاں عظمت برستی ہے

یہاں کی خاک مل جائے جسے پُر نور ہو جائے ضیائے مہرِ وحدت قلب پر مستور ہو جائے
ہر اک دل بہرہ تو حقے سے خود معمور ہو جائے چمک اُٹھے کوئی ذرّہ تو برقِ طور ہو جائے
یہاں صخرہ، یہاں مسجد عمر اور قبرِ جوہر ہے
جو آنسو اس میں گر جائے وہی جنت کا گوہر ہے

۱۴ جنوری ۱۹۳۶ء **جمعتہ الاقصیٰ** ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

آج صبح سے تقدیر پر ناز کر رہے ہیں کہ نمازِ جمعہ مسجد اقصیٰ میں ادا ہو گی اس مسرت پر ہزاروں خوشیاں قربان ہیں اور اس نعمتِ عظمیٰ پر کروڑوں

خواہشات دنیا نثار کی جا سکتی ہیں، چار کے بعد نہانے دھونے کی تیاریاں ہوئیں اِس سے فارغ ہو کر کھانا کھایا اور انصاری صاحب کے ساتھ قبل از وقت نکل کھڑے ہوئے، بازار میں ہوتے ہوئے اور جدید و قدیم شہر کو دیکھتے ہوئے شہدائے عظام کے قبرستان میں پہونچے، یہاں وہ مجاہدانِ دین مدفون ہیں جنہوں نے سُلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ پرچمِ اسلامی کے سائے میں جامِ شہادت نوش کیا، یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ مفتی اعظم فلسطین نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے اس قومی اور تاریخی یادگار کا کچھ حصہ منہدم کرا کر چند عمارات بنا لی ہیں اور اُس متبرک جگہ سے ایک گندا نالہ نکال دیا ہے جس میں ہر وقت غلاظت اور تعفن رہتا ہے ؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے،

باب النصر سے ہوتے ہوئے باب الخلیل سے شہر قدیم میں داخل ہوئے بازار مسقف تھا مگر کشادہ کم، چہل پہل اور آمد و رفت کا یہ عالم کہ راستہ چلنا دشوار، مختلف مقامات پر ہوتے ہوئے ۱۱ ½ بجے مسجد اقصیٰ میں پہونچے، اللہ اللہ جمعہ کی نماز اور مسجد اقصیٰ میں، یہاں کی نماز اور نمازیوں کا کیا کہنا، ایک سجدہ مقبولِ بارگاہِ ذوالجلال ہو جائے تو ساری عمر کی عبادت کا لُطف آجائے، ہم سے پہلے نمازیوں کی کثیر تعداد پہونچ چکی تھی اور تمام حضرات تلاوت و اذکار میں محو تھے، خطبہ سے قبل علمائے کرام اور مشائخ عظام مذہبی لباس پہنے ہوئے تشریف لائے اس گروہ میں سب سے آگے جو عالم صاحب تھے اُن کے ہاتھوں میں سُلطان

صلاح الدین ایوبی کے دو سبز علم تھے جس وقت یہ حضرات مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے ہیں، تمام نمازیوں کی توجہ اُن کی طرف منعطف ہوگئی اور ہر ایک کے دل میں جذبۂ قومیت و نصرت پیدا ہوگیا، علماء کی جماعت بآواز بلند تکبیر اور درود شریف پڑھ رہی تھی جس سے قلب پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا تھا،

یہ دونوں علم سُلطان صلاح الدین کے ساتھ جہاد میں رہتے تھے، منبر کے سامنے لاکر دونوں طرف کھڑے کردئے گئے، اِس کے بعد خطیب صاحب منبر پر تشریف لائے، اور نہایت جوش کے ساتھ بُلند آواز سے خطبہ پڑھا، خطبہ میں امیرالمومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اور سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نمایاں تھا کہ ان دونوں بزرگ ہستیوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت المقدس پر قبضہ کیا اور اُس کی عظمت و شان برقرار رکھتے ہوئے ہر قسم کی ترقی دی، نمازیوں کے دلوں پر خطبہ کا خاص اثر معلوم ہو رہا تھا، اس کے بعد نماز جمعہ ہوئی، ختم ہونے اور دعا مانگنے کے بعد ہم لوگ مسجد اقصیٰ کے تہ خانوں کو دیکھنے کے لئے نیچے اُترے، ایک تہ خانے میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کے آنے کا راستہ تھا، دو ستون اُسی وقت کے اب تک محفوظ ہیں، غارالانبیا جہاں بہت سے پیغمبروں نے عبادت کی وہ مقام جہاں حضرت مریم رہیں اور حکم خدا سے جبریل امین نظر آئے اور حمل قرار پایا، وضع حمل کے بعد بھی چالیس روز حضرتِ عیسیٰ کو پتھر کے جھولے میں نہیں محفوظ رکھا

تھا، حضرت داؤد علیہ السّلام اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کے گھوڑوں کے اصطبل دیکھے جن میں پتھروں پر انگور کی بیلیں اس قدر نفیس تراشی گئی ہیں کہ دیکھ کر صناعی اور کاری گری پر عقل حیران ہوتی ہے، دو گھنٹہ تک موم بتیوں کی روشنی میں ان تہ خانوں کو خوب دیکھا، ان سے نکل کر مولانا محمد علی مرحوم کے مزار پر پہونچے، ایک پھاٹک لگا ہوا ہے برابر ہی جنگلہ ہے جس پر بورڈ آویزاں ہے، جنگلے کے قریب کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی، قبر شریف پر سیاہ غلاف پڑا ہوا ہے، سرہانے ایک پھولوں کا ہار لٹک رہا تھا، سامنے کی دیوار پر کندہ تھا۔

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

ارادہ تھا کہ مزار پر کھڑے ہو کر ایک فوٹو لیا جائے گا، فوٹوگرافر سے بھی کہہ دیا تھا مگر دو مجبوریاں ایک ساتھ حائل ہو گئیں اول تو اس وقت بارش ہونے لگی دوسرے یہ کہ اس دالان کی جس میں مزار شریف ہے مرمت ہو رہی ہے ملبہ چاروں طرف پڑا ہوا تھا، انصاری صاحب کی رائے نہیں ہوئی کہ ایسی حالت میں جب کہ چونہ اور پتھر کا انبار لگا ہو، مزار زعیم ہند کا فوٹو لیا جائے، انھوں نے وعدہ فرمایا کہ درستی ہونے پر اور جب میں ہندوستان پہونچ جاؤں گا تو وہ فوٹو لے کر میرے پاس بھیجدیں گے۔ بارش زیادہ ہونے لگی تو ہم لوگ مکان کو واپس ہو گئے اور بقیہ حصہ دن معہ دس گیارہ بجے شب کی انصاری صاحب کی محبت بھری باتوں میں بسر ہوا،

# مقام خلیل الرحمٰن

۱۵ر جنوری ۱۹۳۸ء ۱۲ر ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

صبح اُٹھ کر فریضۂ اوّل ادا کیا، چائے پی کر دو موٹریں منگوائیں اور مقام خلیل الرحمٰن کو روانہ ہوئے، باب الزاہر کے قریب یہودیوں کی ستر برس قبل کی سب سے پہلی آبادی دیکھی جس کا نام مادشورم (یعنی سو گھر ہے)، برٹش کیمپ دیکھتے ہوئے قبۃ الراحیل (حضرت یعقوب علیہ السلام کی بی بی کو مزار) پر پہونچے جو حضرت یوسفؑ کی والدہ ہیں، فاتحہ پڑھی اِمیلو تک زیتون کے درخت کے جھنڈ نظر آتے ہیں، یہاں سے فردوس سلیمانی پر گئے جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کے تین تالاب بہت بڑے بڑے دیکھے جن سے اس وقت میں آبپاشی ہوتی تھی، اس سے آگے بڑھے تو خلیل الرحمٰن گیٹ اور شہر پناہ کا حصہ دیکھا، اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خیمہ لگایا تھا اور یہیں سے بی بی ہاجرہ کو مکّہ معظمہ کے بیابان جنگل میں چھوڑنے کے لئے لے گئے تھے، یہاں پر جب بی بی سائرہ کا انتقال ہوا تو غار الانبیا میں جسے عفرون حطّی سے خریدا تھا دفن کیا، اس غار میں اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار پیغمبر مدفون بتائے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، بی بی سائرہ، حضرت اسحٰقؑ اور اُن کی بی بی رفقہ، حضرت یعقوبؑ اور ان کی دوسری بی بی لائقہ، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مزارات نمایاں ہیں، بنہایت عالیشان مسجد اور سب سے پہلا اور پرانا منبر ہے جسے سُلطان صلاح الدین استغلان

سے لائے تھے، یہاں پر زیادہ وقت درود شریف اور نماز پڑھنے میں گذرا، عجیب مقدس مقام ہے۔ ذرّہ ذرّہ نورِ وحدت سے معمور ہے، رحمتِ خداوندی برستی ہوئی معلوم دیتی تھی، قلب کی وجدانی کیفیت تھی اور ہم اپنے جسم کے اندر خون کی جگہ ایک نورانی لہر دوڑتی ہوئی محسوس کر رہے تھے، اللہ کی شان کہ بیشمار نبیوں کے درمیان کھڑے ہوئے عرش والے سے دعا مانگ رہے ہیں کیا عجب کہ کوئی معصوم روح ہمارے دردِ دل پر ترس کھا کر آمین کہہ دے اور بارگاہِ کبریائی میں وہی گنہگاروں کی سفارش متصوّر ہو کر پروانۂ نجات کا سبب بن جائے: کچھ بعید نہیں، اُس کی رحمت سے ہر طرح کی امید ہے۔ جو شراب خانوں میں شرابیوں کی، قمارخانوں میں جواریوں کی، قیدخانوں میں قیدیوں کی دعائیں مقبول کرتا ہے کیا وہ غار الانبیا میں پرستارانِ وحدت، دیوانگانِ محمدؐ، اور گنہگارانِ ملّت کی دُعائیں ٹھکرا دے گا نہیں کبھی نہیں،

ہمیں اس کی رحمت پر بھروسہ ہے، وعدہ پر یقین ہے اور عینی مشاہدہ ہے کہ وہ کسی کو محروم رحمت نہیں رکھتا، مانگنا شرط ہے، مانگنے کا طریقہ معلوم ہونا چاہیئے، عاجزی اور اشکباری، گڑگڑانا اور دامن پھیلانا ہمارا فرض، بخش دینا اور معاف کر دینا اس کی عادت، اُس کی نگاہِ کرم کی ایک جنبش ناریوں کو نوری بنا دے، عاصیوں کو معصوم کر دے، مجرموں کو بے جرم ٹھہرا دے، ہمیں اس کے فضل وکرم سے کسی وقت مایوسی نہیں اور اسوقت بھی بارگاہِ بے نیاز میں سرِ نیاز جھکائے ہوئے

رحم و کرم کی التجا کر رہے ہیں اور ہمیں یقینِ کامل ہے کہ ہماری دعائیں مقبولِ بارگاہ ہوئیں کہ چاروں طرف نور ہی نور نظر آرہا ہے اگر اس کے برعکس ہوتا تو یقیناً ہماری نظر میں دنیا تیرہ و تار ہوتی، مولا تیری شانِ سخا کے نثار کہ گنہگاروں کی سُن لی، اور ہمیں آلائش گناہ سے پاک صاف کرکے اس مجمع معصومین میں توفیقِ عبادت عطا فرماکر اس قابل کیا کہ ہم یہاں سے پاک و صاف ہوکر تیرے مقدس گھر میں حاضری دینے کے قابل ہوں، تیری مشیت سمجھ میں آئی کہ کعبہ کی حاضری سے پہلے بانی کعبہ کی خدمت میں حاضری دینی لازمی تھی،

مولا ترے نثار کہ بندہ بنا دیا
پہلے سے میری آنکھ کو سب کچھ دکھادیا

ظہر کی نماز اور کھانے سے فارغ ہوکر تقدیروں پر ناز کرتے ہوئے واپس ہوئے، جائے ولادت حضرتِ مسیح علیہ السلام پر پہونچے، عیسائی عبادت کر رہے تھے، وہ مقام دیکھا جہاں قبل از اسلام ایرانیوں نے حملہ کرکے آگ لگائی تھی، دھوئیں کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ قریب ہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے لئے چشمہ اور کھجور کا درخت پیدا کیا تھا، اس قصبہ کا نام بیت اللحم ہے یہاں سیپ کا سامان نہایت عمدہ بنایا جاتا ہے۔ مکان واپس ہوکر بارہ بجے رات تک اپنے معزز میزبانوں کی صحبت کا لطف اٹھاتے رہے، انصاری صاحب اور مریم کا مجھ سے یہ فرمانا کہ آج تک قدس میں ایسی دلچسپ ہستی کا گذر

نہیں ہوا میری عزت بڑھانے کیلئے کافی تھا۔ لیکن ان کا یہ فقرہ سونے پر سہاگے کا کام کرگیا کہ وفا صاحب جس جگہ کمرے میں بیٹھے آپ چائے پی رہے ہیں یہیں رئیس الاحرار نے بیٹھ کر چائے پی، اسی جگہ ڈاکٹر انصاری نے آرام کیا اور اسی مقام پر مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں نے کھانا کھایا، صبح کو ہماری روانگی تھی اور ان دونوں اخلاقی مجسموں کا اصرار کہ ابھی دو چار دن اور قیام رہے مگر ہمارے سامنے کعبہ اور وقت کم تھا، اس لئے معذرت چاہی، دونوں میاں بیوی شرافت و ایثار کی تصویر یں انسانیت ووفا کے پتلے اور محبت و مروت کی دیوی، دیوتا ہیں، ہندوستانیوں کو یہاں ٹھہر کر گھر بھول جانا معمولی بات ہے اور غریب الوطنی میں لطفِ وطن حاصل ہونا مشاہدۂ عینی، اللہ تعالیٰ ان دونوں گل و بلبل کو چمنستانِ محبت میں ہمیشہ شاد و آباد رکھے اور ان کے نخلِ آرزو کو خزاں سے محفوظ رکھتے ہوئے سدا بہار نصیب کرے، آمین

پردیس میں ایسے غمگسار ملت اور ہمدرد قوم افراد کی موجودگی انسان کے لئے مغتنمات سے ہے اور یہ سب نعمتیں اسی کو ملتی ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھنا چاہے

## عکسِ فلسطین

صبح کو یہ مقدس زمین ہم سے چھوٹ رہی ہے، یہاں آنے کی جس قدر خوشی تھی اس سے زیادہ یہاں سے جانے کا ملال ہے، سب سے زیادہ

رنج یہ ہے کہ اقتصادی، انفرادی، سیاسی، مذہبی شعبوں پر حکومتِ برطانیہ کا اثر ہے جس کی وجہ سے اس زمینِ اقدس پر ہنگامۂ دار و گیر برپا ہے اور مسلمانوں کے حقوق؛ اُن کی معبدگاہیں، جائدادیں، جان اور مال سب خطرے میں ہیں۔ یہ مقدس سرزمین ترکوں کے قبضہ میں تھی لیکن انگریزوں نے اپنی ہندوستانی پالیسی کو کام میں لا کر یہاں کے مسلمانوں کو ابھارا اور اُنھیں دلاسا دے کر اس پر اپنا قبضہ کر لیا۔ جس وقت سے فلسطین پر انگریزی قبضہ ہوا اس وقت سے یہودیوں کی آبادی میں اضافہ ہونے لگا اور حکومتِ برطانیہ نے چاروں طرف سے یہودیوں کو لا لا کر یہاں آباد کرایا، مسلمانوں کی زرخیز زمینیں اور آباد محلّے آج یہودیوں کے قبضہ میں ہیں۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت نہایت سقیم ہے اور وہ زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اِن غدّار مسلمانوں پر ترکوں کا صبر پڑ رہا ہو لیکن اب تو یہ ضرورت ہے کہ پروردگارِ عالم ان کی خطائیں معاف کر کے دنیا میں سُرخروئی دے اور اس مقدس خطّے کو جس پر اُس کے نبیوں، ولیوں اور مجاہدوں کے مزارات ہیں قبضۂ اغیار سے نکال کر مسلمانوں کے سپرد کر دے، ورنہ مستقبل قریب میں یہاں کے حالات بد سے بدتر ہو جانے کا احتمال ہے اور پھر کسی کے کئے کچھ نہ بن پڑے گا۔

فلسطین کے اندرونی معاملات اور موجودہ خلفشار پر کسی قسم کا تبصرہ کرنا میرے مقصدِ سفر سے علیحدہ ہے، پھر یہ کہ یہاں کے موجودہ حالات

بالکل سیاسی ہیں اور میرے ارادے سے قطعی مذہبی، لیکن جہاں تک مذہبی جذبات کا تعلق ہے اُن کو ٹھیس لگتے ہوئے دیکھ کر میں نے یہاں کی شورش کا مطالعہ نظرِ عمیق سے کیا اور بے لوث تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ ہماری ہی خانہ جنگیاں ہیں کٹھ پتلیوں کی ڈور مداری کے ہاتھ میں ہے جو الگ بیٹھا ہوا انگلی کے اشارہ سے ہلا رہا ہے اور یہ آپس میں دست وگریباں ہوتے ہوتے اب مداری کی طرف مڑ گئے ہیں، خالدی، نشہ شیبی اور الحسینی خاندان ہمیشہ سے برسرِ اقتدار رہے۔ اوقاف، میونسپلٹی، فتاوی کی خدمات پر مامور، ایک کو اُبھار کر دوسرے کے خلاف کھڑا کردیے۔ والے شاطر کی چال چل گئی، جس کو اُبھارا تھا اسکی درپردہ طرفداری بھی کی لیکن بعد میں راز افشا ہوگیا تو کھلم کھلا میدان میں آنا پڑا جس سے نوجوان طبقہ میں مذہبی طور پر خاصہ جوش پیدا ہو گیا ہے بیت المقدس پر صدیوں مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ یہ مقام یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کیلئے مقدس ہے اور سب کی زیارت گاہ ہے، پہاڑیوں پر محلے ہیں اور بہت ہی گنجان آبادی ہے، جبل زیتون پر یہودیوں کی شاندار یونیورسٹی ہے، تجارت وغیرہ سب انھیں کے ہاتھ میں ہے، انگریز چاہتے ہیں چاہتے کیا ہیں عمل کر رہے ہیں کہ فلسطین کو یہودیوں کا مرکز وطن بنا دیا جائے، عربی کو مٹا کر عبرانی زبان کی کوشش کیجارہی ہے، اسٹیشنوں اور دوکانوں کے نام عبرانی زبان میں لکھے ہوئے ہیں، قدس میں ۲۱ زاویہ ہیں (جنھیں ہمارے یہاں تکیے کہتے ہیں) ان میں

۳۰۰ دیگر اقوام کے ہیں اور سترہ مسلمانوں کے، دوسری قوموں کے زاویوں میں مدرسہ بورڈنگ، ہسپتال وغیرہ تک موجود ہیں مگر مسلمانوں کے زاویہ وہی تکیہ کے تکیہ ہیں۔

ہندی زاویہ انصاری صاحب کی وجہ سے ضرور اس قابل ہو کہ اس کو زاویہ کہا جائے لیکن ابھی اس میں بھی بہت کچھ ضروریات باقی ہیں اور ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے زاوئے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض کمروں کی چھتیں ٹپکتی ہیں، خالی جگہ پر جدید کمروں کی تعمیر کا کام باقی ہے جو روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے معرض التوا میں ہے۔ امید کہ مسلم سیاحانِ ہند اس قومی خدمت کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے عند اللہ ماجور ہوں گے۔ ورنہ دوسرے زاویہ کسی شمار میں نہیں، البتہ بخاری زاویہ میں کسی قدر آرام ملتا ہے۔ ایک عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ اُس مقام پر جہاں حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے صلیب کھڑی کی گئی تھی ایک بہت بڑا اور عالیشان گرجا بنا ہوا ہے جس کی کنجی ہمیشہ سے مسلمانوں کے قبضہ میں رہتی ہے، اس گرجا کو تمام دنیا کے نصرانی سب سے زیادہ متبرک مانتے ہیں، نصرانی بادشاہ اور اُمرا سب سے زیادہ تحائف و نذرانہ یہیں بھیجتے ہیں اور کلید بردار مسلمان خاندان کی نہایت عظمت و وقعت کرتے ہیں۔ اسی طرح پر ایک اسلامی رواداری اور محبت کی یادگار اور قائم ہے کہ ایک عالیشان گرجا کے سامنے مسجد بنی ہوئی ہے جو مسجد فاروقی کے نام

سے مشہور ہے،

"واقعہ یوں ہے کہ جب بیت المقدس پر امیرالمومنین فاروق اعظم،
سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبضہ ہو چکا تو ایک روز آپ
شہر میں گشت فرماتے ہوئے اُس مقام پر تشریف لائے جہاں یہ گرجا
بنا ہوا تھا، آپ گرجے کے اندر تشریف لے گئے چاروں طرف پھر کر
اُسے ملاحظہ فرمایا، اتنے میں نماز کا وقت قریب آگیا، حضور نے نماز کا
ارادہ فرمایا تو تمام عیسائیوں نے متفق ہو کر خوشی کے ساتھ درخواست
کی کہ حضور اسی گرجے میں نماز ادا فرمائیں، مگر حضور نے اس خیال سے
کہ مبادا یہ بات مستقبل کے لئے ایک مثال ہو کر کچھ اور صورت اختیار
کرلے گرجے سے باہر آکر اور دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھی،
اس رواداری اور اسلامی شانِ حکومت سے متاثر ہو کر عیسائیوں نے
بطور یادگار اُس جگہ ایک مسجد اپنے صرفہ سے تعمیر کرا کر حضور کے نام سے
موسوم کی، جس میں آج تک اُسی شانِ اتحاد سے عبادت ہوتی ہے
اور گرجا و مسجد کی قربت کسی طرح کسی فرقہ کو بار نہیں،

بیت المقدس کی عمارات زیادہ تر پتھر کی ہیں، سڑکوں پر صفائی
رہتی ہے، مسلمانوں کی قدیمی معاشرت یہاں بھی کم ہوتی جا رہی ہے،
چاروں طرف یہودیوں کی آبادی زیادہ ہے، ہوٹلوں کی یہاں بھی کثرت
ہے، تھیٹر سینما اور ریڈیو بھی بہت ہیں، سیپ کا کام بہت عمدہ
بنتا ہے، بعض بعض گرجوں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

فرمان نہایت حفاظت کیساتھ ابتک موجود ہیں،

احاطۂ مسجد اقصیٰ کے متعلق میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ صرف مسجد اور صخرہ شریف کے قریب تو زائرین جوتہ اُتار لیتے ہیں باقی تمام احاطۂ متبرکہ میں جوتہ پہن کر پھرتے ہیں، کیا اچھا ہو کہ اس طریقہ کو بند کر دیا جائے اور صحن مسجد کے ناہموار حصہ کو ایک سرسبز باغیچہ کی صورت میں تبدیل کرکے اور اس کو ہموار کراکے ایک بڑی کمی پوری کر دی جائے،

اس کے لئے اوّل تو وہاں کے اوقاف موجود ہیں اگر اُن سے یہ کام پورا نہ ہو سکے تو تمام عالمِ اسلام سے چندہ کر لیا جائے، کاش کہ میری یہ اسکیم کسی ہندوستانی رئیس کی نظر سے گذرے اور خدا اُس کو توفیق سعادت دے۔

## فلسطینی سکے

ایک پونڈ فلسطینی ؏۱۴/۵

دس ملس کا ایک پیاسٹر

انگریزی روپیہ کے ۷۴ ملس آتے ہیں۔

# چھٹی منزل

## مِصر تا جدّہ

۱۶ر جنوری ۱۹۳۸ء

# مصر کو روانگی

۱۳ر ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

قدس سے مصر کو ریل جاتی ہے مگر ہم نے لد جنکشن تک موٹر میں اس لئے سفر اختیار کیا کہ راستہ میں رملہ کے قریب نبیٔ خدا حضرتِ صالح علیہ السلام کے مزار پر فاتحہ پڑھنی مقصود تھی، صبح اٹھ کر نماز پڑھی اور پھر چاء وغیرہ سے فارغ ہو کر دو موٹر منگوائے۔ انصاری صاحب اور بی مریم صاحبہ اپنی خالص محبت کی وجہ سے ہمارے ساتھ ہوئے اور ہم سب تھوڑی ہی دیر میں رملہ پہونچ گئے،

حضرت صالح علیہ السلام کے مزار پر حاضری ہوئی دوگانہ ادا کر کے فاتحہ پڑھی اور یہاں سے چل کر لد اسٹیشن پہونچے، مصر کے ٹکٹ خرید کر ہوٹل میں چاء پی رہے تھے کہ ایک صاحب ہمیں غور سے دیکھنے لگے، ہندوستانی صورت لاکھوں میں نہیں چھپتی، دونوں طرف اشتیاق تھا، تعارف ہوا غیاث الدین صاحب نام ہے کلکتہ اسمبلی کے ممبر ہیں یورپ کی سیر کرتے ہوئے مصر سے قدس جا رہے ہیں، ۱۹ر کے جہاز سے کعبۃ اللہ جانے کا قصد ہے، انصاری صاحب کے سپرد کئے گئے، اب ہم سب، انصاری صاحب اور مریم سے رخصت ہو کر مصر کی جانب روانہ ہوئے۔ مصر جانیکا ارادہ ہمارے پروگرام میں نہ تھا، لیکن قبل از روانگی علی گڑھ محترمی عبدالواحد صاحب قریشی پروپرائٹر قریشی اینڈ کو چوک بازار علی گڑھ نے زور دیا کہ ہم فلسطین سے مصر ضرور جائیں، ان کے محبت بھرے مشورہ پر عمل کیا گیا اور واقعہ یہ ہے

بڑا پُر لطف مشورہ رہا، مصر دیکھا اور بادشاہ کی شادی کے سبب ایسا دیکھا کہ جنّتِ ارضی بنا ہوا تھا۔ اگر نہ دیکھتے تو حقیقتاً افسوس باقی رہ جاتا اس کے لئے ہمیں قریشی صاحب کا ممنونِ کرم ہونا اور اُن کے مشورہ کا شکریہ ادا کرنا لازمی ہے۔

قنطرہ اسٹیشن پر ڈاکٹری معائنہ اور کسٹم کے جھگڑے سے نجات ملی، گیارہ بجے رات کو مصر پہونچے، ریاض الدین صاحب فاروقی کو قدس سے ہی تار دیا گیا تھا وہ قنطرہ اسٹیشن پر تشریف لے آئے تھے۔ موٹر لانچ کے ذریعہ سوئز کو عبور کیا۔ شہر میں پہونچے اور القاہرۃ الکبریٰ ہوٹل کی ساتویں منزل میں قیام کیا،

فاروقی صاحب فقیر منش، مستغنی الطبع، سادہ وضع، متوکل خلیق اور نہایت خدمت گذار انسان ہیں، آپکی شرافت و محبت کے لئے صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ خاندان بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے ایک معزز فرد ہیں، مخلوق خدا کی خدمت کرنا اپنا فرض انسانی سمجھتے ہیں، ہمیں ہوٹل میں پہونچا کر وعدہ کر کے چلے گئے ہیں کہ ہر وقت ساتھ رہیں گے، ان کے تشریف لے جانے کے بعد چاء پی اور اس کے بعد ہوٹل کے نفیس بستروں پر سو گئے۔

۱۰ر جنوری ۱۹۳۸ء **مصر** ۱۴ر ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

مشرقی دنیا کا اعلیٰ ترین اور صنعتی دنیا کا تاریخی شہر ہے، مصر جدید

مصر قدیم اور مصر وسطیٰ تین حصوں میں منقسم ہے۔ دریائے نیل کے دونوں کناروں پر آباد ہے کچھ حصہ میں پہاڑی علاقہ بھی ہے۔ میدان بھی بہت ہے، گیارہ گیارہ منزل کے مکانات موجود ہیں، صفائی خوب ہے، انتظام حکومت اعلیٰ، بازار کشادہ، بیچ میں ٹریم کار کی لائن، دونوں طرف کشادہ اور صاف گراسی پلاٹ جن پر سرو اور کونین کے درخت اس کے بعد دونوں طرف اپنی شانِ نفاست اور صفائی میں یکتا سڑکیں آئینہ کی طرح شفاف ۲۰ جنوری کو شاہِ مصر (فاروق) کی شادی ہے جس کی وجہ سے تمام شہر دولہن بنا ہوا ہے، ہر چیز پر شباب ہے، جدھر دیکھئے مستی ٹپک رہی ہے اور جوانی برس رہی ہے، حسن سڑکوں بازاروں اور باغوں میں مارا مارا پھر رہا ہے، پتہ پتہ اور چپہ چپہ بجلی کے قمقموں کی کثرت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روشنی کا شہر ہے جہاں در و دیوار اور سنگ و اشجار سے ثمر ہائے برقیہ پیدا ہوتے ہیں، کہیں بھوکوں کو کھانا کھلایا جا رہا ہے، کہیں ننگوں کو کپڑا تقسیم ہو رہا ہے، کہیں فقیروں میں دولت بٹ رہی ہے، کہیں مصنوعی جنگ کا مظاہرہ ہے۔

مصر کی شہرت سُنی تھی، سخاوت کا حال پڑھا تھا، آج آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس وقت دیکھا جب تمام شہر اپنی آب و تاب کے ساتھ پوری رونق میں ڈوبا ہوا تھا، کثرتِ مہمانان اور ہجوم مردمان سے شہر کے کوچۂ و بازار، ساکنوں کے مکانات اور ہوٹل بھرے ہوئے نظر آرہے ہیں، خرید و فروخت کی بھرمار ہے،

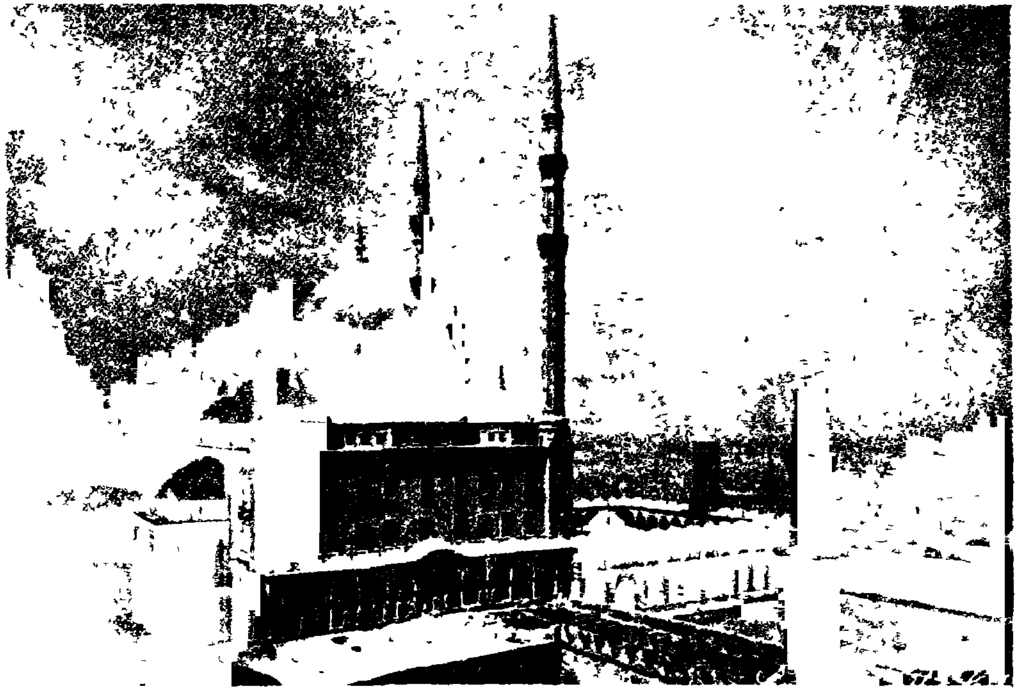
بادشاہ جوان اور خیالات آزاد، غریب خوش، رعایا مسرور، راعی و رعایا کے یہ خوشگوار تعلقات دیکھ کر ہندوستانی غلامی پر نظر گئی تو دوزخ اور جنت کا فرق نظر آیا، ہر شخص کو اپنے بادشاہ کی شادی میں خوشی منانے کی اس طرح فکر ہو کہ وہ مکان کی سجاوٹ اور دوکان کی بناوٹ میں ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے میں مصروف، برعکس اس کے ہندوستان میں کارونیشن کی رسم ہو یا تجہیز و تکفین کا ماتم رعایا سے چندہ کرنا لازمی ہے، ہم لوگ صبح سے موٹر پر سوار ہیں چار سو میل سے زیادہ سفر کر چکے ہیں، شہر کا کونہ کونہ دیکھ لیا ہے، اکیس منزلہ عمارت دیکھ کر آنکھیں حیران رہ گئیں، مصر کی آبادی $17\frac{1}{2}$ لاکھ ہے۔ مصر کی سب سے پہلی تاریخی مسجد عمر بن العاص کی زیارت ہوئی، بہت ہی وسیع اور خوبصورت ہے۔

بادشاہِ وقت رمضان شریف کا آخری جمعہ یہیں پڑھتے ہیں، مسجد امام رفاعی اور مسجد امام شافعی دونوں بہت شاندار ہیں اور دونوں میں مصری صناعی کے نمونے موجود، مسجد سلطان حسن جو ایک ان پڑھ انجینیر نے بغیر نقشہ بنائے ہوئے تعمیر کرائی انجنیری کا بہترین نمونہ سمجھی جاتی ہے اور اس کی انجنیری کے کمالات دیکھنے کے لئے امریکہ، جرمنی انگلینڈ وغیرہ سے بڑے بڑے انجنیر آتے ہیں اور اس کے کمال کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، اس موقع پر ہمارے محترم دوست نعیم صاحب انصاری یاد آئے وہ ہوتے تو اس تعمیر کی خوبی اچھی طرح سمجھ سکتے تھے اسکی

محرابیں، گنبد اور ستون دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں،
غرضیکہ شہر کی خوب سیر کی، شاہی محلات، وزارت خانے، پارلیمنٹ ہاؤس سعد زاغلول پاشا کا مقبرہ، میدان اسماعلیہ، میدان سلیمان پاشا ہائی کورٹ، دریائے نیل کا پُل، رائل ایگریکلچرل سوسائٹی، مصری یونیورسٹی، جامعہ ازہر، تعلیمی حربی درسگاہ، حدائق الحیوانات، فصیل شہر مزار سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سرامام (جنھیں کربلا و شام میں بھی دیکھا)، قلعہ سلطان صلاح الدین، محل محمد علی پاشا، مسجد محمد علی پاشا، مزارات امام شافعی، آل ابوبکر صدیق رض امام رفاعی، خدیو عباس حلمی ثانی، وغیرہ پر حاضری ہوئی، اہرام مصر دیکھنے گئے جہاں فرعون اور اس کا خاندان دفن ہے، برسوں سے کھدائی ہو رہی ہے عجائبات نکل رہے ہیں، خدائی کرنے والوں کا حشر بھی اپنی آنکھوں سے یہیں دیکھ لیا۔ عجیب و غریب ساخت کے منادر اور مکانات مصر کا مشہور پہاڑی مجسمہ ابوالہول جسے دیکھ کر خدا کی قدرت نظر آئی۔
اس جگہ ایک بہت دلچسپ لطیفہ گذرا، واقعہ یہ تھا کہ زنانہ اسکول کی کچھ طالبات بھی سیر کر رہی تھیں، ان لڑکیوں میں دس برس سے کم اور سترہ برس کی عمر سے کوئی زیادہ نہیں تھی، انھوں نے خواجہ بانو اور بھابی صاحبہ کو چھیڑنا شروع کیا، وجہ یہ تھی کہ بھابی صاحبہ نے تو شام میں اپنا دوسرا برقعہ مصری وضع کا تیار کرا لیا تھا لیکن خواجہ بانو ابھی تک ہندوستانی برقعہ اور دہلی کی سلیم شاہی جوتی پہنے ہوئے ہیں۔

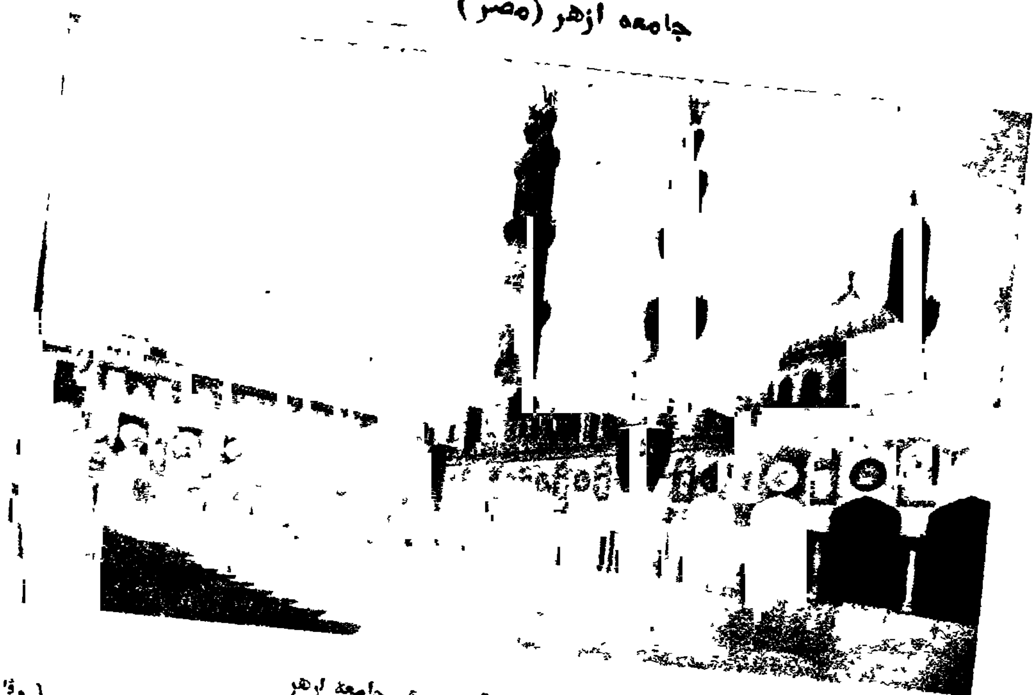
اس لئے لڑکیوں کو موقع مل گیا اور اُنھوں نے مذاق اُڑانا شروع کیا،
خواجہ بانو بیچاری ایک تو زبان سے ناواقف دوسرے اس قسم کے
مذاق سے کوسوں دور، چپ کھڑی ہوئی تھیں، جب بہت دیر ہوگئی تو
ہم آگے بڑھے اور لڑکیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا آپ اپنے یہاں
کے مہمانوں کی خاطر اسی طرح کیا کرتی ہیں؟ اس پر جواباً ہم سے دریافت
ہوا کہ تمہاری بی بی ان دونوں میں سے کون سی ہیں؟ ہم نے کہا
ہم تو شادی کی فکر میں ہیں، بس یہ سننا تھا کہ ایک دم بادل چھٹ گیا
اور وہ تمام تیتریاں مسکراتی ہوئی ایک طرف کو اُڑ گئیں، یہاں سے
قناطیرہ دیکھنے گئے جو مصر سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے، اس جگہ
دریائے نیل کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے، موسمِ گرما کی تفریح
کے لئے باغات اور ہوٹل بنے ہوئے ہیں، بڑی دلربا جگہ ہے، واپسی
پر میوزیم اور کتب خانہ دیکھا، میوزیم میں قدیمی شاہانِ مصر کے عجائبات
اور نمونۂ صنعت دیکھ کر حیرت ہوتی تھی، کتب خانے میں لاکھوں قلمی
کتابیں ہر ایک زبان کی موجود تھیں، ان دونوں جگہوں کی تفصیل کیلئے
کافی صفحات کی ضرورت ہے، یہاں سے ہم سیدھے ہوٹل میں پہونچے
اور صبح کے لئے سوئز تک موٹر کا انتظام کر کے کھانا کھایا،
پھر نماز پڑھ کر سوگئے۔

## مسجد محمد علی پاشا (مصر)



اللہ اللہ گنبد و مینار کی رعنائیاں
دیکھیے کتنی حسیں نظر و مصر کی صناعیاں (وفا)

## جامعہ ازہر (مصر)



تھا وہ تعلیم گاہ قوموں کی جامعہ ازہر
کہ جس نے علم کے دریا بہائے سارے عالم پر

(وفا)

# تاریخ مصر

مصر کی حالت اُن ممالکِ اسلامیہ کے مقابلہ میں جن کو اس وقت تک ہم دیکھ چکے ہیں بہت اچھی ہے، یہاں کی رعایا اور راعی دونوں اپنے ملک کی ترقی اور آزادی میں سرگرم کار ہیں، بچہ بچہ کے دل میں جذبۂ حرّیت موجزن ہے۔ سعدز اغلول پاشا کی مذہبی اور قومی قربانیاں یادگارِ زمانہ ہیں اور وہی جذبۂ ملت و وطنیت کارفرما نظر آتا ہے۔ انتظامِ حکومت پارلیمنٹری ہے، نوجوان بادشاہ بیدار مغز اور اولوالعزم ہے۔ مشیران سلطنت مدبر اور خیرخواہِ ملک و قوم ہیں، انتظامات بہت عمدہ اور قابلِ تعریف ہیں۔ بازار کشادہ اور صاف، سڑکیں نہایت خوبصورت اور آئینہ کی طرح چمکدار، آبادی دریائے نیل کے کنارے کنارے تین حصّوں میں تقسیم ہے، صنعت و حرفت کے کارخانے ترقی کر رہے ہیں، مغربیت کے جراثیم یہاں بھی موجود ہیں مگر بیشتر لباس ملکی ہے، عورتیں برقعہ پر بہت باریک نقاب ڈال کر نکلتی ہیں، مصر کی عمارتیں بہت شاندار اور صناعی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ سکّہ مصری ہی مصری پونڈ کی قیمت تیرہ روپیہ پانچ آنے چھ پائی ہے۔

## مصر سے روانگی اور سوئز بندرگاہ

مصر کو اتنی جلد چھوڑنے کا قلق تھا، اور ہمارے ساتھیوں میں سے

ایک صاحب کی رائے تھی کہ ابھی کم از کم ہفتہ عشرہ یہاں اور قیام رہتا، لیکن جس کی آنکھوں میں کعبۃ اللہ کی تصویر گھوم رہی ہو اس کو مصر جیسے لاکھوں شہر بھی ویران نظر آتے ہیں، چار و ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر موٹریں منگوائیں اور قاہرہ سے سوئز کو روانہ ہوگئے راستہ میں مصری مناظر کا لطف اٹھاتے ہوئے ساڑھے گیارہ بجے سوئز بندرگاہ پر پہونچے، ٹکٹ ہم نے قدس سے ہی خرید لیا تھا، جہاز کے دفتر میں پہونچکر معلوم ہوا کہ طائف نامی جہاز ابھی تک جدّہ سے واپس نہیں آیا، ہمارے پاس خدیو میل کا ٹکٹ تھا ورنہ دوسری کمپنی کے جہاز سے جا سکتے تھے، خدیو میل کا ٹکٹ اس مصلحت سے خرید لیا تھا کہ اس کی وجہ سے ہمیں قاہرہ جانے آنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی،، اگر ہمارے پاس خدیو میل کا ٹکٹ نہ ہوتا تو مصر پہونچنا اور بادشاہ کی شادی کا جشن دیکھنا مشکل تھا، مجبوری کا نام صبر ہے، حمیدیہ ہوٹل میں جا کر ٹھہرے اور دوپہر کا کھانا کھا کر اِدھر اُدھر کی سیر کی۔

سوئز سے مکہ مکرمہ کی بندرگاہ جدّہ اور مدینہ منورہ کی بندرگاہ ینبوع کو خدیو میل کے جہاز مہینہ میں تین مرتبہ جاتے ہیں، ہمارے پہونچنے سے پہلے صبح نو بجے کے قریب کوثر نامی جہاز چھوٹ گیا جس میں بہت مسافر چلے گئے،

سوئز بندرگاہ پر مصری پرچم لہرا رہا ہے اور اسلامی شان نظر

آتی ہے۔

ایک غریب بنگالی مسلمان حج بیت اللہ کا قصد رکھتے تھے اور قدس میں زاویہ ہندی میں قیام تھا۔ انصاری صاحب نے ہم سے اُنکی سفارش کی کہ ان کو بھی اپنا ہمسفر بنالیں اُن سے وعدہ کرلیا تھا کہ سوئز پر آکر مل جانا ہم مصر سے واپس ہوتے ہوئے ہمراہ لے لیں گے، چنانچہ حسب پروگرام وہ یہاں آکر مل گئے اور راستہ میں کھانا پکانے کی خدمات اپنے ذمہ لیں چنانچہ جہازی سفر کے لئے خورد و نوش کا سامان خرید کران کے حوالہ کیا گیا اور ہوٹل میں واپس ہوئے۔

حمیدیہ ہوٹل میں ایک صاحب ملنے کے لئے تشریف لائے علی گڑھ کے گریجویٹ ہیں بہت خلیق اور ملنسار آدمی نکلے، یہاں سوئز بندرگاہ پر ایجنٹی یا معلمی کرتے ہیں، اُنھیں ہمارا حال غیاث الدین صاحب کلکتہ والے بتا گئے تھے جو کوثر نامی جہاز سے جدہ تشریف لے گئے ہیں۔

حمیدیہ ہوٹل کے قریب ایک میم صاحبہ نے دوکان کھول رکھی ہے بسکٹ کیک، پیسٹری، اعلیٰ قسم کی الماریوں میں چنے ہوئے ہیں، میزوں پر خالی پلیٹ، چھری، کانٹے رکھے رہتے ہیں، فروختگی کی شان نرالی ہے خریدار صاحبان حسب منشا ہر الماری میں سے سامان نکال کر خالی پلیٹ میں رکھ لیتے ہیں اور جس قدر کھاتے ہیں اُس کی قیمت پلیٹ میں رکھ جاتے ہیں، ترازو اور قیمت صرف نیت ہے۔

## ۲۰ر جنوری ۱۹۳۸ء نہر سوئز اور بحر احمر میں جہاز کا سفر ۱۷ر ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

طور پہ چل کے کریں آؤ وفاؔ سیر ذرا
دیکھ لیں ہم بھی کہ یہ برق تجلی کیا ہے

طائف نامی جہاز آج بھی نہیں لوٹا، اُس کی جگہ زمالک جہاز جدّہ جا رہا ہے۔ یہ مال کا جہاز ہے اس لئے نہ تو خوبصورت ہے اور نہ تیز رفتار، قہر درویش برجان درویش کرتے کیا؟ مجبوراً ہم لوگ اُسی میں سوار ہوئے ہمیں یہ جہاز بھی نہایت آرام دہ ثابت ہوا وجہ یہ ہے کہ بیشتر حجّاج صبح کوثر نامی جہاز سے جا چکے ہیں، مصری حضرات اپنے بادشاہ کی شادی اور ۲۳ر کو محمل مصری (غلاف کعبہ) روانہ کرانے کے بعد چلیں گے، اس لئے بھیڑ کم ہے اور ہمیں خوب اطمینان کیساتھ جگہ ملی ہے اسکی ضرورت بھی تھی پورے جہاز میں ساٹھ ستّر آدمی ہیں،

ٹھیک ۶ ½ بجے شام کو سوئز سے جہاز روانہ ہوا، تمام بندرگاہ، عمارات اور جہازوں پر آج بادشاہ کی شادی کے سبب عام چراغاں ہو رہا ہے ہم سوئز بندرگاہ سے بہت دور نکل چکے ہیں مگر روشنی کا منظر بڑا دلفریب معلوم ہو رہا ہے،

بنگالی بابو کے کھانوں کے مزے لیتے ہوئے ہم نہایت لُطف کیساتھ سفر کر رہے ہیں اور بحمد اللہ کسی کو کسی قسم کی شکایت نہیں سب لوگ بخیریت ہیں۔ صبح و شام وہی مناظر فطرت ہیں اور وہی ہماری حیرانیاں

کبھی طلوع کا منظر سامنے ہے کبھی غروب کا سماں پیش نظر ہے،

طورِ سینا جہاں حضرت کلیمؑ نے جلوۂ وحدت کی ایک جھلک دیکھی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے سے نکل چکا ہے، جب موسیٰ علیہ السّلام تابِ دید نہ لا سکے تو ہماری کیا مجال کہ اس جلوۂ حقیقت کی طرف آنکھ بھی اٹھا سکیں، لیکن دیدار کی تمنّا ضرور ہے، کاش کہ پوری ہو، اس وقت دل کی حالت غیر ہے، برقِ تصوّر سے دل کی دنیا میں جگمگاہٹ پیدا ہو گئی ہے اور میں حیران و ششدر ہو کر خود اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ جسمِ خاکی جس کے ذرّہ ذرّہ میں معصیت کی آمیزش ہے کیسے کیسے مقدس مقامات پر ہوتا ہوا آج جلوہ گاہِ احدیت سے بھی گذر گیا اور اب اس جگہ پہونچنے والا ہے جو تمام خشکی و تری میں خدائے وحدہٗ لاشریک کا واحد گھر ہے اور جہاں تجلیّاتِ الٰہی کی شب و روز بارش ہوتی ہے، اللہ اللہ ان پاکیزہ اور مطہر مقامات سے گذرنے کے بعد اُن کے دربارِ پُر انوار میں حاضری ہوگی جن کی شان میں وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ نازل ہوا، مولا کی شان اور مصلحت پر وجد آ رہا ہے کہ انبیاء و مرسلین، شہداء و صالحین، اصحاب و مقربین، غوث و ابدالین، اولیاء و معصومین کی خدمتوں میں حاضری دلا کر تو اپنے درِ اقدس پر بُلا رہا ہے اور اپنے آستانۂ پاک سے پھر اپنے محبوب کی چوکھٹ پر لے جا کر شانِ محبوبیت دکھا رہا ہے، سچ ہے۔

نجاتِ عاصیاں کیواسطے ہی بس وہی ساحل
بنایا ہی مدینہ کو کنارا بحرِ رحمت کا (وفا)

اس وقت جہاز کی رفتار سست ہے، لیکن ہچکولے مطلق نہیں، نہایت آرام سے لیٹے ہوئے سفر کر رہے ہیں طبیعت کو سکون ہے، نہر سوئز کی لہروں سے متاثر ہو کر ذیل کی نظم لکھی ہے۔

## نہر سوئز

اے سوئز کیوں کر نہ تیرا سر ہو ہفت افلاک پر
سجدہ کرتی ہیں تری لہریں حجازی خاک پر

بالیقیں تو منزلِ مقصود کی ہے شاہراہ
دھو رہی ہے عاصیوں کے رات دن گویا گناہ

تیرا پانی آبِ رحمت ہی ہمارے واسطے
تیرا بہنا عین برکت ہی ہمارے واسطے

چل رہا ہوں آج میں تجھ میں مری تقدیر دیکھ
بندۂ عاصی کی ہستی اور پھر تو قیر دیکھ

کتنے نیکوں نے خدا جانے کیا تجھ پر سفر
کتنے خاصانِ خدا کی جانے دیکھی ہو نظر

آج بھی تجھ میں مری ہمراہ ہیں صدہا نفور
صاحبِ کامل کوئی ان میں بھی ہوگا بالضرور

کیا خبر جو عام نفروں میں ہو اک عبدِ ذلیل
ہو اُسی مومن پہ الطافِ خدا فضلِ جمیل

خاکساروں ہی میں ہوں شاید کہ رفعت آشنا
ہو انھیں بندوں میں کوئی اک حقیقت آشنا

اُس کی برکت سے حجازی خاک کا ساحل دکھا
رہروانِ باوفا کو یار کی منزل دکھا

---

آج کی فضا خوب ہی، موسم خوشگوار اور مسرور کن ہے، دھوپ

نکل رہی ہے، کہرے اور ابر کا کہیں نشان نہیں، ہمارا جہاز سوڈان کو چھوڑ کراب بحر احمر میں چل رہا ہے، جہاز میں کچھ لوگ سرویا کے باشندہ ہیں، نہایت خلیق اور شریف ہیں، صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں سب کے چہروں پر ڈاڑھیاں موجود، نماز جماعت کے ساتھ ہو رہی ہے۔ یہاں سے قبلہ کا رُخ جنوب مشرق ہے، اس وقت دوپہر کے گیارہ بج رہے ہیں کچھ لوگ حجامت بنا رہے ہیں کچھ غسل میں مصروف ہیں، کچھ کھانے پکانے کی دُھن میں لگے ہوئے ہیں، ہمیں خاصی فرصت ہے بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ معلوماتِ حج یعنی "مشیر حجاج وزائرین" پر ایک گہری نظر ڈال لیں تاکہ مناسک حج کی ادائیگی اور دورانِ قیام مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں کسی کی محتاجی نہ رہے (یہاں ناظرین راہِ وفا کیلئے اپنی کتاب "مشیر حجاج" سے جو روانگی سے قبل حجاج وزائرین کی آسانی کیلئے لکھی گئی تھی جملہ معلومات درج کیجاتی ہیں)

# اصطلاحاتِ حج

**حج** - اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو آزاد ہو، تندرست ہو، عاقل ہو، بالغ ہو اور مستطیع ہو یعنی اتنی مالی حیثیت رکھتا ہو کہ سفر خرچ برداشت کر سکے اور متعلقین کے واسطے بقدر ضرورت چھوڑ جائے۔

**حج کے مہینے** - یکم شوال لغایۃ دس ذی الحجہ دو ماہ دس روز حج کا زمانہ شمار ہوتا ہے

# اقسامِ حج ۔ اِفراد[۱] ۔ تمتع[۲] ۔ قران[۳]

(۱) اِفراد سے مراد یہ ہے کہ صرف حج کرنا مقصود ہو عمرہ کرنا مقصود نہ ہو، ایسے حج کو اِفراد اور حاجی کو مفرد کہتے ہیں ۔

(۲) تمتع یہ ہے کہ ایک سال حج کے مہینوں میں اوّل عمرہ کرے اور حلال ہو جائے ۔ پھر دوسرے احرام سے حج کرے ایسے حج کو تمتع اور حاجی کو متمتع کہتے ہیں ۔

(۳) قِران اس کو کہتے ہیں کہ ایک ہی سال حج کے مہینوں میں اوّل عمرہ کرے اور حلال نہ ہو بلکہ وہی احرام بحال رکھے اور اسی احرام سے حج کرے، ایسے حج کو قِران اور حاجی کو قارن کہتے ہیں ۔

احرام سے مراد وہ لباس ہے جو حجاج کو میقات سے پہنا لازم ہے، مردوں کے واسطے ایک تہبند اور ایک چادر ہونا چاہیئے ان دونوں کپڑوں میں کوئی سلائی نہ ہو ۔

مُحرِم ۔ جو شخص احرام باندھ لیتا ہے محرم کہلاتا ہے ۔

میقات ۔ جن مقامات سے احرام باندھنا لازم ہو جاتا ہے انھیں میقات کہتے ہیں ۔

ہندوستان کا میقات یلملم ہے اور مدینہ کا ذوالحلیفہ

آفاق ۔ میقات سے باہر کا حصۂ دنیا آفاق کہلاتا ہے ۔

اہلِ حرم ۔ حرم کے حدود میں رہنے والے ۔

میقاتی ۔ میقات اور حرم کے درمیان میں رہنے والے ۔

آفاقی۔ میقات سے باہر کے آنیوالے۔
ایامِ تشریق۔ ۹ر لغایۃ ۱۳ر ذی الحجہ۔ یہ پانچ دن ایامِ تشریق کہلاتے ہیں۔ اس دوران میں ہر نمازِ فرض کے بعد کم از کم ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق بآواز بلند کہنا ضروری ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ یہ سلسلہ ۹ر کی نمازِ صبح سے شروع ہو کر ۱۳ر کی نمازِ عصر پر ختم ہو جاتا ہے۔
ایامِ نحر۔ ۱۰-۱۱-۱۲ ذی الحجہ کو کہتے ہیں۔
یومُ التّرویۃ۔ سے مراد ۸ر ذی الحجہ ہے۔ اس تاریخ کو حجاج مکہ مکرمہ سے جانبِ عرفات روانہ ہوتے ہیں۔
عَرفہ سے مراد ۹ر ذی الحجہ ہے۔ اس تاریخ کو تمام حاجی میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں اور حج کا سب سے بڑا رکن پورا ہوتا ہے۔
وقوفِ عرفات۔ ۹ر ذی الحجہ کو میدان عرفات میں غروبِ آفتاب تک حجاج کا قیام کرنا وقوفِ عرفات کہلاتا ہے۔
وقوفِ مزدلفہ۔ ۹ر ذی الحجہ کو بعد غروب آفتاب، عرفات سے روانہ ہو کر ۱۰ر کی تمام شب مزدلفہ میں قیام کرتے ہیں جس کو وقوفِ مزدلفہ کہا جاتا ہے۔
وقوفِ منیٰ۔ اوّل عرفات جاتے ہوئے ۸ر ذی الحجہ کا دن اور ۹ر ذی الحجہ کی رات کو حجاج منیٰ میں ٹھہرتے ہیں، پھر ۱۰ر ذی الحجہ کی صبح سے ۱۲ر ذی الحجہ کی سہ پہر تک منیٰ کا قیام، وقوفِ منیٰ کہلاتا ہے۔

**ذبح** - ۱۰ ذی الحجہ کو بعد رمی جمار منیٰ میں قربانی کرنے کو ذبح کہتے ہیں جو قارن اور متمتع پر واجب ہے۔

**حلق** - ۱۰ ذی الحجہ کو منیٰ میں حج سے فارغ ہو کر سر منڈانے کو حلق کہتے ہیں (عورتوں کو حرام ہے)

**قصر** - ۱۰ ذی الحجہ کو اگر کسی وجہ سے حلق نہ کرا سکے تو کم از کم ایک پورے انگشت کے برابر کل بال کٹوانا قصر کہلاتا ہے۔

**حلال** - حلق یا قصر کے بعد احرام ختم ہو جاتا ہے، روزمرّہ کا معمولی لباس پہن لیا جاتا ہے۔ ممنوعات بھی رفع ہو جاتے ہیں (الّا مجامعت)

**جنایات** - حج و عمرہ میں مسائلِ شرعیّہ کے لحاظ سے اگر کوئی غلطی یا کوتاہی ہو جائے تو اُسے جنایات کہتے ہیں۔

**کفّارہ** - کسی جنایت کی وجہ سے جو کچھ بطور کفارہ دینا پڑے اُس کو کفارہ کہتے ہیں۔

**دَم** - دو کفاروں میں ایک بکرا یا بھیڑ ذبح کرتے ہیں اُس ذبح کو دَم یا دمِ جنایت کہتے ہیں۔

**صدقہ** - معمولی جنایات میں صرف صدقہ دینا پڑتا ہے۔

**تلبیہ** - احرام باندھتے وقت اور کل دورانِ حج میں جو کلمات بکثرت پڑھے جاتے ہیں اور بلند آواز سے پڑھتے ہیں انھیں تلبیہ کہتے ہیں وہ یہ ہیں، لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ (ترجمہ) میں خدمت میں حاضر ہوں

الٰہی میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں خدمت میں حاضر ہوں، بیشک سب تعریف تیرے ہی لئے ہے اور ساری نعمتیں تیری ہی ہیں۔ اور ساری بادشاہی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی بھی شریک اور ساتھی نہیں۔

# تسبیح و تحمید تہلیل

سُبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

**تکبیر تشریق** سے مراد وہی تکبیر ہے جو ہر نمازِ فرض کے بعد ایّامِ تشریق میں کہنا ضروری ہے یعنی۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

**شوط**۔ حرم شریف میں پہونچکر حجرِ اسود کے رو برو کھڑے ہوکے دعائیں پڑھنا جو آگے تحریر ہیں اور جانبِ شمال رُخ کرکے چلنا اس طرح کہ بیت اللہ شریف کی شرقی دیوار بائیں ہاتھ پر آجائے، ملتزم اور بیت اللہ شریف کے دروازہ سے گذرتے ہوئے، حطیم کے گرد گھومتے ہوئے اور رکن یمانی پر ہوتے ہوئے حجرِ اسود پر پہونچ جاتے ہیں، ایک دور اس طرح پورا کرنے کا نام شوط ہے۔

**طواف**۔ سات شوط مل کر ایک طواف شمار ہوتا ہے۔

**استلام**۔ طواف کرتے ہوئے ہر شوط میں سنت ہے کہ حجرِ اسود کو بوسہ دے یہ حجرِ اسود کا استلام کہلاتا ہے،

٭ بوجہ ازدہام اگر بوسہ نہ دے سکے تو دونوں ہاتھوں سے یا صرف

سیدھے ہاتھ سے حجرِ اسود کو چھو کر اپنے ہاتھوں یا ہاتھ کو بوسہ
دے لے، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو سکے تو دور سے حجرِ اسود کو چھونے کا
اشارہ ہاتھوں سے کرے اور پھر ہاتھوں کو بوسہ دے۔"

رکن یمانی کا بھی استلام کیا جاتا ہے لیکن اس کو بوسہ نہیں دیتے صرف چھو لیتے ہیں۔

سعی۔ طواف سے فارغ ہو کر سعی کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ صفا سے مروہ جاتے ہیں اور مروہ سے صفا آتے ہیں آنے جانے کے دو شوط ہوئے، اسی طرح سات شوط کرتے ہیں چونکہ صفا سے شروع کرتے ہیں اس لئے ساتواں شوط مروہ پر ختم ہوتا ہے، دونوں مقامات میں تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ ہے، دعائیں پڑھتے ہوئے اوسط چال چلتے ہیں لیکن تھوڑے فصل پر دو علامات بنی ہوئی ہیں جن کو میلین کہتے ہیں، ان کے درمیان آتے جاتے دوڑتے ہیں یا کم از کم رفتار تیز کر دیتے ہیں، اسی کا نام سعی ہے۔

رمل۔ جس طواف کے بعد سعی کرنا ہو اس میں سنت ہے کہ طواف کرتے وقت پہلے تین شوط میں شانے ہلاتا ہوا، اکڑتا ہوا، قدم اونچے اٹھاتا ہوا چلے، اس کو رمل کہتے ہیں۔

اضطباع۔ احرام کی چادر اس طرح اوڑھتے ہیں کہ سر کھلا رہتا ہے، اور دونوں شانے ڈھکے رہتے ہیں۔ لیکن جس طواف کے بعد سعی کرنی ہوتی ہے اس طواف میں چادر کو داہنی بغل کے نیچے لا کر بائیں مونڈھے

پر اس طرح ڈال لیتے ہیں کہ داہنا شانہ کھلا رہتا ہے اور چادر کے دونوں کونے بائیں شانے کو ڈھک لیتے ہیں اس طرح احرام اوڑھنے کو اضطباع کہتے ہیں۔

**رمی جمار**۔ ۹ر ذی الحجہ کی شام کو عرفات سے چلکر مزدلفہ آتے ہیں وہاں شب بسر کرتے ہیں، ۱۰ر کی شام کو منیٰ پہو نچ جاتے ہیں یہاں ۱۲ر تک قیام کرتے ہیں اور ہر روز جمار کو جا جا کر کنکریاں مارتے ہیں، اسی کو رمی جمار کہتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ۱۰ر کو صرف جمرۃ العقبہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں باقی دو دن جمرۃ الاولیٰ جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ العقبہ پر اس ترتیب سے کہ یکے بعد دیگرے تینوں جمار کو ہر روز سات کنکریاں مارتے ہیں، پہلے دن طلوع آفتاب سے دوپہر تک کا وقت مسنون ہے۔ زوال سے غروب تک مستحب اور بعد غروب مکروہ ہے، باقی دونوں دنوں میں رمی کا وقت زوال سے غروب آفتاب تک ہے قبل زوال جائز نہیں اور بعد غروب مکروہ ہے۔ رمی کے واسطے کنکریاں مزدلفہ سے چن کر لاتے ہیں۔

**جمع تقدیم**۔ ۹ر ذی الحجہ میدان عرفات میں بعد زوال مسجد نمرہ میں امام کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر کے وقت اکٹھی پڑھتے ہیں۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان اور کچھ نہیں پڑھتے یہاں تک کہ ظہر کی سنت بھی ترک کر دیتے ہیں البتہ تکبیر تشریق ضرور پڑھنا چاہیئے۔

**جمع تاخیر۔** ۹ر کو بعد غروب آفتاب حجاج عرفات سے مزدلفہ کو روانہ ہوتے ہیں تو مغرب کی نماز نہیں پڑھتے اور نہ یہاں پڑھنی چاہیئے بلکہ مزدلفہ پہونچکر مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک ہی اقامت سے یکے بعد دیگرے عشاء کے وقت پڑھتے ہیں نماز مغرب کی نیت ادا باندھتے ہیں قضا نہیں کہنا چاہیئے۔ دونوں نمازوں کے بیچ میں وہی تکبیر تشریق کے سوا اور کچھ نہیں پڑھتے، مغرب اور عشاء کی سنتیں اور وتر علی الترتیب بعد کو پڑھتے ہیں۔ ان نمازوں کو ملاکر پڑھنا جمع تاخیر کہلاتا ہے۔

**وقتِ مکروہ۔** سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہی البتہ طواف کی اجازت ہے وہ یہ ہیں، عین طلوع آفتاب، عین غروب آفتاب، عین زوال آفتاب اور عصر و مغرب کے درمیان اور نماز فجر سے طلوع آفتاب تک۔

**فرائض حج۔** اِحرام[۱] باندھنا۔ وقوف[۲] عرفات۔ طوافِ[۳] زیارت (طواف افاضہ)۔

**واجبات حج۔** سعی[۱]۔ وقوف[۲] مزدلفہ۔ رمی[۳] جمار۔ حلق[۴] یا قصر۔ ذبح[۵] طواف[۶] صدر یا طواف الوداع۔

**اقسام طواف۔** طواف[۱] نفل۔ طواف[۲] عمرہ۔ طواف[۳] قدوم۔ طواف[۴] زیارت۔ طواف[۵] صدر۔

**طواف نفل۔** فرصت کے اوقات میں جب چاہے کرسکتے ہیں اپنے

علاوہ دوسروں و احباب ، اعزہ اُستاد ، کیلئے بھی کر سکتے ہیں۔
**طوافِ عمرہ** - عمرہ کا جو احرام باندھ کر آئے اور جو متمتع یا قارن ہو وہ اوّل آتے ہی طواف عمرہ کرے - عمرہ میں یہ طواف واجب بلکہ فرض ہے - عمرہ والے اس طواف کے بعد حلق یا قصر کر کے حلال ہوجاتے ہیں
**طوافِ قدوم** - قارن کو طوافِ عمرہ کے بعد ہی یہ طواف کرنا چاہیئے۔
**طوافِ زیارت** - وقوف عرفات کے بعد ۱۰ ر ذی الحجہ طوافِ زیارت تمام حجاج کے واسطے فرض ہے ایام نحر میں اس کا ادا کرنا واجب اور ۱۰ ر کو افضل ہے۔
**طوافِ صدر** - حج کے واسطے مکہ معظمہ سے روانہ ہوتے وقت طواف صدر آفاقی حجاج پر واجب ہے اہلِ حرم اور میقاتی پر مستحب -
**حطیم** - بیت اللہ شریف کا شمالی حصہ جو نیم بیضوی چہار دیواری میں لے لیا گیا ہے حطیم کہلاتا ہے -
**رکن عراقی** - بیت اللہ شریف کا شمالی مشرقی کونہ جو جانبِ حطیم ہے رکن عراقی کہلاتا ہے -
**رکن شامی** - بیت اللہ شریف کا شمال مغربی کونہ رکن شامی کہلاتا ہے۔
**رکن یمانی** - بیت اللہ شریف کا جنوب مغربی کونہ رکن یمانی کہلاتا ہے۔
**رکن اسود** - بیت اللہ شریف کا جنوب مشرقی کونہ رکنِ اسود کہلاتا ہے ( جنوب مشرقی کونہ پر فرش سے تخمیناً پانچ فٹ بلند حجرِ اسود نصب ہے )

ملتزم۔ حجرِ اسود اور دروازۂ بیت اللہ کے درمیان دیوار کا حصہ ملتزم کہلاتا ہے۔

میزابِ رحمت۔ بیت اللہ شریف کی چھت پر شمالی منڈیر میں حطیم کی جانب ایک طلائی پرنالہ لگا ہوا ہے اُس کو میزابِ رحمت کہتے ہیں۔

اعرابی۔ ہندوستان کے تانگوں کی طرح ہوتے ہیں۔

مرکب۔ لغت میں مرکب سواری کو کہتے ہیں مگر مکہ والے خچر اور گدھے کو مرکب بولتے ہیں۔

چال کے اچھے ہوتے ہیں۔ ان کی پشت پر چارجامہ کسا ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ میں ہر راستہ پر مل جاتے ہیں۔

شبری۔ اونٹ کی پشت پر کھٹولا سا باندھ دیا جاتا ہے۔ اس میں دھوپ اور بارش کا آرام نہیں ہوتا۔

شغدف۔ یہ کجاوے کی قسم ہے۔ اونٹ کے دونوں طرف کھٹولے باندھ دیئے جاتے ہیں یہ سواری آرام دہ ہے۔

مکہ معظمہ میں داخلہ کی دُعا۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ جِئْتُ لِاُؤَدِّیَ فَرَائِضَکَ وَاَطْلُبُ رَحْمَتَکَ وَاَلْتَمِسُ رِضَاکَ مُتَّبِعًا لِاَمْرِکَ رَاضِیًا بِقَضَائِکَ اَسْئَلُکَ مَسْئَلَۃَ الْمُضْطَرِّیْنَ اِلَیْکَ الْمُشْفِقِیْنَ مِنْ عَذَابِکَ الْخَائِفِیْنَ مِنْ عِقَابِکَ اَنْ تَسْتَقْبِلَنِیْ اَلْیَوْمَ بِعَفْوِکَ وَتَحْفَظَنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَتَجَاوَزْ عَنِّیْ بِمَغْفِرَتِکَ وَتُعِیْنَنِیْ عَلٰی اَدَاءِ فَرَائِضِکَ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْھَا وَاَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۝

(ترجمہ) الٰہی تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں میں محض اس غرض سے آیا ہوں کہ تیرے فرائض ادا کروں اور تیری رحمت کی درخواست کروں اور تیری رضامندی چاہوں اور تیرے حکم کی پابندی کروں اور تیری فیصلہ پر راضی رہوں۔ میں تجھ سے بیقراروں جیسا سوال کرتا ہوں اور ان کی طرح جو تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور تیرے عتاب سے خوف کھاتے ہیں۔ میری یہ التجا ہے کہ آج میرے ساتھ معافی سے پیش آ اور اپنی رحمت سے میری حفاظت فرما اور اپنی بخشش کی وجہ سے میری خطاؤں سے درگذر کر اور اپنے فرائض ادا کرنے میں میری مدد فرما۔ الٰہی میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولدے اور ان میں مجھے داخل فرما اور مجھ کو شیطان راندۂ درگاہ کے شر سے بچا۔

حرم محترم کی دعا - اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اَمْنُكَ وَحَرَمُكَ الَّذِي مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا فَحَرِّمْ لَحْمِيْ وَدَمِيْ وَعَظْمِيْ وَبَشَرِيْ عَلَى النَّارِ اَللّٰهُمَّ اٰمِنِّيْ مِنْ عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ فَاِنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وَاَسْاَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ - الٰہی یہ تیری امن کی جگہ اور تیرا ایسا حرم ہے کہ جو اس میں داخل ہوا وہ سارے آفات سے محفوظ و مامون ہوگیا۔ پس میرے گوشت۔ خون۔ ہڈی اور چمڑے کو آگ کے اوپر حرام فرمادے۔ الٰہی مجھے اپنے عذاب سے مامون رکھ جس روز تو اپنے بندوں کو قبروں سے اٹھائے بیشک تو ہی اللہ ہے بجز تیرے کوئی معبود نہیں تو رحمٰن اور رحیم ہے اور میرا تجھ سے یہ سوال ہے کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اور ان کی اولاد پر درود بھیج۔

بیت اللہ شریف نظر آئے تو یہ دُعا پڑھے۔

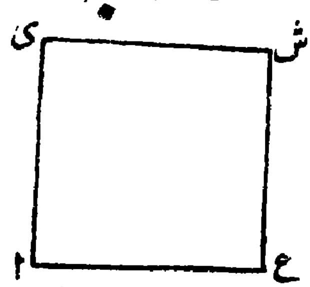
اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الدَّیْنِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

ترجمہ۔ میں اس ذاتِ پاک سے جو اس گھر کا مالک ہے پناہ مانگتا ہوں قرض سے محتاجی سے۔ تنگ دلی سے اور قبر کے عذاب سے۔

مکہ معظمہ میں پہونچکر سب سے پہلے مسجد الحرام میں حاضر ہو اور باب السّلام سے داخل ہونا افضل ہے۔ یہ دُعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ط اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔

## خانۂ کعبہ




جب حطیم میں داخل ہوتے ہیں تو سونے کا پرنالہ رکن شامی و عراقی کے درمیان بیت اللہ کی چھت پر نظر آتا ہے اس کو میزاب رحمت کہتے ہیں اس کے نیچے کھڑے ہو کر یہ دعا مانگنی چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ اِیْمَانًا لَّا یَزُوْلُ وَیَقِیْنًا لَّا یَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ

عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ وَاسْقِنِي بِكَاسِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً لَا اَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَدًا

ترجمہ:۔ الٰہی میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو ٹل نہ سکے اور ایسا یقین جو ختم نہ ہو اور آخرت میں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں الٰہی مجھے حشر کے روز اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمانا۔ اس روز تیرے عرش کے سوا اور کہیں سایہ نہ ہوگا اور محمدؐ کے حوضِ کوثر سے مجھے ایسا جام پلانا کہ پھر کبھی میں پیاسا نہ رہوں

بیت اللہ شریف کا دروازہ رکن اسود اور رکن عراقی کے درمیان ہے طواف کے وقت جب اس کے سامنے پہونچے تو یہ دعا پڑھے۔

## بابِ کعبہ کی دُعا

اَللّٰهُمَّ هٰذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ وَهٰذَا الْحَرَمُ حَرَمُكَ وَهٰذَا الْاَمْنُ اَمْنُكَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِيْنَ بِكَ مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ فَاَعِذْنِيْ مِنْهَا۔

ترجمہ:۔ الٰہی یہ گھر تیرا گھر ہے یہ حرم تیرا حرم ہے یہ امن تیرا امن ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں دوزخ سے پناہ مانگنے والے تجھ سے پناہ مانگتے ہیں۔ میں تجھ سے آتشِ دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں پس مجھے اُس سے بچالے۔

حجرِ اسود سے دروازۂ بیت اللہ کا جو فاصلہ ہے اس قدر حصۂ دیوار کا نام ملتزم ہے۔ طواف سے فارغ ہو کر اس سے لپٹ کر دعا مانگنا مسنون

ہو۔ طریقہ یہ ہے کہ سر سے اونچا ہاتھ کرکے دیوار پر پھیلا دے یا داہنا ہاتھ دروازۂ کعبہ کی طرف اور بایاں حجرِ اسود کی طرف پھیلائے اور دیوار سے لپٹ کر یہ دُعا مانگے۔

## مُلتَزَم کی دُعا

يَا وَاجِدُ يَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّي نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ

ترجمہ:۔ اے قدرت والے اے عزّت والے مجھ سے اپنی وہ نعمت زائل نہ فرما جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

مقامِ ابراہیم۔ ایک پتھر ہے جس پر چڑھ کر حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کعبہ کی دیوار بناتے تھے۔ طواف کرتے وقت ملتزم کا محاذ ہوگا اور مقام ابراہیم بازو سے مقابل ہوگا۔

## طواف میں مقام ابراہیم کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا مَقَامُ اِبْرَاهِيْمَ الْعَائِذِ اللَّائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ حَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى النَّارِ

ترجمہ:۔ الٰہی یہ تیرے خلیل حضرت ابراہیم کا مقام ہے جنہوں نے تیری ہی پناہ چاہی تھی اور تیرا ہی سہارا پکڑا تھا جب کہ کفار نے انہیں آگ میں ڈالا تھا بس اُن کی برکت سے ہمارے گوشت پوست کو آگ پر حرام کردے۔

# طواف میں رکن عراقی کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشِّرْكِ وَالشَّكِّ وَالنِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ

ترجمہ :- الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں شرک اور شک اور نفاق اور مسلمانوں میں پراگندگی ڈالنے سے اور بری عادتوں سے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے کہ میری واپسی اپنے مال اور اہل وعیال کی طرف ہو۔

# طواف کے وقت رکن شامی کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْیًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفُوْرُ ـ

ترجمہ :- الٰہی اس حج کو ہر ایک گناہ سے پاک وصاف رکھنا اور میری سعی کو مشکور فرمانا ۔ میرے گناہ کو بخش دے اور ایسی تجارت نصیب فرما جس میں کسی طرح کا نقصان نہ ہو تو ہی غالب اور مغفرت فرمانیوالا ہے۔

# طواف کے وقت رکن یمانی کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِزْیِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

ترجمہ :۔ الٰہی میں تیری پناہ میں آیا کفر سے اور تیری پناہ میں آیا محتاجی اور عذاب قبر سے اور زندگانی و موت کے فتنہ سے۔ میں تیری پناہ میں آیا دنیا اور آخرت کی رسوائی سے۔

اگر یہ دعائیں یاد نہ رہیں تو دوران طواف تسبیح تحمید۔ تہلیل و تکبیر کہتا رہے۔ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ" یا درود شریف پڑھتا رہے۔ لیکن رکن یمانی پر پہونچکر ہر مرتبہ یہی پڑھے۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط

# طواف کی نیّت

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيْدُ طَوَافَ بَيْتِكَ الْحَرَامِ فَيَسِّرْهُ لِي وَتَقَبَّلْهُ مِنِّي

ترجمہ :۔ الٰہی میں تیرے عزت والے گھر کے طواف کا ارادہ کرتا ہوں پس تو اُسے مجھ پر آسان فرما دے اور قبول فرما لے۔

اس نیت کے بعد کعبہ کو منہ کئے اپنے داہنے سمت چلے جب سنگ اسود کے مقابل ہو تو کانوں تک دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے جیسے تکبیر تحریمہ کے وقت نماز میں ہاتھوں کو بلند کرتے ہیں لیکن ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف ہوں اور یوں کہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

اب میسر ہو سکے تو حجر مطہر پر دونوں ہتھیلیاں اور ان کے بیچ میں

میں منہ رکھکر یوں بوسہ دے کہ آواز نہ ہو تین بار ایسا ہی کرے یہ نصیب ہو تو کمال سعادت ہے۔ ہجوم کے سبب اگر یہ موقع اس وقت نہ مل سکے تو ہاتھ سے حجرِ مطہر کو چھو کر اپنا ہاتھ چوم لے یہ بھی اگر میسّر نہ آئے تو پھر کسی پاک لکڑی سے حجرِ اسود کو چھو کر اس لکڑی کو چوم لے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اُس کی طرف اشارہ کرکے ہاتھوں کو بوسہ دے لے۔

طواف میں پہلا دوسرا اور تیسرا پھیرا رمل کے ساتھ کرنا سنّتِ عظیم ہے بقیہ چار پھیرے معمولی چال سے پورے کرے۔ جب سات پھیرے پورے ہو جائیں تو ختمِ طواف پر حجرِ اسود کو بوسہ دے اس طرح طواف کے پھیرے سات ہوئے لیکن حجرِ اسود کا استلام آٹھویں مرتبہ ہوگا۔

طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم پر آئے دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے بعد طواف ان دو رکعتوں کا پڑھنا مذہب حنفی میں واجب ہے اور نیّت نماز سے پہلے اس آیت کریمہ کی تلاوت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔ سنت ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر ملتزم پر جائے اور اس سے لپٹ کر دُعا مانگے پھر زمزم پر پہونچے اور تین سانس میں کوکھ بھر کر پانی پیئے ہر مرتبہ شروع میں بسم اللہ اور بعد میں الحمد للہ کہے۔

خانہ کعبہ کے جنوبی سمت مسجد الحرام کا وہ دروازہ جس سے نکل کر کوہ صفا پر جاتے ہیں یہ باب الصّفا کہلاتا ہے۔ رکن یمانی سے اس دروازہ تک نبی کریمؐ جس راستے سے تشریف لے گئے تھے اس راہ پر ستون بطور نشان

بنے ہوئے ہیں ان ستونوں پر سے ہو کر گزرنا موجب سعادت و برکت ہے۔ دروازہ پر پہونچکر اس دعا کی تلاوت کرے جو مسجد سے باہر نکلنے میں پڑھنا مسنون ہے۔ اس کے بعد بایاں پیر باہر نکالے اور جوتے میں داہنا پاؤں پہلے داخل کرے اور صفا کی طرف روانہ ہو۔ سات پھیرے کرنے ہوں گے۔ ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہوگا۔ میلین کے درمیان دوڑ کر چلے تسبیح و تہلیل درود و سلام میں مشغول رہے۔ خوب دعائیں مانگے۔ سعی سے فارغ ہو کر مسجد الحرام کو واپس آئیں اور دو رکعت نماز ادا کریں کہ مستحب و مسنون ہے۔

آٹھویں تاریخ صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ روانہ ہونا سنت ہے یہاں پر پہونچکر کوئی عبادت حج کی ادا نہیں کی جاتی صرف پہونچنا اور یوم عرفہ یعنی نویں کی صبح تک تا طلوع آفتاب ٹھہرنا ہی عبادت ہے۔ منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب و عشاء پڑھیں اور نویں تاریخ کی صبح کو نماز پڑھ کر بعد طلوع آفتاب عرفات کو روانہ ہوں۔ مسجد خیف سے قریب ٹھہرے۔ نویں کی رات اگر تلاوت کلام پاک میں بسر کردے تو بہت ہی مبارک ہے۔

جب منیٰ نظر آئے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ مِنًى فَامْنُنْ عَلَيَّ بِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَوْلِيَائِكَ۔

الٰہی منیٰ ہے تو مجھ پر وہ احسان کر جو تو نے اپنے دوستوں پر کئے ہیں،

منیٰ سے مشرقی جانب تین میل کے فاصلہ پر میدان مزدلفہ ہے نویں کی صبح کو جب عرفات جاتے ہیں تو یہ میدان پڑتا ہے اس دن یہاں

ٹھہرنا نہ چاہیئے جب میدان عرفات قریب آتا ہے تو ایک میدان ملتا ہے جس کا نام عُرَنَہ ہے اس جگہ قیام کرنے سے رسول اللہ نے منع فرمایا ہے۔ آج نویں تاریخ اگر کوئی وادیٔ عُرَنہ میں ٹھہرا تو اس کا حج باطل ہوگیا ساربان بھی اس جگہ اونٹوں کو تیز کر دیتے ہیں۔

# عرفات اور وہاں کی عبادت

مزدلفہ سے تین میل کے فاصلے پر جانب مشرق وسیع میدان ہے جبل رحمت اس میدان کے وسط میں ہے۔ امیر الحاج بعد خطبہ اور نماز اسی کے قریب کھڑا ہوتا ہے اسی کا نام وقوف عرفات ہے۔ نویں تاریخ کا ٹھہرنا حج کا پہلا رکن ہے اور بہت ہی اہم ہے۔

دوپہر سے قبل غسل کرے اگر غسل نہ کر سکے تو وضو کرے۔ قیام گاہ سے نمرہ کو روانہ ہو یہاں امام مثل جمعہ دو خطبے پڑھے گا انھیں سنتے بعد خطبہ تکبیر فریضہ ظہر کی ہوگی امام کے ساتھ ظہر ادا کرے فرض کا سلام پھیرتے ہی معاً دوسری تکبیر عصر کی ہوگی امام نماز عصر پڑھائے گا فوراً کھڑے ہو کر نماز عصر ادا کرے درمیان میں کوئی نماز اوراد۔ وظائف کچھ نہیں پڑھے جائیں گے۔ اس وقت سے تا غروب آفتاب تسبیح تحمید۔ تہلیل اور تکبیر کی کثرت کرے۔ درود شریف پڑھے اس کی رحمت اور مغفرت کی امید دل میں لائے۔ دعائیں مانگے۔ لبیک کی بار بار کثرت کرے اپنے لئے۔ مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگے۔ خشوع۔ خضوع تفرع سے دعائیں

مانگے۔ غرض تا غروب آفتاب اسی طرح مناجات میں وقت گزارے۔ مطوف ڈراتے ہیں کہ آدمیوں کا ہجوم ہے سواری کے جانوروں کی کثرت ہے جلدی چلو۔ ان کی ہرگز نہ سنئے۔ آج موقف کی حاضری چھوڑنا بڑی محرومی ہے ہزاروں کے حج آج قبول کئے جائیں گے ہزاروں کی خطائیں معاف ہوں گی مقبولوں کے طفیل میں اور ہزاروں کی مقبولیت ہوگی پھر ایسی رحمت کا موقع چھوڑ دینا نادانی ہے خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ آج خاص رحمت الٰہی نازل ہونیوالی ہے نماز کے بعد سے تا غروب آفتاب اُس کا وقت ہے کیا معلوم کس وقت نازل ہو لہذا مانگ لو جو مانگا جائے اور اس وقتِ عزیز کو رائیگاں نہ جانے دو۔

قبل غروب عرفات کا میدان چھوڑنا مکروہ ہے بعد غروب آفتاب زیادہ ٹھہرنا بھی مکروہ ہے۔

جب عرفات کے لئے روانہ ہو یہ دُعا پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ وَجْهَكَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَحَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ سَفَرِيْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ترجمہ:۔ الٰہی میں نے تیری طرف رُخ پھیرا اور تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری توجہ کی خواستگاری ہے۔ میرے گناہوں کی مغفرت کرتا اور میرے حج کو مقبول کر مجھ پر رحم فرما اور محروم و بے نصیب مجھے واپس نہ کر۔ میرے سفر میں برکت عطا کر اور عرفات میں میری حاجت پوری کر تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

عرفات میں جب پہونچے یہ دُعا پڑھے :۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر

ترجمہ :۔ پاک ہے اللہ اور سب تعریف اسی کے لئے ہے اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

# عرفات کی دُعا

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر

ترجمہ :۔ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا وہی اکیلا تنہا معبود ہے کوئی اس کا شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی نیکیاں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

بعد غروب آفتاب مزدلفہ کی جانب روانہ ہو جائے۔ مغرب کی نماز مزدلفہ پہونچکر ادا پڑھی جائے گی راستہ میں کہیں نہ پڑھے۔ فرض مغرب ادا ہوتے ہی عشا کے لئے کھڑے ہو جائیں گے ان دونوں فرضوں کے بیچ میں تکبیر اقامت بھی نہیں ہوگی نہ دو رکعت مغرب کی سنت پڑھی جائیں گی نماز سے فارغ ہو کر شاہراہ سے علیحدہ اقامت گزیں ہو یہ رات بیداری میں بسر ہو تو خوب ہے۔ ذکر تلاوت کلام پاک صلوٰۃ و سلام میں صبح ہو جائے تو زہے نصیب۔ صبح کی نماز اندھیرے سے ادا ہو گی امام کے

پیچھے جگہ ملے تو بہتر ورنہ جہاں جگہ پائے کھڑا ہو اور بعد نماز مصروفِ دُعا رہے۔ یہ دوسرا مقام ہے جہاں آقائے دو عالم نے اُمت گنہگار کی مغفرت کے لئے دستِ مبارک اٹھائے تھے۔ جب صبح بالکل صاف ہو جائے اور طلوعِ آفتاب میں ابھی کچھ تاخیر ہو یہاں سے روانہ ہو جائے راہ میں وادی مُحسّر ملے گی وہاں سے تیز گذر جائے

# مزدلفہ کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَيْرُ مَطْلُوْبٍ وَخَيْرُ مَرْغُوْبٍ اَللّٰهُمَّ اِنَّ لِكُلِّ وَفْدٍ جَائِزَةً وَّقِرًى فَاجْعَلْ قِرَايَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ قَبُوْلَ تَوْبَتِيْ وَالتَّجَاوُزَ وَاَنْ تَجْمَعَ عَلَى الْهُدٰى اَمْرِيْ اَللّٰهُمَّ حَجَّتْ لَكَ الْاَصْوَاتُ بِالْحَاجَاتِ وَاَنْتَ تَسْمَعُهَا وَلَا يَشْغَلُكَ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ وَحَاجَتِيْ اَنْ لَّا تُضَيِّعَ تَعَبِيْ وَنَصَبِيْ وَاَنْ لَّا تَجْعَلَنِيْ مِنَ الْمَحْرُوْمِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ هٰذَا الْمَوْقِفِ الشَّرِيْفِ وَارْزُقْنِيْ ذٰلِكَ اَبَدًا مَا اَبْقَيْتَنِيْ فَاِنِّيْ لَا اُرِيْدُ اِلَّا رَحْمَتَكَ وَلَا اَبْتَغِيْ اِلَّا رِضَاكَ وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمُخْبِتِيْنَ وَالْمُتَّبِعِيْنَ لِاَمْرِكَ وَالْعَامِلِيْنَ بِفَرَائِضِكَ الَّتِيْ جَاءَ بِهَا كِتَابُكَ وَحَثَّ عَلَيْهَا رَسُوْلُكَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

ترجمہ:۔ الٰہی میرا سب سے بہتر مطلوب و مرغوب تو ہی ہے الٰہی ہر آنے والے کیلئے انعام اور مہمان نوازی ہے تو آج کے دن اس جگہ میری مہمانی یہ فرما کہ

میری توبہ قبول فرما اور میری خطاؤں سے درگذر فرما اور میرے کام کو ہدایت پر جمع فرما دے الٰہی آج آوازیں اپنی حاجتوں کے مانگنے میں بلند ہو رہی ہیں اور تو انھیں سُن رہا ہے اور تجھ کو ایک حال دوسرے حال سے بے خبر نہیں کرتا میری حاجت یہ ہے کہ میری تکلیف سفر اور مشقت کو برباد نہ کر اور مجھے اُن لوگوں میں نہ رکھ جو تیری رحمت سے محروم ہوئے۔ الٰہی اس وقت کی میری حاضری آخری حاضری نہ ہو بلکہ جب تک زندہ رہوں بار بار حاضری کی نعمت پاؤں، میں صرف تیری رحمت کا خواستگار اور تیری رضا کا خواہشمند ہوں میرا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہو جو تیری جناب میں عاجزی کرتے ہیں اور تیرے حکم کی پیروی کرتے ہیں اور تیرے وہ فرائض ادا کرتے ہیں جنھیں تیری کتاب قرآن مجید نے بتایا اور تیرے رسول نے ان کی بجاآوری کی تاکید فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیری رحمت اور سلام۔

## منیٰ میں دسویں تاریخ

آج کے دن منیٰ پہونچکر تین عبادتیں علی الترتیب ادا کی جائیں گی

| ۱ | ۲ | ۳ |
|---|---|---|
| رمی جمرۂ عقبہ | شکرانہ حج کی قربانی | حلق یا قصر |

**رمی کا طریقہ** - مزدلفہ یا اس کی راہ سے کنکریاں چن لے کنکریاں نہ بہت چھوٹی ہوں نہ بڑی۔ کنکریوں کو پھینکنے سے قبل وضو لے جمرے سے کم از کم پانچ ہاتھ ہٹ کر اس طرح کھڑا ہو کہ منیٰ داہنے ہاتھ پر اور کعبہ

بائیں ہاتھ پر ہو اور منہ جمرے کی طرف ہاتھ اتنا اٹھائے کہ بغل کھل جائے۔ کنکریاں سات ہر جمرے پر پھینکی جائیں گی۔ ہر کنکری بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر پھینکے۔ دسویں تاریخ کو صرف جمرۂ عقبہ پر کنکریاں ماریں گے۔ پہلی کنکری پھینکتے ہی مفرد اور قارن لبیک موقوف کردیں گے۔ بعد رمی فوراً وہاں سے واپس ہوں گے۔ حج کی قربانی ادا کرے۔ منیٰ کا تمام میدان قربان گاہ ہے۔ قربانی سے فارغ ہو کر حلق یا قصر کرائے۔ حلق کرانا پسندیدۂ آقائے دو عالمؐ ہے ہاں عورت کے لئے حلق حرام ہے اسے اُنگلی کے پورے کے برابر بال کتروانا کافی ہے۔ حلق ہو یا قصر اپنے داہنے ہاتھ سے ابتدا کرے۔ حلق کے وقت تکبیر و تہلیل کہتا رہے۔ اپنے لئے مسلمانوں کے لئے دُعا کرے۔ حلق کے بعد ناخن کتروائے۔ خط بنوائے آج یہی مستحب ہے۔ حلق یا قصر کے بعد احرام کی پابندیاں ساقط ہو گئیں اِلّا مجامعت و ہم بستری۔ اب مناسب ہے کہ نہا دھو کر خوشبو لگا کر مکہ معظمہ روانہ ہو مسجد الحرام پہونچکر بلا اضطباع سات مرتبہ خانۂ کعبہ کا طواف اسی دستور کے مطابق کرے جیسا کہ بیان طواف میں گذرا ہے۔ یہ طواف زیارت یا طواف فرض ہے۔ ختم طواف کے بعد حجر اسود کا استلام کرے اور دو رکعت نماز مقام ابراہیم پر قُلْ یَا اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ کے ساتھ ادا کرے اب ملتزم پر جائے اور اس سے لپٹ کر دعا مانگے۔ پھر زمزم پر حاضر ہو اور خوب سیر ہو کر پانی پیئے اس کے بعد منیٰ کو واپس آجائے۔ دسویں گیارہویں اور بارہویں کی راتیں منا ہی میں بسر کرنا سنت ہے

گیارہویں اور بارہویں تاریخ تینوں جمروں پر کنکریاں پھینکتا جائے شروع جمرۂ اولیٰ سے پھر وسطی پھر عقبہ۔

بارہویں کو اگر بعد رمی منیٰ سے مکہ معظمہ روانہ ہوجائے تو شریعت نے اجازت دی ہے لیکن اگر تیرہ کو بھی رہ گیا تو آج بھی بعد زوال انہیں آداب کے ساتھ رمی ادا کرے اور مکہ معظمہ روانہ ہوجائے۔ لیکن بارہ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے طوافِ زیارت یا طوافِ فرض سے فارغ ہوجانا لابد ہے ورنہ حج نہ ہوگا کیونکہ یہ طواف فرائض حج میں سے ہے۔ بارہویں کی رمی سے فارغ ہوکر خواہ اسی روز خواہ تیرہویں کو جب منیٰ سے روانہ ہو تو راستہ میں جنت المعلیٰ سے قریب وادی محصّب ہے۔ یہاں پہونچکر سواری سے اتر لو یا بے اترے کچھ دیر ٹھہر کر مشغول دعا ہو پھر مکہ معظمہ آجائو جب تک قیام رہے عمرہ ادا کرتے رہو کہ اولیٰ ہے۔

---

# طواف وداع

مکہ معظمہ سے جب رخصت کا ارادہ ہو تو آخری کام خانۂ کعبہ کا طواف کرنا اور اس سے رخصت ہونا ہے۔ اس طواف میں نہ اضطباع ہو نہ رمل نہ اس کے بعد سعی محض سات مرتبہ خانہ کعبہ کے گرد حسب دستور گھومنا ہے ہر جگہ پر حجر اسود کا استلام ضروری ہے جب ساتوں پھیرے ہوجائیں

تو حجرِ اسود کو پھر بوسہ دو کہ یہ ختم طواف کی مُہر ہے۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد ملتزم سے لپٹو دُعا مانگو پھر حجرِ اسود کو بوسہ دو یہ بوسہ وداع کا ہے۔ کوشش کرو کہ دو چار قطرے آنسو آنکھ سے گریں پھر الٹے پاؤں کعبہ کی طرف کر کے یا سیدھے چلنے میں پھر پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھو اس کی جدائی پر روتے ہوئے مسجد کے دروازہ سے بایاں پیر نکالو۔ کعبہ کی طرف منہ کر کے قبول حج و زیارت اور بار بار حاضری کی دعا مانگو سوار ہونے سے قبل فقراء مکہ پر حسب استطاعت کچھ تصدق کرو اور روانہ ہو جاؤ ہمارے آقا اپنے حضور میں حاضر ہونے کی رغبت دلاتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے ۔ مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي

(ترجمہ، جس نے حج تو کیا مگر میری زیارت نہ کی تو بیشک اس نے مجھ پر ظلم کیا، دوسری حدیث میں ہے،۔ مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي

(ترجمہ، جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت ضروری ہے)

منزل جس قدر طے ہوتی جائے کوشش کرو کہ ادب و احترام اور جذبۂ شوق میں فراوانی ہو زبان پر صلوٰۃ وسلام اور دل میں تصور حبیب پاک صلعم ہو۔ جب شہر پناہ کے اندر داخل ہو تو بہتر ہے کہ پیادہ ہو لو اور اگر ہو سکے تو ننگے پاؤں چل کر درِ اقدس تک حاضر ہو۔ جس وقت نگاہ قبۂ انور سے مشرف اندوز ہو صدق دل سے باسوز و گداز اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ کی کثرت کرو اقامت گاہ پر پہونچکر جلد سے جلد ان ضروریات سے فارغ ہو جس کا لگاؤ سکون قلب میں خلل انداز ہو سکتا ہے۔ غسل کرو عمدہ نفیس

کپڑا پہنو خوشبو لگاؤ اور فوراً آستانۂ اقدس کی طرف روانہ ہو جاؤ مسجد پاک کے دروازہ پر پہونچکر چند لمحات توقف کرو گویا حاضری کی اجازت لینے کی التماس کر رہے ہو پھر بسم اللہ کہہ کر داخلۂ مسجد کی دعا، پڑھ کر داہنا پاؤں بڑھا کر بکمال ادب داخل ہو۔ اس وقت جو ادب و تعظیم واجب ہے وہ ہر سُنی مسلمان کا دل جانتا ہے۔ آنکھ۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ پاؤں۔ دل اور دماغ سب کو خیال غیر سے پاک کرو۔ مسجد میں پہونچ کر تحیتہ المسجد پڑھو۔ وسط مسجد جہاں محراب النبی ہے اگر یہ دو رکعت ادا ہوں تو بہت مبارک ہے وہاں جگہ ملے تو اس سے قریب نماز پڑھ کر سجدۂ شکر میں گرو اور دعا کرو کہ الٰہی اپنے حبیب کا اور اپنا قبول مجھ گنہگار کو نصیب فرما۔ اب گردن جھکائے ہوئے گناہوں کی ندامت سے شرمسار حضور کے عفو و کرم کے امید وار سرکار والا کے پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہ عالیہ میں حاضر ہو اب زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے سامنے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انوار کو منہ کر کے نہایت ادب سے سلام عرض کرو۔

# بارگاہِ نبوّت کا سلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاخَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاشَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِيْنَ

سلام عرض کرنے کے بعد درود کی کثرت کرو اور اپنے لئے اپنے ماں باپ کے لئے اعزا کے لئے۔ احباب کے لئے۔ استاد کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرو۔ صدق دل سے شفاعت مانگو۔

اب اپنے داہنے ہاتھ کی طرف بقدر ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت صدیق اکبرؓ کے چہرۂ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کرو۔

**صدیق اکبر کا سلام** اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَزِيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

پھر کسی قدر داہنے جانب ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظمؓ کے روبرو کھڑے ہو کر سلام عرض کرو۔

**فاروق اعظم کا سلام** اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

پھر بائیں طرف قریب ایک بالشت ہٹو اور صدیقؓ و فاروقؓ کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيفَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَسْاَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

سلام سے فارغ ہوکر ممبر اطہر کے قریب آؤ دُعا مانگو پھر روضہ یعنی جنت کی کیاری میں داخل ہو اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کر دعا مانگو ہر ستون کے پاس جاؤ اور دعا مانگو خاصکر اُن آٹھ ستونوں کے پاس جنھیں استوانات رحمت کہتے ہیں پنجگانہ یا کم از کم صبح شام مواجہ شریف میں عرض سلام کے لیے ضرور حاضر ہوتے رہو کم از کم ایک قرآن مجید کا مسجد میں ختم ضرور کرلو۔ ممکن ہو تو روزانہ جنت البقیع میں حاضری دو۔

جب وطن کی واپسی کا عزم ہو تو سامان سفر سے فارغ ہوکر سواری پر سوار ہونے سے قبل اس کریم ورحیم کے آستانۂ پاک پر حاضر ہو اور مانگو جو مانگنا چاہو۔" (مشیر حجاج وزائرین)

# ینبوع

۲۳ جنوری ۱۹۳۰ء ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ

## مدینہ منورہ کا بندرگاہ

رات سے سمندر میں تلاطم ہے صبح کی نماز سیدھے کھڑے ہوکر بمشکل ادا ہوئی، خدا کا شکر ہے کہ ہوا کا زور اور پانی کا شور زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہا۔ سورج نکلنے کے بعد بتدریج کمی ہوتی گئی اور دس بجے تک سمندر میں سکون ہوگیا۔

ینبوع کا بندرگاہ آنے والا ہے یہاں سے سرزمین حجاز شروع ہوگی اور مدینۂ منورہ تشریف لے جانیوالے حجاج کے لئے یہی مقام ہے لیکن ہمارے جہاز میں کوئی مسافر ایسا نہیں ہے جو ینبوع بندرگاہ پر اترے

سب لوگ جدّہ جا رہے ہیں۔ حجاز کی زمین پر نظر پڑتے ہی دل کی حالت میں تبدیلی نظر آئی، اللہ، اللہ اسی مقدس زمین پر خدا کا پاک گھر ہے اور اسی خطہ پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ یہاں کے ذرّہ ذرّہ کو وہ عظمت و بزرگی حاصل ہے کہ طور کی چوٹی صبح و شام جھک جھک کر اس کی تعظیم ادا کرتی ہے، ینبوع کا بندرگاہ، اور مدینہ لے جانے والی راہ آنکھوں کے سامنے ہو اور عاشقانِ باوفا کے قلوب مضطرب نہ ہوں یہ ممکن ہی نہ تھا، تصوّرات و تخیلات میں ہلچل مچی ہوئی تھی، یہ کیسے ممکن تھا کہ جس بزم میں شمعِ محبت روشن ہو وہاں کا چپہ چپہ پروانہ کی بیقراری میں اضافہ پیدا نہ کرسکے چشمِ مضطر مچلی۔ دلِ بیتاب تڑپا، پائے شوق میں لغزش پیدا ہوئی سب کو سنبھالا اور سمجھایا کہ پہلے کعبۃ اللہ میں حاضری دے کر اور زمزم میں نہا کر اس قابل تو ہو آؤ کہ مدینہ والے کی حضوری میں شرمندۂ عصیاں نہ ہونا پڑے، اسی لئے ہم نے پروگرام میں راہِ وفا کی آخری منزل یعنی منزلِ مقصود مدینہ منورہ کو رکھا ہے۔

## سرزمینِ حجاز کو دیکھ کر

چاہتا ہے دلِ پُرشوق کہ اے ارضِ حجاز
ہر قدم پر ہو ادا تجھ پہ عقیدت سے نماز

آتشِ شوقِ طلب بڑھتی رہے سینہ میں
اور ہوتا رہے ہر لمحہ مرا عشق دراز

کیا تعجب ہے جو اس راہِ وفا میں اک دن
عبد و معبود میں ہونے لگیں کچھ راز و نیاز

کام بن جائے جو آجائے مرے کام یہ دل
لے چلے عشقِ حقیقی کی طرف عشقِ مجاز

اسی عالم میں جل آئے تو آئے لبیک — مگر آئے نہ سرِ شوق مرا سجدہ سے باز
میں تری سامنے شرمندۂ عصیاں ہی رہوں — بندگی پر نہ کبھی ہو مجھے یارب کچھ ناز
پھوٹ نکلے گا کبھی نغمۂ وحدت بن کر — چھیڑ رکھا ہے تصوّر نے جو دل میں اک ساز
اُسی امت میں ہوا موسیٰ کو طلب تھی جسکی — طور کی طرح سنا دیجئے اپنی آواز
المدد مالکِ خشکی و تری حاضر ہیں — آرہا ہے لبِ ساحل تری بندوں کا جہاز

ہم وفادار ہیں تیرے گنہگاروں میں
اور رحمت رہی مولا تری سب کی دمساز

## میقاتِ مکہ مکرمہ و احرام

ینبوع سے روانگی کے چند گھنٹوں کے بعد جہاز نے سیٹی دے کر میقات کی اطلاع دی جہاں مکہ معظمہ جانے والے اور جدّہ اترنے والے حجاج کو احرام باندھنا ضروری ہوجاتا ہے، سیٹی کی آواز سُن کر سب نے تیاریاں شروع کیں، جلد جلد ناخن کترے، موئے زیرِ ناف اور بغل صاف کئے، مونچھیں تراشیں، اصلاح و خط سے فارغ ہوکر اچھی طرح بدن مل کر نہائے، جن لوگوں نے سر کے بال نہیں منڈھائے تھے انھوں نے تیل ڈال کر کنگھا کیا، ایک چادر کا تہبند باندھا اور ایک کندھوں سے اوڑھ لی، سلے ہوئے کپڑے اتار دئے گئے، دو رکعت نماز بہ نیت احرام ادا کی، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یاایہا الکافرون اور دوسری میں قل ہو اللہ پڑھی، سلام پھیر کر ہم نے تمتع کی نیت

کی (عمرہ کا احرام باندھا تھا، بعض نے حج یا عمرہ یا دونوں کی مشترکہ نیت کی اس کے بعد بآوازِ بلند لبیک کہا، اور آہستہ آہستہ سرکارِ دو عالم پہ درود بھیجتے اور دعائیں مانگتے رہے (صدائے لبیک مفرد اور قارن اس وقت تک جاری رکھے گا جب تک رمی جمرۂ عقبہ سے دسویں تاریخ فارغ نہ ہوجائے، لیکن متمتع حجرِ اسود کا پہلا بوسہ لیتے ہی لبیک چھوڑ دیگا حالتِ احرام میں مرد اپنا سر کھلا رکھے اور عورت سر کو ڈھکے چہرہ کو کھلا رکھے نامحرم کے سامنے پنکھے یا چادر سے اس طرح آڑ کرلے کہ چہرہ پر نہ لگے، مرد بآوازِ بلند اور عورت آہستہ لبیک کہے۔ بلندی پر چڑھتے ہوئے۔ پستی میں اترتے ہوئے، سواری کے مڑنے پر، راستہ میں قافلہ ملنے پر طلوعِ صبح کے وقت اور ہر فرض نماز کے بعد لبیک کہے۔)

**عمرہ کی نیت** ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ:۔ اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، تو میرے لئے عمرہ کی ادائیگی آسان فرمادے۔ اور مجھسے اس عبادتِ عمرہ کو قبول ہی فرمالے، خاص اللہ کیلئے میں نے عمرہ کی نیت کی۔

**حج کی نیت** ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی

(ترجمہ) اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لئے حج کی ادائیگی آسان فرمادے اور مجھ سے اس عبادت حج کو قبول ہی فرمالے، خالص اللہ تعالیٰ کے لئے میں نے حج کی نیت کی۔

**حج وعمرہ کی نیت** ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَ

تَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ لَوَیْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

ترجمہ:۔ اے اللہ میں حج اور عمرہ دونوں عبادتوں کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لئے حج اور عمرہ کی ادائیگی کو آسان فرمادے اور مجھ سے اس عبادت عمرہ و حج کو قبول ہی فرمالے، میں نے خالص اللہ کے لئے حج و عمرہ کی نیت کی۔

اللہ اللہ کس شان سے مولا کے دیوانے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ گناہوں کی مغفرت چاہی جا رہی ہے، وہ سب کی سنتا ہے یقین کامل ہے کہ میری بھی سنے گا، اور کعبہ پہونچنے سے پہلے کاتب تقدیر نے میری قسمت پلٹنے کا حکم دیدیا ہوگا۔

اس وقت دل کی حالت ہی کچھ اور ہے، تڑپ بھی ہے اور اضطراب بھی، تسکین بھی ہے راحت بھی، اسی طرح آنکھوں کا حال ہے کبھی اشکبار کبھی شرمسار، یہی حال زبان کا ہے وفورِ جوش میں بار بار لبیک کی آواز نکلتی ہے، کون کون یاد آرہا ہے، کس کس کے لئے دعا نکل رہی ہے یہ عالم الغیب کے علم میں ہے۔

مالکِ کون ومکان تیرا بندۂ ناچیز حفظ الرحمٰن تیرے حضور میں حاضری کے لئے تیاریاں کر رہا ہے اعمال کا ذخیرہ ہے نہ مال و متاع کا ڈھیر، صرف تیرے فضل وکرم کے بھروسہ پر نکلا ہے اور تیری ہی طرف آس لگی ہوئی ہے۔ تو ہی دلی تمناؤں کا پورا کرنے والا ہے۔

مولا! اپنے تہی دامن کی لاج رکھ لینا! مسبب الاسباب!! کچھ ایسا انتظام کردینا کہ مکہ کا قیام میرے لئے سکون و اطمینان کا ذریعہ بنے

اور میں تیرے بتائے ہوئے احکام کی ادائیگی بہ حسن و خوبی انجام کو پہونچا کر تجھ سے سرخروئی حاصل کروں۔ رب العالمین!!! تو نے برسوں کی آرزو پوری کی ہے تیرا شکریہ دُنیا کے سمندروں کو سیاہی اور درختوں کو قلم بنا کر بھی ادا کروں تو فضل و کرم کا عشرِ عشیر بھی بیان نہ ہو۔

مقلب القلوب!!!! تو خوب واقف ہے کہ میرے اس سفر میں نام و نمو کو دخل نہیں بلکہ صرف تیری رضا جوئی۔ تعمیل حکم اور اپنے فریضہ کی ادائیگی کیساتھ جذبۂ صادق کی کارفرمائی ہے جو مجھے یہاں تک کھینچ لایا۔

ابھی تیرے دربار کے بعد ایک منزل اور باقی ہے، تیرے محبوب اور باعثِ ایجادِ دو عالم کی خدمت میں حاضری دینی ہے، میرے مالک مجھے رحمت اللعالمین کی خدمت میں آلائش گناہ سے پاک وصاف کرکے بھیجنا اور میرے عقل و ہوش کو اس قابل رکھنا کہ جی بھر کر حالِ دل سُنا سکوں، تجھ سے تیرے گنہگار بندوں کا درد بیان کرنا ہے اور اُن سے اُن کی امتِ مرحومہ کی داستانِ الم کہنی ہے، جس طرح دور افتادوں کا پیام تجھے سنانا ہے اسی طرح فرقت و مجبوری کے ماروں کا پیغام اُن سے عرض کرنا ہے۔ غرضیکہ اسی عالمِ کیف میں بحالتِ احرام، ایک جذ باقی نظم شام تک پوری ہو گئی۔

## احرام کی حالت میں

باندھ کر بیٹھے ہیں حجاج جو اپنے احرام　　نظر آتی ہے عجب رنگ میں شانِ اسلام

اب کسی طرح کا ظلم ان سے نہ ہوگا سرزد — زور سے بولنا بھی ہوگیا محرم کو حرام
مثلِ معصوم بسر کرتی ہے تاج انھیں — ہے خداوندِ تعالیٰ کا یہ ان پر اکرام
اب ذرا چشمِ تعصب سے یہ کہہ دے کوئی — دیکھ لے آکے مساواتِ شہنشاہ و غلام
ایک حالت میں ہیں اسوقت امیر اور فقیر — مقتدی بھی ہے اُسی شکل میں جیسے کہ امام
اس لئے کہتے ہیں چھیڑے نہ انھیں کوئی کہیں — باندھے پھرتے ہیں کفن سر سے حرم کے خدام
یہ رہِ ملت و مذہب میں ہیں سب شیر و شکر — ایک مرکز پہ سمٹ آتی ہیں دنیا سے تمام
حکم مل جاتا ہے جب اسکو جہادِ دیں کا — زندگی عیش کی ہوتی ہے مجاہد پہ حرام
ہیں صعوباتِ جہاں اسکو بشاراتِ اِرم — اور شہادت ہے مسلماں کو خدا کا انعام
آتشِ شوقِ شہادت ہے ذرا سرد سی یوں — جاہدو، کا نہیں صدیوں سے سُنا کچھ پیغام

ورنہ جذبہ وہی مسلم وہی ایمان وہی
دیں وہی، خلد وہی، حق وہی، قرآن وہی

## ۲۴ر جنوری ۱۹۳۸ء — بندرگاہ جدّہ — ۱۲ر ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

رات کو جدّہ آنے کی خوشی اور انتظار میں بہت کم نیند آئی اور آنکھ سویرے کھل گئی، تمام سامان باندھ کر رکھ لیا گیا ہے، علی الصبح نماز فجر پڑھ کر جہاز کے اوپر چلا گیا، حجاز مقدس کی پہاڑیاں نظر آرہی ہیں، خدا کا شکر، درود شریف تلبیہ زبان پر ہے جیسے جیسے جہاز جدّہ کے قریب ہوتا جا رہا ہے دل کی حالت بدلتی جا رہی ہے، خوشی کے مارے جامے میں پھولا نہیں سماتا، ۸ ½ بجے کے قریب دور سے کچھ آبادی نظر آئی، جہاز کی رفتار میں کمی ہونے لگی

ٹھیک نو بجے ہمارا جہاز جدہ سے تین میل کے فاصلہ پہ تھا، یہاں سے حجازی رہبر نے چارج لیا۔ نصف گھنٹہ کے بعد کشتیوں نے آکر جہاز کو گھیر لیا، یہاں کی ٹھرونگ مشہور ہے، سامان کرین کے ذریعہ اوپر سے پھینکا جانا، مسافروں کا ایک دوسرے سے سبقت لیجانا، بندرگاہ پر معلّم اور کسٹم کا جھگڑا سب کچھ پہلے سے میری نظر میں تھا،

میں نے اپنے ساتھیوں سے نہایت اطمینان کے ساتھ عرشے پر کھڑے رہنے کی درخواست کی اور تھوڑی ہی دیر میں اپنی نگرانی کے اندر جہاز سے سامان اتروا کر کشتی میں پہونچایا، اس کے بعد رفقائے سفر کو نہایت آرام کے ساتھ یہ عافیت تمام جہاز سے اتار کر کشتیوں میں سوار کرایا اور آدھ گھنٹہ میں ہم سب حجازی زمین پر پہونچ گئے۔

کسٹم (چنگی) کے معاملات میں یہاں بہت اندھیر دیکھا۔ جملہ ملازمانِ محکمہ، حجاج کو لوٹنے کی فکر میں رہتے ہیں اور طرح طرح سے ان کو پریشان کرکے پیسہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی صندوق کھلواکر بے ترتیبی سے سامان بکھیر دیتے ہیں، کبھی بستر کھلواکر دیکھتے ہیں، ان پڑھ اور جاہل کو جانچ کر خوب مونڈتے ہیں، رشوت کا بازار اچھی طرح گرم ہے۔ اگر کسی کے پاس سو روپیہ ڈیوٹی کا مال ہے تو وہ چپ چاپ چند فلس ان کی نذر کردے، پھر سامان سے ہاتھ بھی نہ لگائیں گے، امیروں کو آسانی اور غریبوں کو مشکل یہاں بھی موجود ہے

کسٹم اور معلّم کا قصہ تو ہمیں پریشان ہی نہیں کرسکتا تھا کہ ایک میں

کافی تجربہ حاصل تھا اور دوسرے کا انتظام ہم نے بہت پہلے ہی گھر بیٹھے کرلیا تھا، دو ہی منٹ میں تمام مرحلے بہ آسانی طے ہوگئے اور ہم معہ سامان کے اپنے معلّم عباس بن حافظ ابراہیم کے وکیل صاحب کے دولت کدہ پر پہونچ گئے،

جدّہ جغرافی اور تاریخی حیثیت سے ایک مشہور بندرگاہ ہے، بازار پُر رونق ہے، لمبی لمبی عبائیں، اونچے اونچے کوٹ، اونٹوں کی قطاریں موٹر، لاریوں کی بھرمار، مخلوقِ خدا کا ہجوم، تلبیہ کا شور، اللہ اکبر کے نعرے، اسلام کو دینِ فطرت ہونے کا نمونہ پیش کر رہے تھے، ذرّہ ذرّہ سے اسلام کی شان ہویدا ہورہی تھی۔

ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر میں اور سید محمد حسین صاحب بندرگاہ پر گئے، ہمارے جہاز کے ساتھ ہی ہندوستان سے خسرو نامی جہاز پہونچا تھا لیکن اس کے مسافروں کو اترنے کی اجازت ہمارے بعد ملی، فطری طور پر دلی تمنا تھی کہ اپنی طرف کا کوئی آدمی نظر آئے، مگر توبہ کیجئے، یو پی کے نازک مزاج اور سست قدم حضرات کو کیا پڑی تھی کہ وہ چند دن پہلے چل کر یہاں پہونچیں، وہ تو آخری جہاز سے آنے کی اور پہلے جہاز سے جانے کی فکر میں رہتے ہیں، تمنّا پوری نہ ہوئی تو اب آرزوئیں مچلیں کہ جلد از جلد مکہ معظمہ پہونچیں، مگر یہ اپنے بس کی بات نہ تھی، انتظامِ حکومت کے مطابق جس وقت حکم ہوگا لاری روانہ ہوگی، اسی فکر میں تھے کہ اطلاع ملی کہ آج کی رات جدّہ میں قیام کرنا پڑے گا اور صبح کو روانگی کا انتظام ہوگا حکم حاکم مرگِ مفاجات

آخر کیا کرتے ؟ آرزوؤں کا خون کرنا پڑا، خدا کے دربار کی حاضری بھی بندوں کے اختیار میں تھی، صبر کیا اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا،

ہمارے ساتھیوں میں سے خواجہ ظہیر احمد صاحب اور اُن کی بیگم صاحبہ ہم سے علیحدہ ہو گئے، ہماری ملاقات سے قبل کراچی میں وہ دوسرے معلم سے وعدہ کر چکے تھے۔ اب ہم چار نفس باقی رہ گئے جن میں تین مرد اور ایک خاتون ہیں، دن بھر جدّہ کو چل پھر کر دیکھا بھالا، جدّہ میں علاوہ ترکوں[له] کے تمام سلطنتوں کے قونصل خانے ہیں اور ہر جگہ کے سفیر موجود رہنے کی وجہ سے خاصی چہل پہل رہتی ہے، سڑکیں خراب ہیں، صفائی نہ ہونے کی وجہ سے اکثر حج کے ایام میں وبائی امراض پھیل جاتے ہیں، حجاج کیلئے حکومت سعودیہ کی جانب سے شفا خانوں کا انتظام معقول نہیں ہے سعودی حکومت کی برکات یہیں سے شروع ہو گئیں حجاج کے لئے جدّہ میں بندرگاہ وکسٹم ہاؤس کے قریب جو مسجد بنی ہوئی ہے اس میں پانی اور مٹی کے لوٹوں تک کا پتہ نہیں، ضرورت مند حضرات دو پیسہ ادا کرکے ایک لوٹا پانی وضو کے لئے خرید سکتے ہیں برابر ہی ایک صاحب نے پانی کی دوکان کھول رکھی ہے، اگر حکومت اپنی طرف سے مسجد میں پانی

---

[له] غازی مصطفےٰ کمال نے ترکوں کو قانونی اور اصولی طریقہ پر حج سے روک دیا ہے کہ دورِ سعودی میں حج کے ارکان صحیح جذبات کے ساتھ ادا نہیں ہوتے اس لئے اس وقت حج کرنا حکومتِ سعودی کو مالی نفع پہونچانا ہے۔

وغیرہ کا انتظام نہیں کرسکتی تو دوسرے ٹیکسوں کی طرح یہ بھی حجاج کی صرفہ میں شامل کر دے تو غنیمت ہو، بسا اوقات جب کہ جماعت تیار ہو اور کوئی حاجی شریک ہونا چاہے اور اتفاقاً اس وقت جیب میں پیسہ نہ ہوں تو نماز جماعت سے محروم رہ جائے۔ جب تک جائے قیام پر پہونچکر پیسے لینے جائے اس وقت تک نمازی نماز پڑھ کر گھروں کو بھی روانہ ہو چکے ہوں گے۔

پہلی مثال ہی سے آگے کی حالت کا اندازہ ہو چلا، اور افسوس کرتا ہوا مکان پر واپس آیا، کھانا وغیرہ کھا کر سونے کا ارادہ کیا، مکہ مکرمہ کی اشتیاق میں نیند کہاں ؟ کروٹیں لیتے لیتے رات بسر ہونے لگی۔ تخیلات و تصورات کی دنیا میں پھرتا رہا، خیال آیا کہ حجازی ساحل جس پر آج خدا نے برسوں کے بعد پہونچایا ہے نظم سے آراستہ ہونا چاہیئے، مولا کی دین ہے کہ غیر معمولی طور پر دماغ میں شعر کہنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے اور اس سفر میں موقع و محل کی نظم کہنا میرے لئے اسی قدر آسان ہو گیا ہے جیسے کہ نثر میں ڈائری لکھنا، خدا معلوم کہاں کہاں سے مضمون چلے آرہے ہیں ؟ ہر وقت طبیعت حاضر، کسی وقت دماغ کی غیر حاضری کی شکایت نہیں، چند منٹ میں نظم ہو گئی،

## بندرگاہ حجاز

اللہ اللہ آگیا ہے ساحلِ ملکِ حجاز رہروانِ دینِ حق کی منزلِ دور و دراز

کیسی پاکیزہ ہوائیں آرہی ہیں دور سے
جیسے آئی ہوں نہا کر یہ حقیقی نور سے

بھیڑ ساحل پر لگی ہے ہر طرف حجاج کی
کسقدر ساعت مبارک ہے یہ ان کو آج کی

شوق میں ڈوبے ہوئے ہیں وجد سے سرشار ہیں
منزلِ مقصود پر چلنے کو سب تیار ہیں

لے چلا ہے جذبۂ دل کھینچکر سوئے حجاز
آ لگا ہے ساحلِ مقصد پہ آج ان کا جہاز

رنگ لایا چاہتی ہیں عشق کی بیماریاں
رات بھر حاضر رہی ہیں سامنے بیداریاں

جسطرف دیکھو ادھر ہے محرموں کی دھوم دھام
ہو رہا ہے ہر طرف حجاج کا اک ازدہام

آج ہر دیوانۂ الفت کی حالت اور ہے
یہ جگہ کچھ اور ہے اس کی محبت اور ہے

کیوں نہ ہوں مسرور رہرو بابِ منزل آگیا
مرکزِ رحمت ملا کعبہ کا ساحل آگیا

نام کعبہ کا لبوں پر آرہا ہے بار بار
چوم لینے کی ہوس میں ہو رہے ہیں بیقرار

## جدّہ کی سیر

۲۵ر جنوری ۳۸ء ۲۲ر ذیقعدہ ۵۶ھ

صبح آنکھ کھلی، کعبہ کی طرف سر جھکایا، نماز کے بعد دعا مانگتے ہوئے خیال آیا کہ اگر حکومت کل ہی روانگی کی اجازت دے دیتی تو یہ صبح کی نماز حرم محترم ہی میں ادا ہوتی، مگر اس حضوری پر بھی دوری میں کوئی نہ کوئی راز مجبت ہوگا، جب کعبہ والے سے براہِ راست ہمارا تعلق ہے تو کعبہ کی طرف کا ہر سجدہ کعبہ میں شمار ہوگا، خدائی حکومت دائمی ہے اور دنیا والوں کی حکومتیں عارضی،

نماز پڑھ کر مکان سے باہر نکلا، شہر میں ہوتا ہوا سمندر کے کنارے

کنارے بہت دور تک چلا گیا، اس جگہ پہونچا جہاں باعثِ آبادیٔ ہستی اور دنیا کی ماں حضرتِ حوّا آرام فرما ہیں، مزارِ پاک شکستہ حالت میں اولادِ آدم کی بے توجہی کی طرف متوجہ کر رہا ہے، ام الانبیا کی قبر اس حالت میں دیکھ کر سخت ملال ہوا، روحِ اطہر سے مخاطب ہو کر کہا اے تمام انسانوں کی ماں، تجھ کو تو پتہ ہو گا کہ تیری اولاد میں اب ایسے سپوت بھی پیدا ہو گئے ہیں جو نہ صرف امہات المومنین، بزرگانِ دین، شہدائے کرام پیشوایانِ ملت اور بانیانِ اسلام کے مزارات اور یادگاریں کھدوا کھدوا کر پھینک رہے ہیں بلکہ خدا کے گھروں کو بھی مسمار کر دیا ہے اور اُس کے سامنے جواب دہ ہونیکا بھی ڈر نہیں!

واپسی پر برٹش قونصل کے قریب ایک صاحب سوٹ بوٹ سے آراستہ و پیراستہ ہیٹ سر پر لگائے ہوئے دوسرے صاحب سے جو ترکی ٹوپی میں تھے باتیں کرتے ہوئے نظر آئے۔ خیال ہوا کہ یقیناً یہی صاحب خان بہادر احسان اللہ خاں کی جگہ برٹش وائس کونسل جدہ مقرر ہو کر پنجاب سے آئے ہیں، خیال یقین کے درجہ پر تو پہونچ ہی چکا تھا ہم ذرا بے تکلف آگے بڑھ کر السلام علیکم کہا، مصافحہ کے بعد خیال کی پختگی اور تائید اس طرح ہوئی کہ ان سے دریافت کیا اگر میں غلطی نہیں کرتا تو غالباً آپ ہی سید لال شاہ صاحب ہیں جواب میں جی ہاں کہہ کر دوبارہ ہاتھ ملایا پھر کیا تھا سوال و جواب شروع ہو گئے، یونیورسٹی کے حالات، سفر کے واقعات، جدہ میں قیام، وائسئے ہند کی تاریخ، مختصراً ہر ایک کا جواب

دیتے ہوئے آخری سوال کے متعلق عرض کیا کہ واپسی پر انشاء اللہ ملاقات ہو گی اور آپ کو بھی تکلیفِ راحت دی جائے گی۔

آدمی کیسے ہی فیشن ایبل کیوں نہ ہوں ہم سے تو بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آئے، ان سے مل کر مکان کو واپس ہوا، راستہ میں معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ لے جانے والی لاری آگئی ہے نو بجے صبح ہی کو روانہ ہو جائے گی، جلد جلد سامان رکھوایا، دو صندوق جو ذرا وزنی تھے وکیل صاحب کے مکان پر بطور امانت چھوڑ دئے۔ اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے موٹر لاری میں بیٹھ گئے۔

بہت پرانی ایک ہندی مثل مشہور ہے کہ "آسمان سے گری تو کھجور میں الجھ گئی" بالکل اسی طرح اس وقت ہماری تقدیر تھی کہ وکیل صاحب کے مکان سے ٹھیک نو بجے کے چلے چلے بارہ بجے دوپہر تک جدہ کے پولیس اسٹیشن پر کھڑے رہے، لوگوں کی لاپرواہی اور ہمارا اشتیاق دونوں سوہانِ روح تھے، کفن بر دوش تو تھے ہی یہ کہنے میں کیا تامل تھا کہ "مردہ بدست زندہ" خدا خدا کر کے تین گھنٹہ میں چھٹکارا ہوا، ڈرائیور صاحب پکے سعودی تھے۔ لاری میں کل سترہ سواریاں خدا معلوم کس کس ملک کے باشندے کہ صورتیں الگ، زبان جدا، مگر اس وقت لباس سب کے یکساں اور زبان پر تلبیہ۔

کعبۃ اللہ (مکہ معظمہ)





# ساتویں منزل

## حجازِ مقدس

# مکہ مکرمہ کی طرف روانگی

شکر صد شکر کہ ہے آخری منزل پہ قدم
مرے مولا ہو گنہگار پہ اب نظرِ کرم

خدا خدا کر کے بارہ بجے مکہ معظمہ کی طرف لاری روانہ ہوئی سب نے باآواز بلند تلبیہ کہا۔ تین میل تک تو آرام کے ساتھ بیٹھے رہے، اس کے بعد ڈرائیور صاحب کی شرافت، انسانیت مہمان نوازی اور اخلاق کا سکہ ہم سب کے دلوں پر بیٹھ گیا کہ بھلے آدمی کو زبان سے اشاروں سے سماجت سے ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ باز نہ آیا جدھر چاہا لاری موڑ دی اونچا، نیچا، غار گڑھا اس کی نظر میں سب ایک تھے، لاری میں کچھ ضعیف العمر خواتین اور مرد ایسے بھی تھے جن کی عمریں ستر اور اسی برس سے کم نہ تھیں ان بیچاروں کے سر کبھی آپس میں ٹکراتے کبھی لاری کی چھت میں لگتے جس سے ان کو سخت اذیت پہونچتی اور وہ ضعیف آواز سے کراہ کراہ کر چپ ہو رہتے، ہم میں سے ہر ایک کو اس کی ظالمانہ حرکت پر افسوس ہوتا مگر احرام کی حالت تھی مجبوراً خاموش ہو رہتے، جو گذری دل پر گذار لی،

راستہ میں ایک جگہ موٹر روک کر ڈرائیور صاحب ہوٹل میں چاء پینے جو تشریف لے گئے تو دو گھنٹہ سے زیادہ خوش گپیاں کرتے رہے، یہاں ایک ایک لمحہ شاق گذر رہا تھا مگر انھیں احساس نہ تھا، چاء پی کر آئے تو تازہ دم ہو کر اُس سے زیادہ مہربانیاں کیں سمجھانے کا ارادہ ہوا پھر خیال

کیا کہ کس سے کہیں کون سنتا ہے؟ یہ راہِ وفا ہے جو کچھ تکلیفیں ملیں اُنھیں راحت سمجھ کر اٹھاو۔ راستہ ایسا بیابان کہ سبزہ نہ آبشار، پھول نہ پھلواری، مگر قسم ہی پیدا کرنے والے کی کہ ریت کے ٹیلوں، پتھر کے ٹکڑوں اور کہیں کہیں کھجوروں کے پتوں میں وہ لُطف آیا کہ عمر بھر یاد رہے گا، اور حقیقت بھی یہی تھی کہ راہِ وفا کے دیوانوں کو ایسی ہی چیزیں بھلی معلوم ہوتی ہیں اللہ اللہ اب ہم اس سرزمین پر چل رہے ہیں جس کو حرم محترم کہا جاتا ہے، یہاں کا ذرّہ ذرّہ نورانی، چپّہ چپّہ متبرک، اور گوشہ گوشہ رحمت سے بھرا ہوا ہی۔

## حرمِ محترم

اس زمیں پر ہزار خلد نثار ۔۔۔ اس پہ ہے نورِ کبریا کی بہار
اسکی عظمت کا کیا ٹھکانا ہی ۔۔۔ جس کا رتبہ فلک نے مانا ہی
اس زمیں پر نہیں ہے ظلم روا ۔۔۔ اس پہ ہر وقت عین فضلِ خدا
رحمتِ تام ہے ورودِ حرم ۔۔۔ امنِ مطلق ہی یہ حدودِ حرم
امن پاتا ہی اس جگہ انساں ۔۔۔ چاہیئے انتہا ادب کی یہاں
ہر قدم پر دعا و شکرِ نعیم ۔۔۔ سرد ہو جائے جس سے نارِ جحیم
حشر میں ہو نہ مبتلائے عذاب ۔۔۔ نیکیوں سے بھری ہو فردِ حساب
جس کو چاہی خدا یہ نعمت دے ۔۔۔ محرم اپنا بنا کے عظمت دے
حرمِ محترم ہے منزلِ حق ۔۔۔ کیوں نہ ہم سمجھیں اسکو محملِ حق
اے وفا ہے یہ منزلِ مقصود ۔۔۔ ہر قدم پر ہو تلبیہ و درود

ریگستانِ عرب کی خاک پھانکتے ہوئے وحدت کے دیوانے مالک کی چوکھٹ کے قریب پہونچتے جارہے تھے اور اپنی قسمتوں پر ناز کررہے تھے کہ اتنی عمر کے بعد آج حاضری کا موقع نصیب ہوا ہے، کتنی راتیں، اور کتنے دن تڑپتے ہوئے گذرے ہیں؟ یہ سب اس کو پتہ ہے جس نے آج خود بُلایا ہے، سوتی ہوؤں کو اٹھاکر اُن کی تقدیریں جگائی ہیں، فریضۂ اسلام میں سے چار کو مسلم کے سپرد کردیا ہے پانچویں کو اپنے اختیار میں رکھا ہے، فریضۂ حج کی ادائیگی کی توفیق اُسی کو ملتی ہے جس کو مولا سرفراز کرنا چاہتے ہیں، لاکھوں انسان ایسے موجود ہیں جو موا حد کہلاتے ہیں اور کلمۂ توحید پڑھتے ہیں مگر باوجود مالدار ہونے کے پانچواں فریضہ ادا کرنے کی سعادت حاصل نہیں کرسکتے! اور بسا اوقات تو مولا یہ بھی کردیتے ہیں کہ ناداروں کو طلبِ صادق کا جویا پاتے ہیں تو خود بخود ایسے اسباب اُس کے لئے مہیا کرکے شان مسبب الاسبابی دکھادیتے ہیں کہ وہ مستغنیٔ جہاں ہوکر یہاں تک خود پہونچ جائے۔ اور اچھے اچھے مالدار اس کی قسمت کو رشک سے دیکھیں یہ سب ان کے فضل وکرم اور چشمِ رحمت پر منحصر ہے، جسے چاہیں نوازیں جسے چاہیں سرفراز کریں۔

راہِ وفا میں لاری کی تکلیفیں اُٹھاکر بھی دیوانگانِ وحدت مسرت کے ساتھ لبیک کہتے اور درود پڑھتے ہوئے ٹھیک پانچ بجے اُس مقدس ومتبرک شہر کے دروازہ پر پہونچے جس میں خدا کا گھر اور خلیل اللہ کی یادگار ہے، سعودی فوج موجود تھی، توپ خانہ میدان میں لگا ہوا تھا

دروازہ کے اندر داخل ہوئے داخلہ کی دُعا پڑھی۔

بابِ مکہ سے گذر کر شہر میں دس گز ہی چلے ہوں گے کہ ہماری لاری کی طرف حکومت کی موٹر آتی ہوئی دکھائی دی جب لاری کے قریب ہو کر نکلی تو ڈرائیور نے بتایا کہ موٹر میں خود ابنِ سعود موجود ہیں، شاہِ بحرین کو اپنی فوج کا معائنہ کرانے آئے تھے۔ مکہ معظمہ میں داخلہ کی دعا پڑھنے کے بعد میں تاریخ ماضی کی ورق گردانی میں مشغول تھا مکہ کی پوری تاریخ پر نظر ڈال گیا ذیل کی نظم جو اِسی وقت کیلئے لکھی تھی دعا کے بعد پڑھی۔

## مکہ معظمہ

اے شہر مکہ تجھ میں میری خدا کا گھر ہے
دنیا کا تو ہے مرکز سرتاج بحر و بر ہے

میں غسل کر کے داخل ہوتا ہوں آج تجھ میں
پہچانتا ہوں یہ بھی جس جس کی رہ گذر ہے

دے تیری سالکوں کو مولا مری محبت
تیری زمین مطہر پر نور و پُر اثر ہے

سلطانِ دین و دنیا پیدا ہوئے ہیں تجھ میں
قصر جناں سے افضل ایک ایک بام و در ہے

عظمت تری بڑی ہے اسلام کی نظر میں
میں تجھ میں چل رہا ہوں تاریخ پر نظر ہے

تو رہ چکا ہے اکثر پیغمبروں کا مسکن
تیری بزرگیوں کی سب کچھ مجھے خبر ہے

ہے احترام تیرا برحق ضرور، لیکن!
ان خیر و برکتوں میں پوشیدہ کچھ ضرر ہے

کہہ دوں جو بات حق ہے گر تو بُرا نہ مانے
گو دیں کا پاس بھی ہے اللہ کا بھی ڈر ہے

محبوبِ کبریا کو جس جس نے دی اذیت
ان ظالموں کا ابتک دل پر مری اثر ہے

سردارِ انبیا پر ڈھائے تھے ظلم جس نے
اس خاندان سے باقی اب بھی کوئی نفر ہے

باریکیٔ نظر سے دیکھے تو اب بھی شاید
اس خیبر کی زمیں پر دھندلا سا رنگِ شہ ہو

نظم پڑھ کر اِدھر اُدھر نظریں ڈالتے ہوئے شہر مکہ معظمہ کے بازار میں چلے جا رہے تھے اسٹینڈ پر جا کر لاری ابھی کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ علی گڈھ کے نصیر میاں اور سمیع ہوٹل کے مالک محمد سمیع صاحب دکھائی دیئے ہم لاری سے اُترے محبت کے ساتھ وطنی محبّوں سے ملاقات کی، کہنے لگے کہ آج آپ کا بیچینی سے انتظار ہو رہا تھا، آپ کے معلّم عباس صاحب اور محمد نور صاحب سیاحِ عالم بہت منتظر ہیں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ عباس صاحب تشریف لائے، پُر تپاک خیر مقدم ہوا، باتوں سے، آنکھوں سے عمل سے محبّت ظاہر ہو رہی تھی، ہم سب اُن کے ہمراہ اُن کے دولت کدہ پر بخیریت پہونچے، سب سے پہلے وضو کے لئے پانی منگوایا گیا اور انہیں ساتھ لے کر وہاں چلدئے جہاں کی دید میں آنکھیں بے چین اور دل مضطرب تھا۔

## کعبۃ اللہ میں داخلہ

داخلہ کی دُعائیں یاد تھیں، فرطِ عقیدت اور جوش دیوانگی میں ایک والہانہ کیفیت طاری ہوگئی جس سے مجھے کچھ ہوش باقی نہ رہا۔ اور اگر نظرِ حقیقت سے دیکھا جائے تو ہوش کو باقی بھی نہ رہنا چاہیئے تھا یہاں تو عقل و ہوش کا گم ہونا ہی اچھا ہے اگر ہوش باقی رہے تو دیوانگی کی اصلی شان کب نظر آئے قدم ڈالتا کہیں تھا پڑتے کہیں تھے، ایک نامعلوم کشش تھی جو کعبۃ اللہ کی

طرف سے مقناطیس کی طرح مجھے اپنی جانب کھینچے لئے جا رہی تھی اور میں عالمِ دیوانگی کی مجسم تصویر بنا ہوا کپکپاتے ہونٹوں سے کہہ رہا تھا۔

خلق کے راندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیری در پہ ہاتھ پھیلائے ہوئے

دروازہ کے اندر قدم رکھا تھا کہ کعبۃ اللہ کا پردۂ جلال نظر آیا، سلام و دعا پڑھتے ہوئے باب السلام کی جانب سے محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں دایاں قدم رکھا۔

اللہ اللہ کیا سماں تھا، گورے، کالے، آقا، غلام، حاکم، محکوم، امیر، غریب، بوڑھے، جوان، مرد، عورت، بالغ، نابالغ، بینا، نابینا، ضعیف، توانا، دانا، نادان، تندرست اور اپاہج ہر قسم کے بندے مطاف شریف میں موجود، شمعِ جلال روشن تھی اور پروانے عشق اس کے گرد پھر رہے تھے، اخوت و مساوات کی مکمل اور عملی صورت دُنیا میں یہاں سے بہتر کہیں نہیں مل سکتی۔

اقوامِ عالم کے پاس دولت، عزت، تہذیب سب کچھ ہی مگر نعمت ربّی نہیں! اس عظمت و جلالِ ملّت سے اُن کا دامانِ حکومت خالی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ خالی ہی رہے گا۔

معلوف عباس بن حافظ ابراہیم نے (اللہ انھیں جزائے خیر دے)، رُکنِ یمانی اور رُکنِ حجرِ اسود کے درمیان کھڑا کرکے طواف عمرہ کی نیت کرائی اور حجرِ اسود کے استلام سے طواف شروع ہوا۔ میں نے سب سے

پہلے حجرِ اسود کو بوسہ دیا خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا، روح میں تازگی اور ایمان میں تقویت پیدا ہوئی پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور بقیہ چار معمولی رفتار سے، پھر حجرِ اسود کو چوما، دو رکعت نماز مقام ابراہیم پر پڑھی، خوب سیر ہو کر آب زمزم پیا، باب الصفا سے نکل کر سعی عمرہ ادا کیا، اس کے بعد سر کے بال منڈائے اور مولیٰ کا شکر بھیجا۔ واپس آکر عباس صاحب کی میزبانی کا لطف اٹھایا اور اس متبرک شہر دامن کی بستی میں بے خوف آرام کیا،

## ۲۶ر جنوری ۱۹۵۳ء کعبۃ اللہ کی صبح ۲۳ر ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ

ہمارے معلم عباس صاحب نے اپنے مکان کے قریب ہم لوگوں کے لئے ایک کمرہ پہلے سے خالی کرالیا تھا، جس مکان میں ہمارا قیام ہوا اسی کے دوسرے حصہ میں محمد نور صاحب سیاحِ عالم مقیم ہیں جو سولہ سال سے مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں، تمام دنیا اور بالخصوص عالمِ اسلامیہ کی سیر فرما کر اب ربِّ کعبہ کے حضور میں سکونت پذیر ہیں۔

علی گڈھ میں ہمارے محترم دوست الحاج محمد نعیم صاحب انصاری نے جو کچھ اُن کے متعلق فرمایا تھا اس سے بھی زیادہ پایا، محمد نور صاحب گرم و سرد عالم چشیدہ، دوربیں و جہاندیدہ اور پُر از معلومات ہستی ہیں، کتابوں کا ذخیرہ، اخبارات کے فائل، حجاز مقدس کے واقعات کے حافظ، اخلاق وسیع، منکسر المزاجی بدرجۂ کمال، تواضع فطری، جذبۂ ملت میں سرشار

وحدت کے دیوانے۔ شمعِ رسالت کے پروانے غرضیکہ جملہ اوصافِ حمیدہ کے حامل، میرے خدا نے میرے دل کی آرزو سُن لی اور جیسے آدمی کی مجھے تلاش وجستجو تھی ازخود مل گیا،

رات اور پھر ایسی مقدس جگہ کی رات جہاں ہر وقت انوارِ الٰہی کی بارش ہوتی ہو اور خصوصیت کے ساتھ سکونِ شب میں جبکہ فضائے دو عالم خاموشی کے مراحل طے کر رہی ہو، اللہ والوں کے لئے لیلۃ القدر سے کم نہیں ہوتی، اگر کوئی سودائی تھوڑی بہت دیر کے لئے مرعوبِ جمال ہوکر اپنی آنکھیں نیند کے بہانے بند کرلیتا ہے تو خادمانِ فطرت دیکھ، سونے والے کے کان پر بھن بھن کرکے اس کو یہ کہہ کے جگا دیتے ہیں کہ غافل انسان تونے یہ مثل نہیں سُنی" جو سوئے وہ کھوئے، جو جاگے وہ پاوے"، تو اتنا دور دراز سفر طے کرکے میاں کی حضوری میں آیا ہے تو جاگ! اور مانگ!! یہ سونے کی جگہ ہے یا جاگنے کا مقام؟

نیند کسے آئی، کروٹیں بدل بدل کر اشتیاق میں رات کاٹی، صبح کے دُھندلکے میں آنکھیں مل کر بستر سے اُٹھا۔ وضو کرکے باب اصحانی سے حرمِ محترم میں داخل ہوا۔ آسمان پر تاروں کی جھلملاہٹ، کعبۃ اللہ کے چاروں طرف برقی قمقموں کی جگمگاہٹ، نظر میں عجیب خیرگی پیدا کر رہی تھی، جدھر آنکھ اٹھائی جھلک نظر آئی،

مخلوقِ خدا کا مطاف میں گھومنا، اللہ اکبر کا زور وشور۔ دیوانگانِ وحدت کی صدائیں، یہ سب باتیں مجھ جیسے رقیق القلب کے تڑپا دینے

کے لئے کافی تھیں۔

محراب النبیؐ سے داخل ہوا سب سے پہلے نفلی طواف کی نیت کرکے حجرِ اسود کے استلام کے لئے بڑھا، مشتاقوں کا ہجوم تھا لیکن قربان جائیے مولیٰ کے فضل و کرم کے، بوسہ نصیب میں آیا، اور اس شان سے کہ حکومتِ سعودیہ کے دو سپاہی جو ہر وقت رسی پکڑے ہوئے کھڑے رہتے ہیں میرے آنسوؤں سے متاثر ہو گئے اور انھوں نے میرے حالِ زار پر ترس کھا کر از خود میری گردن چاندی کے حلقے پر جھکا دی، قلب کی جو حالت ہوئی وہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ طواف سے فارغ ہو کر ملتزم سے لپٹا، چوکھٹ سے پیشانی رگڑی، مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز نفل پڑھی اس کے بعد حطیم میں پہونچکر نفل ادا کئے، پھر میزابِ رحمت کے نیچے کھڑا ہو کر کس کس کے لئے کیا کیا کہا یہ سننے والے کو خبر ہے اور وہی قبول فرمائے گا۔

صبح کاذب ختم ہو رہی تھی، کعبہ کے مناروں سے صبح کی اذان ایسی معلوم ہو رہی تھی کہ بامِ فلک پر کھڑے ہوئے فرشتے غلغلۂ توحید بلند کر رہے ہیں اس قدر دلکش آواز تھی کہ سنتے ہی وجدانی کیفیات طاری ہو گئیں اسی عالمِ کیف میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوا حنفی مصلے پر پہونچا، نمازِ فجر پڑھی اور دعا مانگی کہ ربِّ جلیل جب تک یہاں مقیم رہوں نماز باجماعت حرمِ محترم میں نصیب ہو۔ ہر نماز کے بعد طواف اور حجرِ اسود کا بوسہ ملے۔ صحت و تندرستی میں اضافہ ہو۔ ارکانِ حج بہ حسن و خوبی ادا ہوں۔ اس پاکیزہ مقام سے ایسے پاکیزہ وقت میں جبکہ میرے دل کی تاریکی کی طرح رات کی سیاہی نورِ سحر

نے دھو کر صاف کر دی تھی میں جائے قیام پر واپس آیا، اور آج بہ نظرِ عمیق اپنے قلب کی حالت کا اندازہ لگا رہا تھا، اللہ اللہ رواں رواں پرتوِ جلالِ ربانی سے جگمگا رہا تھا اور مجھے بالکل یہ معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے دریائے نور میں غسل کرکے باہر آ رہا ہوں۔ روح میں ایک ایسی تازگی محسوس ہو رہی تھی جیسے ابھی ابھی نو شگفتہ پھول کی خوشبو نکل کر فضائے عالم کو معطر کرتی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ اللہ اللہ ........ اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کرامتیں

بہت دیر تک میں اپنے حال سے بے خبر رہا، جب ذرا ہوش آیا تو اندازہ کیا کہ میں کیا تھا، کیا ہو گیا، کہاں میرے اعمال اور کہاں مولا کی رحمتِ بے پایاں، حرم کی دید نے وہ کیفیتِ بے اندازہ عطا کر دی تھی کہ جذباتِ عقیدت نے ابھار کر جو نظم لکھا لی تھی وہ اس جگہ نذر کرنے کا ہوش ہی نہ رہا یعنی۔

## خانۂ کعبہ

خانۂ کبریا ہے پیشِ نگاہ — کہ زباں لا الٰہ الا اللہ
جز خدا اور کون ہے معبود — ایک ساجد ہے اور کل مسجود
سب سے اعلیٰ ہے سب سے برتر ہے — دونوں عالم کا ایک قادر ہے
اے خدا اپنے گھر کو وسعت دے — اور بھی اس کو شان و عظمت دے
اس کی توقیر و دبدبہ کو بڑھا — بامِ افلاک تک تو اسکو چڑھا

اس کی دم سے ہی شوکتِ اسلام چپّہ چپّہ پہ اس کی ہیں خدّام
فخر ہے خادمانِ کعبہ ہیں ہم جہاں میں نشانِ کعبہ ہیں
اس کا پرچم جہاں میں لہرائے اس کی سائی میں کُل جہاں آئے
ہو سا زمانے کو سر ادھر کو خم معتقد اس کا ہو تمام عالم
خادمِ کعبہ ہو نہ محرمِ غیر اس سے رکھے نہ کوئی خلق میں بیر
ہر مسلماں کو دید ہو حاصل
اس کے جلووں سے عید ہو حاصل

عباس صاحب نے ہمارے کھانے کا انتظام اپنے یہاں رکھا ہے۔ حالانکہ حکومت کے وصول کئے ہوئے روپیہ میں صرف ایک وقت کی خوراک معلّم کے ذمہ ہے۔ مگر عباس صاحب میرے معلّم نہیں! بلکہ گہرے دوست ہیں، اُن کا طرزِ عمل میرے ساتھ برادرانہ ہے اُن کے والد ماجد حافظ محمد ابراہیم صاحب جن کی عمر اس وقت ایک سو بیس برس کی ہے نہایت شریف طبیعت اور با اخلاق انسان ہیں۔ بڑی نورانی صورت ہے، اللہ والے لوگ ہیں اور ہم لوگوں کے لئے باعثِ برکت، ہم سے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ملے، ہمارے انتظار میں جو اُن کو تکلیف ہوئی اس کا اظہار فرمایا۔ چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم لوگ مکّہ معظمہ کی شہری حالت دیکھنے کو چل دیے۔

دار الحکومت باب امہانی کے سامنے ہے۔ چوری کے جرم میں کل شام کو ملزم کا ہاتھ کاٹا گیا تھا جو آج رسّی میں باندھ کر دو سروں کو عبرت

دلانے کے لئے لٹکا دیا گیا ہے، بازار میں دنیا کی ہر چیز موجود ہے اور زیادہ گراں بھی نہیں! شارع المسعیٰ یعنی صفا و مروہ کے درمیان بہت عمدہ بازار ہے۔ باب السلام کی طرف مذہبی کتابوں اور عطر وغیرہ کی دوکانیں ہیں۔ باب الزیادہ کی جانب ہوٹل ہیں۔ آگے بڑھ کر کپڑے والوں کی بڑی بڑی دوکانات ہیں۔ باب ابراہیم کی طرف بھی بڑا بازار ہے جہاں بساط خانہ، صرافہ، نان پز۔ سبزی فروش، کوئلہ و لکڑی بیچنے والے اور گوشت بیچنے والے بیٹھتے ہیں۔

اکثر بازار پٹے ہوئے ہیں کہ دھوپ کی تمازت اور بارش وغیرہ میں خرید و فروخت بند نہ رہے؛ بہت سے دوکاندار ہفت زبان ہیں اور بقدر ضرورت ہر ملک کی بولی سمجھ لیتے ہیں اور بول سکتے ہیں، حلبی اور شامی رومال و تسبیحوں اور زمزمیوں کی بہت دوکانیں ہیں انگریزی روپیہ اور نوٹ بلا تکلف چلتا ہے۔

## عظمتِ کعبۃ اللہ

۲۷ر جنوری ۱۹۳۱ء ۲۴ر ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ

مجھے معلوم تھا کہ حرم محترم میں ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ ہے اس لئے بحمد اللہ پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا ہو رہی ہے اور میں بہ ذوق و شوق سجدۂ طاعت ادا کر رہا ہوں۔ کعبۃ اللہ کے متعلق تاریخی نکتۂ نظر سے بہت سے مصنفین و مورخین نے واقعات پر روشنی ڈالی ہے، خدا نے بھی اپنے گھر کا ذکر کلام پاک میں کیا ہے، رسولِ خدا نے بھی اس کی شان بیان فرمائی ہے تاریخ

شاید چلو کہ یہ خطہ پاک زمین کا دل ہے انقلاباتِ عالم نے صدہا کروٹیں لیں بستیوں کو اجاڑا سمندروں کو پاٹا۔ ویرانوں کو آباد کیا لیکن اس مقدس جگہ کی عظمت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اور خانۂ کعبہ اپنی جلالی و جمالی شان سے اسی طرح مرجع و مرکزِ عالم بنا رہا اور انشاء اللہ قیامت تک بنا رہے گا۔

علامہ ارزقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے خانۂ کعبہ کو فرشتوں نے پھر حضرت آدمؑ نے تیسری بار حضرت شیثؑ نے اور چوتھی مرتبہ بشارت الٰہی پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے پانچویں مرتبہ بنو جرہم نے چھٹی مرتبہ قبیلۂ عمالیق نے ساتویں مرتبہ قصی بن کلاب نے آٹھویں مرتبہ اہلِ قریش نے نویں مرتبہ عبداللہ بن زبیر نے دسویں مرتبہ حجاج بن یوسف نے گیارہویں مرتبہ سلطان مراد خاں نے مختلف ہیئت و تبدیلی کیساتھ اپنے اپنے زمانہ میں تعمیر کیا۔

مسجد الحرام۔ کعبہ کی چاروں طرف مطاف کی جگہ صدیق اکبرؓ کے زمانہ تک مسجد الحرام کہلاتی تھی، سیدنا فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد میں قریش کے مکانات خرید کر مسجد الحرام میں داخل کر کے احاطہ کھنچوا دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اسمیں اور اضافہ کیا اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ولید ابن عبدالملک خلیفہ محمد مہدی اور سلطان محمد مراد نے وسعت دی اور آج آخری وسعت کی پیمائش بحمد اللہ ایک لاکھ تیئس ہزار سات سو اٹھائیس گز شرعی مربع میں ہے۔

زمزم۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب حضرت خلیلؑ بی بی ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو مکہ معظمہ میں پہونچا گئے، کچھ عرصہ کے بعد ساتھ کا پانی ختم ہو گیا، حضرت اسمٰعیلؑ کی تشنگی سے بیچین ہو کر بی بی ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا و مروہ پر چڑھیں دونوں پہاڑوں کے درمیان سات چکر لگائے مگر پانی نہ ملا ساتویں پھیری پر حضرت اسمٰعیل کے قدموں کے نیچے پانی نظر آیا

خوش ہوگئیں پینڈھ باندھتے ہوئے فرمایا ماءٌ زم زم ماءٌ زم یعنی پانی بہت ہے پانی بہت ہے۔ اسی
یادگار میں یہ چشمہ زمزم مشہور ہوا صفا و مروہ کا چڑھنا اور سعی کا دوڑنا حج وعمرہ میں شامل
ہوا۔ زمزم محبوبِ خدا کو بہت پسند تھا اسکی تعریف میں کئی احادیث ہیں۔

حرم شریف کے متعدد دروازے ہیں ابھی تک میں شمار نہیں کرسکا۔ باب السلام۔ بابِ ابراہیم۔ باب الصفا۔ باب الجیاد۔ باب لاامھانی۔ باب لوداع۔ بابِ النبیؐ۔ باب العلی۔ بابِ لعباس سے حاضری دے چکا ہوں، سات مینار ہیں جن پر بیک لحظہ اذان ہوتی ہے اللہ اکبر کیا شان ہے کہ صدائے تکبیر فضائے کائنات میں گونجتی ہوئی عالمِ اسلامی کے گوشہ گوشہ میں پہونچتی ہے اور عین اسیوقت مشرق سے لیکر مغرب تک پرستارانِ وحدت کعبہ کیطرف سربسجود ہوکر ربِ کعبہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی حنبلی چار مصلے ہیں، حنفی اور شافعی دو منزلہ ہیں لیکن اب جماعت صرف ایک پر ہوتی ہے۔ امام صاحب بیت اللہ کے دروازے کے قریب کھڑے ہوتے ہیں حنفی اور شافعی مصلّوں سے تکبیریں دُہرائی جاتی ہیں ۱۳۴۵ھ میں حکومتِ سعودیہ نے چاروں مصلّوں کی نمازیں موقوف کراکے صرف ایک پر نمازِ جماعت ادا کرنیکا حکم جاری کیا اور امام اپنے عقیدے کا مقرر کیا۔ ہر معلم اپنے حجاج کے آرام و آسائش کیلئے دریاں اور فرش اپنی مقررہ حدود میں بچھوادیتے ہیں۔ ہمارے معلم کی حد رکن یمانی کے سامنے ہے۔ بیت اللہ شریف کا طواف ہر لحظہ ہوتا رہتا ہے۔ حرم شریف کے کبوتر جھنڈ کے جھنڈ صحنِ حرم میں دانہ چگتے، اڑتے، اور نمازیوں کی صفوں کے درمیان بے خوف و خطر پھرتے ہیں۔ مقامِ ابراہیم یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت خلیل اللہ نے خانہ کعبہ کی دیواریں تعمیر کیں اس پتھر پر آپ کے قدموں کے نشانات ہیں

چاندی کے حلقہ میں ایک چھوڑے سے قبہ میں ہے حکومتِ سعودیہ نے اس قبہ کا دروازہ بند کرا دیا ہے۔ افسوس کہ زیارت سے محروم رہا۔ نمازِ عصر پڑھکر بابِ مہانی سے باہر نکلا دار الحکومت کے سامنے بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ دردناک منظر دیکھا حرمِ محترم اور دار الامن کی جگہ چھ ملزموں کو ضربتِ بید کی سزا دیجا رہی تھی۔ جُرم کی سزا مُجرم کو ضرور ملنی چاہیئے ترکوں کے زمانہ میں بھی ملتی تھی لیکن حدودِ حرم سے باہر۔ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ آمِنًا کی یہ تفسیر؟ روحی تکلیف ہوئی دل بہلانے کی خاطر بازار صفا مروہ کی درمیان بہت دور نکل گیا۔

ایسے مقام پر پہونچا جہاں بوئے محبت آ رہی تھی، دل نے کہا کوئی عجیب و غریب جگہ قریب ہے جس کی کشش یہاں تک کھینچ لائی ہے۔ چند لوگوں سے دریافت کیا مگر کسی نے نہ بتایا۔ ایک جگہ کچھ چیزیں نیلام ہو رہی تھیں۔ خچر بندھے ہوئے پیشاب کر رہے تھے ٹوٹے ہوئے پتھروں کی ڈھیروں میں وہ جاذبیت معلوم ہو رہی تھی کہ بے اختیار چوم لینے کو جی چاہتا تھا۔ آخر کار مجھے جذبۂ صادق اور طلبِ حقیقی نے محروم راز نہ رہنے دیا ایک بزرگ نے کہا کیا دیکھتے ہو قصرِ کسریٰ کی کنگورے ہلنے کا وقت یاد کرو۔ جبریلِ امین نے بابِ کعبہ پر کھڑے ہو کر سبز علم لہرا کر فرمایا تھا کہ خوشخبری ہو اے زمین والو آج کی رات باعثِ کونین صُلبِ مادر سے آغوشِ آمنہ میں تشریف لائے ہیں، حوروں نے اس گھر کو گیسوؤں سے بُہارا کیونکہ خدا کا دلارا کمزوروں کا سہارا۔ یتیموں کا والی غلاموں کا مولا، اسی جگہ پیدا ہوا تھا یہ مولد النبیؐ ہے جہاں قیامت تک رحمت و برکت نازل ہوتی رہیگی آہ اس خطۂ مقدس کو حکومتِ سعودیہ نے خاک بنا رکھا ہے۔ ترکوں نے یہاں ایک شاندار مسجد بنوا دی تھی جسمیں پنجوقتہ نماز اور خاص مقام پیدائش کی جگہ تلاوت کلام اللہ ہوا کرتی تھی حکومتِ سعودیہ کی

نظر میں یہ دونوں عبادتیں بدعت تھیں اسلئے مسجد اور کمرۂ قرآن خوانی کو مسمار کرا دیا۔

نمازِ مغرب میں اپنے آپ کو ملک الحجاز کہنے والے تشریف لائے باقاعدہ پولیس کا انتظام اور پہرہ تھا، عام حجاج کا طواف موقوف ہوگیا۔ اس چوکی پہرہ پر بھی یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کی تقلید ہو رہی ہے۔

اے جلال و جبروت والے خدا۔ اپنے گھر میں اس تفریقِ ملت کو ختم کر، اسلامی اخوت کی شان دکھا محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں لا کر کھڑا کر، دین میں رخنۂ تفریق پھیلانے والوں کو غارت کر!!

## مقاماتِ مقدسہ کی غارتگریاں

۲۸ر جنوری سنہ ۶۳ء

جمعہ کا دن ہے صبح کی نماز حرم میں ادا کرکے مکان آیا۔ ناشتہ کرکے خطوط لکھے، ڈاکخانہ گیا محصول ڈاک زیادہ ہے۔ ایک لفافہ پر چھ قرش اور ایک حلالہ کے ٹکٹ وصول کئے گئے۔ پہاڑ کی چوٹی سامنے ہے اُدھر نگاہ اُٹھ گئی ایک صاحب نے کہا کیا فاران کی چوٹی سے گفتگو ہو رہی ہے یہ کہہ کر گلے سے لپٹ گئے آنکھیں پُر نم ہوگئیں میرے دوست اور رفیقِ راز ہیں۔ نمازِ جمعہ میں ابھی دیر تھی میں نے ان سے پہاڑ پر چلنے کی التجا کی انھوں نے اُسوقت انکار کیا، بالآخر میرے اصرار پر روانہ ہوئے، راستہ میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے عالیشان مکان کو اینٹوں کی ڈھیر میں جہاں کوئلے فروخت ہوتے ہیں، تبدیل دیکھ کر دل کو سخت صدمہ ہوا۔ آہ ...... یہ دینِ الٰہی کی پہلی مسلمہ خاتون تھیں، حضور نے مدتوں اس گھر میں آرام فرمایا، جبریلِ امین وحی لیکر اکثر یہیں آتے۔ مکی سورتوں کا زیادہ تر نزول اسی مقدس مکان میں ہوا۔ اسی میں نظامِ عالم مرتب ہوا کرتا تھا۔ آج بہتر سے بہتر یادگار کو مسمار کرکے حکومتِ سعودیہ نے ستر کروڑ مسلمانوں کی دلآزاری کی ہے۔ آگے بڑھ کر وہ مکان دیکھا جو دارِ ارقم مخزومی کے نام سے منسوب ہے، اور جہیں حضرت عمر فاروقؓ نے اسلام لاکر چالیس کی تعداد پوری کی۔ یہاں سے جبل ابو قبیس کی طرف چلے، قریب میں پیدائش حضرت علیؓ

کی جگہ ملی جسے میرے دوست نے انگلی کی اشارہ سے بتایا، اس کھنڈر کی قریب دو سپاہی کھڑے تھے انگلی کا اٹھانا اُن کیلئے بندوق کا فائر ہوگیا، زخمی شیروں کی طرح جھپٹ کر ہم تک آئے نہایت درشت لہجہ میں کہا تجھے معلوم نہیں حکومت کا کیا حکم ہے؟ اپنا نام بتا۔ انھوں نے جواب دیا میں معلم نہیں ہوں حج کرنے آیا ہوں اوپر پہاڑ پر جا رہا ہو سپاہی نے انگلی طرف بید اٹھا کر کہا تو انگلی کی اشارہ سے کیا بتا رہا تھا، انھوں نے کہا پہاڑ کا راستہ۔ خدا خدا کر کے یہاں سے چھٹکارا ہوا۔ آگے بڑھے۔

مقام معجزہ شق القمر پر پہونچے، بطور یادگار یہاں مسجد بنی ہوئی تھی اور ہر شخص دو رکعت نماز ادا کر کے اپنے خدا اور محبوب خدا کی یاد سے دلکو بہلا لیا کرتا تھا۔ اب وہ مسجد ہی شہید نہیں کر دی گئی بلکہ پولیس کی سنگینوں میں نماز پڑھنے کی بھی اُس جگہ اجازت نہیں!!

اس مقام پر پہونچے جہاں سے سیدنا ابراہیم ؑ نے لوگوں کو آواز دی تھی کہ آؤ کعبہ کا طواف کرو، اس جگہ بھی ایک شاندار مسجد بنی ہوئی تھی اور وہ عالم اسلام کی توجہ کا مرکز تھی، یہاں سے کعبہ صاف دکھائی دیتا ہے اس مقدس مسجد کو بھی توڑنا شروع کیا، اُس زمانے میں موتمر اسلامی ہو رہی تھی، مولانا محمد علی ؒ نے خبر پا کر شیر کی طرح للکار کر کہا خبردار! اسے توڑا تو خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ سنتِ ابراہیمی کے پیرو اپنی جانوں کی پروا نہ کریں گے۔ اس شیر دل انسان کی آواز سے خوف کھا کر حکومتِ سعودیہ اپنے ارادہ سے باز رہی اور اُس وقت سے وہ مسجد نصف ٹوٹی ہوئی حالت میں پڑی ہے مگر مقفل ہے۔ باہر پہاڑ کے پتھروں پر دو رکعت نماز پڑھی اور افسردہ دل واپس ہوا۔ حرم میں پہونچا لوگوں نے سایہ دار جگہیں پہلے سے گھیر لی ہیں، نمازِ جمعہ ادا کی۔

**مواجہ شریف**
۹،۱۰ جنوری [illegible]

کل کے واقعات ہمراہیوں سے بیان کئے تو ان کا اصرار ہوا کہ ہمیں بھی اس جگہ لے چلو تاکہ دو آنسو ہم بھی بہا لیں

چنانچہ ان مقامات مذکورہ سے گذرتے ہوئے اور آنسو بہاتے ہوئے جبل ابو قبیس پر پہونچے، جانب صفا پہاڑ سے اُترنا شروع کیا۔ یہاں حضرت غوث پاکؒ کی یادگار میں ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی تھی جو اُن کے معتقدین نے نماز اور قرآن خوانی کے لئے کئی لاکھ روپیہ سے اس یادگار میں تعمیر کرائی تھی کہ غوث اعظمؒ جب مکہ مکرمہ حاضر ہوتے اسی ٹیلہ پر قیام فرماتے، افسوس کہ اس مسجد کو حکومت نے مسمار کرادیا ہے اور آج اس جگہ جہاں حضور غوث پاکؒ کے علاوہ ہزاروں خاصانِ خدا نے تلاوتِ کلام پاک اور طاعتِ ربّی کی ہے غلاظت کا ڈھیر ہے جس کے تعفن کی وجہ سے وہاں کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا۔ حالات و واقعات تنظّم سے دل پارہ پارہ ہو رہا تھا، ربّ کعبہ سے مخاطب ہو کر ظالمانِ دین کے غارت ہونے کی دُعا کی۔ دُکھے ہوئے دل کی دعا تھی ضرور قبول ہوئی ہوگی۔ پہاڑ سے نیچے اُترے فقرا و مساکین کی خدمت کی۔ ایک ضعیف بڑھیا اپنی ہمراہی سے کچھ کہہ رہی تھی اور آنکھیں پرنم تھیں اس کی تکلیف نے دل میں تیر چبھو دیا، ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے میری طرف دیکھا تو غم سے میرا سینہ فگار ہو گیا۔ فاقوں کی ماری، بھوک کی ستائی اَفلاس کی شکار۔ مصیبت کی دُکھیا کا حال زبان کی ناواقفیت کے سبب اپنے ساتھی سے پوچھا انھوں نے کہا یہ کہہ رہی ہے کہ کسی اللہ کے بندے نے مجھے ابھی ایک قرش دیا وہ پولیس والا یہ کہہ کر چھین لے گیا کہ تو مشرکوں کی خیرات لیتی ہے....... اللہ اللہ کعبہ کے پجاری تو ان کی نظروں میں مشرک ہیں، لیکن مساجد کو ڈھانے والے مقاماتِ مقدسہ کو پامال کرنے والے انگریز کی چوکھٹ پر سر نیاز جھکانے والے حرم محترم میں رقص و سرود کی محفلیں گرم کرنے والے حج کا فلم لینے والے، عقیدہ و سینما

دیکھنے والے اور چار سو منکوحہ و غیر منکوحہ عورتیں محل میں رکھنے والے سوا حد ہیں ! ! راستہ میں چھتاری اسٹیٹ کی عمارت ملی جو حجاج کے ٹھہرنے کیواسطے بنائی گئی تھی مگر حاجی علی جان دہلی والوں کے قبضہ میں ہے وہی رہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ٹھہراتے ہیں۔ اسی کے سامنے بمبئی کے سیٹھ محمد اسمٰعیل کا مسافر خانہ ہے جو شخص بمبئی سے خط لاتا ہے وہ ٹھہرایا جاتا ہے۔

ارادہ تھا کہ غارِ حرا بھی ہو آئیں مگر حج کے زمانے میں وہاں جانا جُرم ہے حکومت کی طرف سے پہرہ ہے دنیائے اسلام میں یہ پہاڑ جبلِ نور کہلاتا ہے مگر نجدیوں نے اس کا نام "جبل الشیطان" رکھا ہے۔ مجھے حج کے بعد پندرہ روز قیام کرنا ہے انشاء اللہ بعد کو حاضری ہوگی، میں نے طے کر لیا ہے کہ ہر مقام کو بہ نظرِ خود جا کر دیکھوں گا خواہ مالی نقصان ہو یا جانی"

جنت المعلیٰ گیا، اسکی عظمت و بزرگی برحق ہے کہ محبوبِ خدا کی شریکِ حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور خاندانِ رسالت کے اکثر نفوسِ قدسیہ اس میں مدفون ہیں لیکن آہ ....... دورِ سعودی میں یہ مقدس زمین اور ساڑھے تیرہ سو برس کے مردوں کی ہڈیاں کھود کر پھینکدی گئیں۔ اس پر ظلم یہ ہے کہ ملت کے دیوانوں کو اندر نہیں جانے دیا جاتا کہ دلکی لگی کو اشکوں کی بارش سے بجھا کر تسکینِ دل کر سکیں، پہرہ موجود رہتا ہے۔ مجبوراً دور سے فاتحہ پڑھی اسی جگہ کھڑے کھڑے یہ چند شعر بالکل جذباتی کیفیت میں زبان سے نکل گئے۔

## جنت المعلیٰ

اے جنت المعلیٰ عرشِ علیٰ کی ہمسر ہے خانۂ خدا کے نزدیک اور برابر

ہمسایۂ حرم ہے پایہ ہے تیرا برتر　　خطّہ ترا مقدّس ذرّا ترا منوّر
تجھ میں نبیؐ کی بی بی تجھ میں نبیؐ کا کنبہ
کیوں کر نہ اوج پر ہو اے خاک تیرا رتبہ

لیکن نشانِ مرقد پامال ہو رہا ہے　　تبریکِ دینِ حقّہ کیا حال ہو رہا ہے
پیکانِ غم سے سینہ غربال ہو رہا ہے　　ہر رشتہ چشمِ نم کا اب لال ہو رہا ہے
اِس ظُلمِ ناروا کا ظالم کو پھل ملے گا
گر آج بچ رہا ہے تو اس کو کل ملے گا

اُمت کی پہلی ماں سے یہ کد یہ کاوشیں ہیں　　دیں کی تباہیوں میں دنیا کی خواہشیں ہیں
اے ملحدانِ بیدیں کیا آزمائشیں ہیں　　معلوم ہے جہاں کو جو اِس میں سازشیں ہیں
تفریق بنگئی ہے تنظیم نجدیت کی
جڑ سے اُکھاڑ پھینکی بنیاد قومیت کی

## گورِ غریباںؓ کی مسماری

۳۰ جنوری ۱۹۳۸ء، ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ

رات کو نیند نہیں آئی اٹھ کر حرم شریف میں پہونچا، غلافِ کعبہ تھام کر والدین اعزہ، احباب اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا مانگی مکان واپس آیا۔ گزشتہ زندگی کی بربادی پر افسوس کرتا رہا۔ محلہ مسفلہ جہاں ہمارا قیام ہے تاریخی محلہ ہے ہماری قیام گاہ سے سو قدم کے فاصلہ پر سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا مکان تھا جس کو نجدیوں نے یہ کہہ کر ڈھا دیا کہ "مشرکِ اول کا مکان ہے مسمار کر دو" مدرسہ صولتیہ میں پہونچا نائب ناظم محمد سلیم صاحب بہت اخلاق سے پیش آئے، بچوں کی خدمت کیلئے کچھ پیش کیا، مدرسہ تاریخی یادگاروں کے درمیان ہے۔ ایک جانب جبلِ کعبہ یعنی

وہ پہاڑ ہے جس کے پتھروں سے کعبۂ اقدس کی تعمیر ہوئی دوسری طرف جبلِ عمرؓ ہے جہاں فاروقِ اعظمؓ نے کھڑے ہو کر اسلام لانے کے بعد اسلام کی منادی کی، تیسری جانب وہ قطعہ ہے جس کو رسولِ خدا نے اُس وقت کے مسلمانوں کے واسطے اپنے سرمایہ سے خرید کر قبرستان کیلئے وقف کر دیا تھا اور شبیکہ کے نام سے مشہور تھا، بڑے بڑے صحابہؓ اسمیں دفن ہیں ترکوں نے چہار دیواری بنوا کر ان مزارات کو محفوظ کر دیا تھا ضرورت بھی یہی تھی کہ دُنیائے اسلام کے اولین شہدا، صالحین اور دیگر نفوسِ قدسیہ کی اسی طرح تعظیم و تکریم کی جاتی، مگر کیا کہا جائے اُن حضرات کو جنھوں نے اس متبرک جگہ کو کھود کر پھینکدیا اور اب اُسکی جگہ اینٹوں کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں جہاں ناواقف اور باہر سے آنیوالے اصحاب بول و براز کرتے ہیں، قریب سے فاتحہ پڑھی اور آنسو نذر کئے۔ یہاں سے اُس عظیم الشان مکان کی طرف گیا جس میں حضرت عثمان غنیؓ رہتے تھے اس کے اندر ایک کنواں ہے جو بیرِ عثمانؓ کے نام سے مشہور ہے۔ کنوئے کا پانی نہایت ٹھنڈا اور شیریں ہے آقائے دو عالم کا ارشاد ہے کہ جس کو بیماری ہو عثمانؓ کے کنوئے کا پانی پی لے اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔

یہاں سے مسجد جن میں پہونچا نماز پڑھی۔ اس جگہ جنوں نے حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی، مسجد کو حکومتِ سعودیہ نے ڈھا دیا تھا مگر اہلِ محلّہ نے ملکر کہا کہ یہ مسجد حضور کے زمانہ کی نہیں ہے بلکہ اہلِ محلّہ نے بعد کو بنوائی ہے اس پر دوبارہ تعمیر کا حکم ہو گیا۔ آج حکیم جمیل احمد صاحب اور حکیم صاحب سہسوانی سے ملاقات ہوئی

**وطنی دوستوں سے ملاقاتیں**
۲۱ جنوری ۱۹۶۵ء ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ

حجاج کا مجمع بڑھ رہا ہے جو حضرات مدینہ منورہ پہلے چلے گئے تھے وہ آنے شروع

ہو گئے ہیں ہندوستان سے کل دو جہاز آئے ہیں۔ مولانا عبدالخالق صاحب پرنسپل مدرسہ سیونسچلبورڈ علی گڑھ اور کنور یوسف علی خاں صاحب رئیس انونہ اور منشی باقر علی صاحب بہت داخلِ حرم ہو گئی ہیں۔ سید عبدالباقی صاحب مرحوم سابق چیف اکاؤنٹنٹ مسلم یونیورسٹی کے صاحبزادے سید عبدالاحد صاحب سے ملاقات ہوئی معہ بی بی بچوں کے آئے ہیں۔

**اعلانِ حکومت** (یکم فروری ۱۹۵۳ء) آج حکومتِ سعودیہ کیطرف سے اعلان ہوا ہے کہ ذی الحجہ کی (یکم ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ) پہلی تاریخ رکھی گئی ہے اس حساب سے ۹ فروری بدھ کے دن حج ہوگا۔ مدرسہ صولتیہ کا دعوت نامہ آیا ہے انشاء اللہ کل تقسیم اسناد کے جلسہ میں شرکت کروں گا۔ مکہ معظمہ کے مدارس ایامِ حج میں ہی اس قسم کے جلسے وغیرہ کرتے ہیں جس میں دیگر ممالک کی حضرات بھی شرکت کر لیتے ہیں بعض حجاج کی فیاضیاں مالی منفعت کا باعث ہوتی ہیں۔

**جلسہ مدرسہ صولتیہ** مکہ معظمہ کے دس یعنی چار بجے صبح حرم شریف میں پہونچکر نفلی طواف کیا۔ حجاز مقدس کی گھڑیوں میں طلوع و غروب کے وقت بارہ بجتے ہیں۔ درود شریف کی کثرت رہی ہاتھ میں غلاف، کعبہ پر نظر، رب کعبہ کیطرف دل، گڑگڑا کر مانگا جو مانگنا تھا۔

تین بجے مدرسہ صولتیہ پہونچا۔ مدرسہ کی عمارت عمدہ اور ذاتی ملکیت ہے۔ بانی مدرسہ کلکتہ کی ایک مخیر خاتون صولت النساء بیگم ہیں۔ نائب ناظم محمد سلیم صاحب نے محبت سے بڑھ کر استقبال کیا۔ سب سے آگے جگہ ملی، محمد صادق صاحب مجددی سفیر افغانستان متعینہ مصر کی صدارت میں تلاوتِ کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ بچہ کی تلاوت، پُر اثر لہجہ، سننے والوں کی آنکھیں پُرنم تھیں،

اس کے بعد عربی میں ایک نظم پڑھی گئی۔ صدر صاحب نے عربی اُردو میں موثر تقریر کی بعد میں سلیم صاحب نے رپورٹ سُنائی جامع اور مختصر تھی، طلبا میں زیادہ تعداد جاوی بچوں کی ہے علم کا شوق ایسا ہے کہ بچپن میں آتے ہیں اور جوان ہوکر تعلیم ختم کرکے جاتے ہیں۔

**طلبیٔ پاسپورٹ**

۳ر فروری ۱۹۳۸ء - ۳ر ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ موسمی حالت عجیب ہے، صبح خوشگوار، دوپہر سخت گرم، شام ٹھنڈی، اکثر لوگوں کو زکام ہو رہا ہے۔ آج مدرسۂ فخریہ عثمانیہ کا دعوت نامہ آیا ہے تقسیم اسناد کا جلسہ ہے، حکیم سہسوانی صاحب سے ملاقات کرنے گیا وہاں دیر ہوگئی جلسہ میں شریک نہ ہو سکا۔ حکومتِ سعودیہ نے جملہ معلمین سے اُن کے حجاج کے پاسپورٹ طلب کئے ہیں۔ بعد نماز ظہر حکیم صاحب سہسوانی ملنے آئے، حالاتِ سفر و تخمینہ خرچ دریافت کرتے رہے یہاں سے مصر و شام جانیکا ارادہ رکھتے ہیں۔

جس قافلہ کو ہم نے بغداد میں چھوڑا تھا وہ آج شام کو وقت یہاں آپہونچا راستہ کی تکالیف بیان کرتے ہوئے لوگ رو پڑتے ہیں۔

**حکیم صاحب سہسوانی کی گرفتاری**

۴ر ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ آج جمعہ ہے یہاں کے دو اور علی گڑھ کے آٹھ بجے مکان سے روانہ ہوا، راستہ میں مولوی سمیع اللہ صاحب وکیل علی گڑھ نے یہ وحشتناک خبر سنائی کہ رات کے بارہ بجے حکومتِ سعودیہ نے حکیم صاحب اور اُن کے معلم کو گرفتار کرلیا فوراً ان کی جائے قیام پر پہونچا، حکیم جمیل احمد صاحب سے تفصیلات دریافت کیں، انھوں نے فرمایا بعد مغرب پولیس نے آکر حکیم صاحب کا اسباب دریافت کیا اور انہیں سے کچھ کاغذات

پاسپورٹ اور دیگر ضروری اشیاء اپنے قبضہ میں لیکر اطمینان دلایا کہ ابھی واپس کردی جائیں گی، بارہ بجے پھر پولیس آئی اور بعض دیگر چیزوں کی ساتھ حکیم صاحب کو بھی لے گئی اور ان کے معلم کو بھی گرفتار کرلیا۔

وجہ ابتک نہیں معلوم ہوسکی، میں نے جمیل صاحب سے کہا کہ اتنا وقفہ ہوگیا مگر آپ نے برٹش قونصل کو ابھی تک مطلع نہیں کیا فوراً اطلاع دیجئے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ مولانا عبدالخالق صاحب رئیس اونہ، ڈپٹی عبدالرب صاحب عبدالسلام صاحب رئیس دہرم پور تشریف لائے اور سب صاحبان نے میرے مشورے سے اتفاق کیا۔ میں نے مولانا عبدالخالق صاحب سے کہا آپ جاکر گفتگو کیجئے انھوں نے فرمایا تم بھی میرے ساتھ چلو چنانچہ ہم سب برٹش قونصل کے دفتر میں پہونچے تو معلوم ہوا کہ آج ہندوستان سے کوئی جہاز جدّہ پہونچا ہے اس لئے سید لال شاہ صاحب جدّہ تشریف لیگئے ہیں یہ معلوم ہوکر سخت تشویش پیدا ہوگئی، ان کی واپسی پر کوئی کارروائی کی جائے گی۔ کل ہم سب سے جو پاسپورٹ حکومت نے منگائے تھے آج اُن کا نتیجہ برآمد ہوا کہ ہر معلم کے یہاں سے خاص خاص حجاج دعوتِ شاہی میں مدعو کئے گئے ہیں، ہمارے معلم صاحب کے یہاں سے بھی تین نام ہیں جن میں ایک میں بھی ہوں، میرا ارادہ دعوت میں شریک ہونیکا نہیں تھا مگر ایک قلبی دوست نے بالاصرار کہا کہ ضرور جاؤ اور حالات بچشمِ خود دیکھ کر آؤ آج ارادہ تھا کہ جمعہ کی نماز میں پہلے سے پہونچکر تلاوت کلام پاک کروں گا مگر حکیم سید احمد صاحب بھوپالی کے چکر میں دیر سے پہونچا جنفی کنصلے پر دھوپ میں

جگہ ملی دو گھنٹہ کعبہ پر نگاہ جمائے ربِ کعبہ سے مخاطب ہو کر دلکی مرادیں مانگتا رہا اور اُس کے الطاف و احسان کا شکریہ ادا کرتا رہا بعد نماز حکیم جمیل احمد صاحب کو لیکر رئیس المعلمین سے ملنے گیا ملاقات نہیں ہوئی۔ بعد مغرب مولانا عبد الخالق صاحب سے ملا دعوتِ شاہی کے کارڈ کا تذکرہ آیا ہم سب لوگ حکیم صاحب کے واقعہ سے اس قدر متاثر تھے کہ شرکت کا قطعی خیال نہ تھا لیکن پھر یہ رائے ہوئی کہ ضرور چلنا چاہیئے۔

**۶ ذی الحجہ ۵۶ھ**

## دعوتِ سعودی

جملہ مدعوئین شام کو مغرب کے بعد دار الحکومت پر جمع ہوئے مدرسہ کے چھوٹے چھوٹے بچوں نے جو کوٹ اور پتلون پہنے ہوئے تھے انگریزی طریقہ پر سلام کر کے کچھ اشعار پڑھے۔ اتنے میں حکومت کیطرف سے نفیس کاریں آئیں اور ہم سب اُن میں بیٹھ کر قصرِ سعودی کو روانہ ہوئے۔ دعوتی کارڈوں کے تین رنگ تھے، سُرخ ۔ نیلا اور سفید۔

میرے اور بھائی صاحب کے کارڈ کا رنگ سُرخ تھا اور سید محمد حسین صاحب کے کارڈ کا رنگ نیلا۔ قصرِ سعودی پر رنگوں کے حساب سے علیحدہ علیحدہ نشستوں کا انتظام تھا۔ وزیرِ حکومت نے سرخ رنگ والوں کا استقبال کیا مصافحہ کر کے کرسیوں پر بٹھایا۔ اِس درجہ کے سب لوگ آ گئے تو انسپکٹر جنرل پولیس نے ایک فہرست لیکر سب کو نام بنام پکارا۔ اس کے بعد دوسرے کمرے میں چلنے کی درخواست کی، یہ ہال بہت بڑا تھا بہترین قسم کے قالین اور قیمتی صوفے بچھے ہوئے تھے مسلح باڈی گارڈ اور بیجاسوں ملازم موجود تھے، ایک طرف کونے میں ملک الحجاز تشریف فرما تھے ایک شخص نام پیش کرتا جاتا تھا اور میزبان اُس سے ہاتھ ملا کر خیر مقدم کر رہے تھے تقریباً اس درجہ کے سو آدمی تھے سب سے ہاتھ ملانے میں اندازاً بیس منٹ لگے اس کے بعد سب لوگ

صوفوں پر بٹھائے گئے اسی طرح نیلے اور سفید کارڈ والوں کا خیر مقدم ولیعہد اور گورنر مکہ نے کیا۔ اس کے بعد قہوہ کی پیالیاں آئیں دور ختم ہونے کے بعد ابن سعود صاحب نے کھڑے ہوکر سب سے تیسری کمرے میں چلنے کی درخواست کی، یہاں میزوں پر کھانا چنا ہوا تھا، چھری کانٹا موجود۔ کھانا انگریزی عربی اور ہندوستانی تھا۔ پھل کیک اور پڈنگ بھی، نصف گھنٹہ سے زائد کھانے میں صرف ہوا۔ علی گڑھ والوں میں اس کمرے کے اندر، مولانا عبدالخالق صاحب، ڈپٹی عبدالرب صاحب، خواجہ محمد اسحٰق صاحب۔ ڈاکٹر محمد یونس صاحب فضل الرحمٰن صاحب اور یہ خاکسار تھا۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ جن کے پاسپورٹ پر سروس یا خطاب کا طرہ تھا انھیں سرخ رنگ ملا تھا، واہ رے غلامی یہاں آزاد اور امن کی زمین پر بھی پیچھا نہ چھوڑا، مجھے یہ تفریق بہت نامناسب معلوم ہوئی۔ سرخ رنگ والوں کیساتھ جلالۃ الملک نے نیلے رنگ والوں کیساتھ ولیعہد نے اور سفید کارڈ والوں کے ساتھ گورنر نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد پھر اُسی کمرے میں واپس آئے، اب صوفوں کی جگہ تمام کمرے میں کرسیاں بچھی ہوئی تھیں دوسرے اور تیسرے کمرے والے بھی یہیں بلا لئے گئے، ہندوستانی مہمان تقریباً تین سو تھے۔ سب لوگ جمع ہوگئے تو ابنِ سعود صاحب نے تقریر فرمائی، ترجمہ کیلئے اسمٰعیل غزنوی صاحب امرتسری ہمیشہ سے مقرر تھے لیکن وہ ابھی تک نہیں پہونچے اس لئے حیدرآباد کے ایک صاحب نے ترجمہ کیا مگر نہایت مہمل، رات کی نو بجے واپسی ہوئی، حکیم سید احمد صاحب سہسوانی کے متعلق اس وقت تک کچھ پتہ نہیں چلا کہ کیا چکر ہے۔ روانگی سے قبل جب علی گڑھ میں مجھ سے بات چیت ہوئی تھی تو انھوں نے فرمایا تھا کہ میرے سفر کا مقصد حج ہی نہیں بلکہ اس سلسلہ میں ملک الحجاز سے ملاقات

کرنا بھی ہے کچھ تحائف اُن کے لیے تیار کرا کر لیجا رہا ہوں حج کے بعد دوسرے ممالک میں بھی اپنی ادویات مشتہر کرنی ہیں، اس پر میں نے اُن کو مشورہ دیا تھا کہ کسی بادشاہ کیلئے تحفہ تحائف لیجانے سے قبل اُسکی منظوری اور اجازت حاصل کرنی ضروری ہے مگر انھوں نے اسکو صدائے بازگشت سمجھا، مولوی عبدالخالق صاحب فرما رہے تھے کہ وہ ہر شخص سے عربی میں بات کرتے تھے، عربی میں زیر وزبر سے معنی بدل کر کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں، اُن کے شرکائے سفر سے پتہ چلا کہ وہ ایک اسکیم کا مسودہ اور کچھ تحفے ملک الحجاز کیلئے لائے تھے، واللہ اعلم کیا چکر ہے۔

**حج کی تیاری** اب نہ ڈائری لکھنے کا ہوش ہے نہ کسی سے ملنے کی فرصت، لطف آتا ہے تو طواف میں، حلاوت ملتی ہے تو حجرِ اسود کے بوسہ میں۔ مزہ ہے تو میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہونے میں راحت ہے تو ملتزم سے چپٹنے میں، مسرت ہے تو مقامِ ابراہیم پر نمازیں پڑھنے میں۔ بس اللہ ہی اللہ ہے،

حکیم صاحب کے سلسلہ میں رئیس المعلمین سے بمشکل وفد ملاقات کی، اخلاق سے ملے۔ مشورہ دیا کہ اسمٰعیل صاحب غزنوی آگئے ہیں اُن سے رجوع کیجئے۔ اُن سے ملے اُنھوں نے پولیس انچارج (مدیر شرط) سے ملاقات کی لیکن ملکی مصالحت کی بنا پر یہ نہیں بتایا گیا کہ حکیم صاحب پر الزام کیا عائد کیا گیا ہے۔ یہ ضرور کہہ دیا ہے کہ اگر حج سے قبل نہ چھوٹ سکے تو حکومت کی نگرانی میں حج کرا دیا جائیگا، اللہ اپنا فضل کرے انسان بعض اوقات خدا کو بھول کر اُس کے ناکارہ بندوں کی خوشنودی چاہتا ہے تو اکثر وہی اسبابِ خوشنودی باعثِ مصیبت و آلام بن جاتے ہیں کاش کہ ملک الحجاز کی خوشنودی چاہنے والے مالکِ دو عالم کیلئے نذرِ عقیدت لیکر آتے تو آج دامنِ امید

گلِ مراد سے لبریز ہوتا، یہاں کس چیز کی کمی ہے، دُنیا چاہو دنیا مانگ دین چاہو دین لے!
مولانا حسرت موہانی سے ملاقات ہوئی۔ شاہی دعوت میں ایک صاحب الحاج اسمٰعیل محمد ولی اللہ نامی میرے برابر بیٹھے ہوئے تھے اُن سے ملکر بڑی مسرت ہوئی، ایم، اے او کالج کے گریجویٹ ہیں با اخلاق اور ملنسار افریقہ میں مقیم ہیں آج اُن سے مختلف موضوعات پر گفتگو رہی۔ خدا کا نام لیکر احرام باندھ لیا ہے، گنہگار ہے اور آمرزگار۔ گناہوں کی گٹھریاں ہیں اور رحمت کا مول۔ ظلمتِ عصیاں ہے اور ضیائے عفو۔ مولا سے دُعا ہے کہ اپنے مقبول بندوں کی فہرست میں شامل کرے۔

**احرامِ کعبہ** ۷ ذی الحجہ

اطرافِ عالم سے شمعِ کعبہ کے پروانے جمع ہو گئے ہیں۔ کوچہ و بازار میں دیوانے ہی دیوانے نظر آتے ہیں۔ حرم شریف میں طواف کے وقت ہجوم ہوتا ہے جگہ جگہ شغدف رکھے ہوئے ہیں۔ ہماری طرح خانۂ خدا کو بھی غسل دے کر احرام باندھ دیا گیا ہے۔ سیاہ غلاف پر سفید چادر ایک خاص کیفیت پیدا کر رہی ہے۔ قاضیٔ شہر کی جانب سے دس بجے دن کے منادی ہوئی کہ تاریخ سات کی جگہ چھ مانی گئی ہے۔ اس حساب سے حج جمعرات کو ہوگا اور منیٰ کو روانگی بدھ کی صبح کو۔ عصر کی نماز کے بعد پھر منادی ہوئی کہ قاضیٔ نجد نے تاریخ بدل دی آج سات ہی مانی گئی ہے اور کل صبح بعد نماز فجر منیٰ کو روانگی ہوگی۔ ۷ ذی الحجہ کو بعد نماز ظہر جو خطبہ ہوا کرتا تھا وہ امسال حکومت نے ختم کر دیا لوگ عصر تک خطبہ کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ معلوم ہوا کبھی ہوتا کبھی نہیں ہوتا ہے۔ دورِ سعودی ہے خطبہ کی پابندی بھی بدعت سمجھی گئی ہوگی۔

**منیٰ کو روانگی** ۸ ذی الحجہ

اللہ اللہ کیا منظر وحدت ہے۔ عالمِ اسلام سفید چادروں میں نظر آرہا ہے، پیدل اور اونٹوں پر جانے والے چل دئیے ہیں،

موٹروں والے ابھی اطمینان سے مشغولِ عبادت ہیں۔ ہم نے جانا ہی میں برضا و رغبت طے کر لیا تھا کہ منیٰ اور عرفات میں اونٹوں پر سفر ہوگا سنتِ نبویؐ ادا کرنی ہے شغدف طے کیے گئے۔ ایک میں بھائی صاحب و بھابی صاحبہ۔ دوسرے میں سید صاحب اور میں، پچیس اونٹوں کی قطار جن پر پچاس آدمی بیٹھے ہوئے ایک رسی میں بندھی تھی۔ راستہ میں وہ اونٹ جنھیں حجاز مقدس میں انگریزی موٹروں کی آواز ناگوار تھی شوخیاں کرتے مگر ہمارے اونٹ سدھے ہوئے تھے کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی۔ زوال سے قبل منیٰ کی گھاٹیوں میں پہنچ گئے۔ راستہ میں جو دعا مانگی وہ قبول ہوگئی ہمارا خیمہ مسجد خیف کی دیوار سے ملا ہوا لگا تھا۔

ایامِ حج، چاروں طرف کے حجاج موجود، ملک الحجاز کا زمانہ کہ انگریز کا فرستادہ جائے تو قصرِ حکومت کے علاوہ گلی کوچہ میں صفائی اور برقی قمقمے لٹک جائیں مگر.... اللہ کے مہمانوں کیلئے یہ اہتمام کہ مسجد خیف میں امام نہ صفائی، مؤذن نہ روشنی۔ ایسی صورت میں جو ہوتا ہے وہی ہوا کہ جس نے جب چاہا اذان دی، ایک نماز کیلئے کئی اذانیں ایک جماعت کے عوض کئی جماعتیں اور ایک ہی وقت میں۔ غرضیکہ اسی صورت سے تمام دن اور تمام رات منیٰ میں گذاری۔ غارِ مرسلات جہاں سورۂ مرسلات نازل ہوئی دیکھا۔ یہاں ایک مسجد بنی ہوئی تھی جو بارود لگا کر اڑا دی گئی، اللہ اللہ یہ زورِ حکومت۔ ——————!!!

مسجد انا اعطینک الکوثر میں حاضری دی جہاں سورۂ کوثر نازل ہوئی، وہ مقام جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کیلئے لے گئے تھے دیکھا۔ پولیس کا پہرہ موجود، رشوت کا بازار گرم۔ چند قرش دیے پر غار کی

اندر جانے اور نماز پڑھنے کی اجازت مل رہی تھی۔ وہ ستون دیکھے جن پر ۱۰ - ۱۱
۱۲ - کو کنکریاں ماری جائیں گی۔

۹ رفروری ۱۹۷۳ء
یوم الحج
۹ رذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

فجر کی نماز کے بعد اونٹوں پر شغدف لگائے گئے ہم اُن پر سوار ہوکر لبیک اور تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے جانبِ مشرق عرفات کی طرف روانہ ہوئے، عجب دلکش نظارہ ہے عالمِ اسلام کے دیوانے اطرافِ عالم سے سمٹ کر ایک مرکز پر جمع ہوئے ہیں اور سب عرفات کی جانب جارہے ہیں وحدت ملیہ کی صحیح تفسیر موجود ہے۔ امیر و غریب سب کفن بردوش ہیں، اور اس ریگستانی پہاڑی خطہ پر وہ لطف حاصل ہورہا ہے کہ کشمیر کی فضائیں اور شملہ کی ہوائیں ایک ایک ذرہ پر نثار کردی جائیں، ایرانی قالینوں اور پیرس کے قیمتی صوفوں پر بیٹھنے والو، سینما اور تھیٹر کے دلدادو اگر خدا توفیق دے تو یہ سین بھی آکر دیکھ جاؤ تھیٹروں اور سینماؤں میں یہ نظارے کہاں جو شغدفوں اور شبریوں میں بیٹھ کر اونٹوں کی پیٹھوں پر سے نظر آرہے ہیں۔ انسانیت کی اصلی تصویر، صداقت کا نکھرا ہوا چہرہ، استقلال کی بے مثل تنویر، عزم کی پختگی، پرستاری کا لطف، جاں نثاری کے مزے، مساوات کے نمونے، ایثار کے دریا، اخوت کی ہوائیں۔ فداکاری کے جذبات۔ ملت کا جوش، تکبیروں کی صدائیں، لبیک کی پکار، اور سب سے عجیب و غریب سین یہ کہ چھپ چھپ کر گناہ کرنیوالے لمحات خوفناک ہیئت میں صاف نظر آرہے ہیں جن کو دیکھ کر شانِ ستاری سے پردہ پوشی اور شانِ غفاری سے بخشش کی التجائیں کی جارہی ہیں۔ میدان عرفات آپہونچا دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں خیمے نصب ہوگئے۔ چیخ و پکار آہ و بکا کی آوازیں آرہی ہیں، خیمے سے الگ ہونا غضب ہے۔ اتنے بڑے

مجمع میں پتہ چلنا دشوار ہے، خدا کے مہمانوں کا انتظام بندوں کے بس سے باہر ہے شام ہو چلی، تیز ہوا کے جھونکے آنے لگے بادل گھر آیا۔ بامِ فلک سے رحمتِ ربی نازل ہونیوالی ہے۔ گنہگاروں اور سیہ کاروں کے دامن سے معصیت کے دھبے چھوٹیں گے، مانگنے کا وقت ہے۔ دینے والا منتظر ہے، لرزتے ہوئے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں، ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ابرِ رحمت پر لگی ہیں۔ لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں اُس مقدس زمین پر جمے ہیں جو نبیوں کی جولانگاہ ہے۔ خدا استقامت دے۔ میرے مولا میں تیرے حکم سے حاضر ہوا ہوں، امن وسکون کی بھیک مانگتا ہوں۔ اُمتِ محمدیہ میں اتفاق و اتحاد پیدا کر! مذہبی وسیاسی بیداری عطا فرما ارحم الراحمین! تباہ حالی کی حد ہو گئی، ہندی مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے اغیار کے حملے ناقابلِ برداشت ہیں، اپنوں کے طعن وتشنیع دلکو چھلنی کئے دے رہے ہیں، ظالم و جابر حکومت ہمکو ذلیل وخوار دیکھنے پر آمادہ ہے۔ رحم کر میرے مولا رحم کر!

ذلت کو عزت سے۔ غربت کو امارت سے، نقاہت کو طاقت سے عداوت کو محبت سے بدل دے۔ اے اللہ میرے والدین، اعزہ واحباب، تجھ سے آس لگائے ہوئے ہیں سب کو فلاح دارین عطا کر۔ اپنے لئے تجھ سے سوائے اس کے کچھ نہیں مانگتا۔

وسعتیں عشق حقیقی کی عنایت کر دے
میرے مولا میرا پھیلا ہوا دامن بھر دے

بارہ بجے دن کے ڈیرے خیمے نصب ہوئے۔ ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں اگر ملکوں کے حساب سے بھی جگہ کی تقسیم اور ڈیروں کی ترتیب قائم ہو جایا کرے تو ایک کو دوسرے کی تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ حالانکہ عرفات میں دو کانیں بھی لگتی ہیں ٹکراتے بڑے مجمع میں جہاں دنیا اکٹھی ہو بازار کا پتہ لگا کر اس طرف جانا اور پھر وہاں سے اپنے خیمہ پر واپس آجانا مشکل ہوتا ہے

کاش کہ ان جملہ امور کے متعلق پہلے سے ایک نقشہ معلومات بھی شائع ہو جایا کرے تو بہت کچھ سہولت ہو۔

افسوس کہ آج کے دن بھی بندگانِ خدا کو رحمت سے دور رکھنے کی کوشش ختم نہ ہوئی یعنی پہاڑ پر چڑھنے کی اجازت نہیں، جبل رحمت پر پہرہ تھا اُسکی چوٹی پر نگاہیں جما کر رحمت کی التجائیں کیں، سعودی حکومت کے جبر و استبداد پر کوفت ہوئی مگر یہ دن ان باتوں کے لئے نہیں تھا ہر خیال کو دل سے نکال کر صرف معبودِ برحق کا تصور پیش نظر کرلیا۔ لیکن ایک دلخراش خبر نے کلیجہ میں چھریاں بھونکدیں کہ خدا کے بندے یکسوئی اور عقیدتمندی کے ساتھ بارگاہِ معبود میں گڑگڑا رہے تھے عبد و معبود میں راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں اسی وقت سنا کہ فوجی معائنے و مظاہرے اور حج کا فلم لیا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے بغداد، شام فلسطین وغیرہ میں جب ہم نے یہ خبر سُنی تھی کہ حج کا فلم سینما میں دکھایا جا رہا ہے تو یقین نہیں آیا تھا کہ ملک الحجاز جیسا متشرع اور شعائرِ اسلام پر سختی کیسا تھ عمل کرنیوالا مردِ مومن اس بدعت کو کس طرح گوارا کر سکتا ہے، مگر عرفات سے واپسی کے وقت فلم ساز مشین کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جو ایک موٹر میں فلم لے کر واپس جا رہی تھی دونوں خبروں کی تصدیق ہو گئی، ان دو تکلیفوں کے علاوہ سب سے بڑی تکلیف یہ سُنکر ہوئی کہ آج کے دن جو خطبہ ہوا کرتا تھا وہ موقوف کر دیا گیا۔ سرکارِ دو عالم ؐ نے بھی حج الوداع کے موقعہ پر یادگارِ عالم خطبہ فرمایا ہے اور ہمیشہ بیان ہوتا رہا ہے مگر خدا معلوم اس مبارک اور مذہبی رسم کو ختم کرنے میں حکومتِ سعودیہ کی کیا مصلحت ہے۔ بظاہر تو اس کے سوا کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ رفتہ رفتہ تمام مذہبی رسومات ختم کردی جائیں اور بالآخر سوشلزم تحریک کی جراثیم یہاں بھی پرورش پانے لگیں، پھر نہ خدا سے مطلب نہ خدا کے گھر سے واسطہ۔ رحم کر میرے مولا رحم کر اس مقدس سرزمین کو الحاد و بے دینی کے اثرات سے محفوظ و مامون رکھ

میدانِ عرفات میں دو پہر سے شام تک کے صرف قیام کا نام حج ہے ان چند گھنٹوں میں جو شخص جس طرح ممکن ہو یہاں پہونچ جائے، رحمتِ ربی سے فیضیاب ہو جائیگا۔ نہرِ زبیدہ کے علاوہ پانی مول بھی ملتا ہے وہاں کی بدو اور اُن کی عورتیں چھوٹے چھوٹے مشکیزوں میں پانی بھر بھر کر ڈیرے خیموں پر لئے پھرتے ہیں۔ ایک ڈیرے میں دس حاجی ٹھہرائے جاتے ہیں، یہ ڈیرہ جو معلم کے انتظام سے ملتا اور لگتا ہے اس کا کرایہ صرفہ حج ہی میں پہلے سے وصول کر لیا جاتا ہے۔ دن چھپتے ہی ڈیرے اکھڑنے لگے، ایک دوسرے کو "حج مبارک" کی خوشخبری سُنا رہا ہے۔ پھر وہی موٹر۔ لاریاں۔ گھوڑے گاڑیاں۔ اونٹ۔ خچر پیدل چلنے والوں کی قطاریں نظر آنے لگیں۔ خدا معلوم کون خوش قسمت رہا؟

لبیک کہتے ہوئے شغدف میں سوار ہوئے، اونٹوں کی قطاروں

**مزدلفہ** میں ترتیب نہیں۔ ہی ہنگامہ دار و گیر بلند ہے مگر اس میں بھی لُطف آرہا ہے۔ تکبیر کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ لبیک لبیک کی پکار ہے۔ اسی کیفیت میں سفر تمام ہوا اور مزدلفہ پہونچے، ہوا بہت سرد، احرام کی حالت بہرحال صبر و شکر کے ساتھ محافظتِ الٰہی میں رات گزاری اور کنکریاں چن کر ساتھ رکھیں

## مِنیٰ کی گھاٹی

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ — ۱۰ فروری ۱۹۴۸ء

کہاں ہوں کہاں ہوں مقامِ منیٰ ہیں
رہِ کبریا میں ہوں دارالبقا میں
خدا کا کرم ہے خدا کی ہے رحمت
عطا کی گنہگار کو یہ سعادت
ترے حکم سے ہوں الٰہی یہاں اب
کرم مجھ پہ کر مالکِ دو جہاں اب
غلامی کی کمولا یہ پہچان ہے میری
تری راہ میں جان قرباں ہے میری
عقیدت کا ہر طور شاماں کیا ہے
جو تو نے دیا ہے وہ قرباں کیا ہے
قبول اسکو فرما کے دل شاد کر دے
یہ پھیلا ہے دامن اسے آج بھر دے
براہیمؑ کی نذر جس طرح لی ہے
وہ قربانی خاص منظور کی ہے

اسی طرح اس کو بھی منظور کرنا قبولیتِ حق سے مسرور کرنا
یہ سنّت اُنھیں کی ادا کر رہا ہوں ترا حکم پورا خدا کر رہا ہوں
معاصی ہوں مولا مجھے بخش دیجو
وفا پر ہمیشہ کرم اپنا کیجو

**منیٰ میں تین دن** بحمداللہ صبح کو نو بجے منیٰ پہونچے، جمرۂ عقبہ پر کنکریاں ماریں
۱۰ تا ۱۲ ذی الحجہ تلبیہ موقوف ہوئی۔ دُنبہ کی قربانی کرکے سر منڈایا احرام اتارکر سجدۂ شکر کیا، حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی مہتم بالشان روایت کا خیال آیا کہ اللہ اکبر کس قدر عظیم الشان حوصلہ تھا جسکی یاد میں ہر مسلمان قیامت تک اپنی جان و مال مولا کے نام پر قربان کرتا رہیگا۔ حج کے ارکان میں سے دو فرض ادا ہو گئے تیسرا طوافِ زیارت باقی ہے۔ مذہب حنفیہ میں اس کی ادائیگی ۱۰ ذی الحجہ ہی کو اولیٰ ہے۔ خدا کا شکر کہ یہ سعادت بھی نصیب ہوئی، مکہ مکرمہ میں حاضری ہوئی۔ مصر سے آیا ہوا نیا غلاف جگمگ جگمگ کر رہا تھا، عظمت و جلالتِ کعبہ ہویدا تھی۔ طواف کیا۔ عصر کی نماز پڑھکر منیٰ کو واپس ہوئے۔ منیٰ میں تین دن کا قیام محض اس لئے رکھا گیا ہے کہ دنیائے اسلام ایک مرکز پر جمع ہو کر تبادلۂ خیالات کرلے اور اخوت کی مثال زندہ رہے ورنہ صرف کنکریاں مارنے کا کام ہوتا تو دس منٹ میں ختم ہو سکتا تھا آج سردی کافی ہے رات کی تیز ہوا اور سردی میں کافی اموات ہو گئیں اللہ مغفرت فرمائے۔ نماز و تلاوت کے بعد میں دوسرے ممالک کے مسلمان بھائیوں سے ملنے کا وقت نکال کر ملتا رہا۔ مختصر لفظوں میں ہر جگہ کے مسلمانوں کی حالت درج ذیل ہے۔

**مصری** اسلامی جذبہ اور وقار و متانت موجود ہے۔ مرد و عورت تندرست قوی الجثہ اور خوبصورت ہیں۔ زبان فصیح و بلیغ مادری زبان عربی۔ لباس مغربی۔ حجاج میں نوجوان کی تعداد زیادہ ہے۔ مستورات جتھے بنا کر پھرتی

ہیں۔ حکومت کے سپاہی بھی خائف رہتے ہیں۔ دلوں میں جذبۂ حریت ہے۔
ارادہ پختہ اور عزم مستقل ہیں۔

مغربی وشمالی افریقہ۔ طرابلس تیونس۔ الجیریا اور مراکو سے آنے والے حجاج
مغربی کہلاتے ہیں۔ اکثر ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ مالکی ہیں۔ لباس عورت
مرد کا یکساں ہے۔ نیچا فرغل پہنتے ہیں اوپر نوکدار چونچ ہوتی ہے۔ گریبان کھلا
رہتا ہے۔ عورت مرد مل کر چلتے پھرتے اور طواف کرتے ہیں۔ زبان عربی ہے
خواتین کے ہاتھ اور منھ نیلے رنگ سے گدے ہوئے ہوتے ہیں سر پر ایسی
پگڑیاں باندھتے ہیں جو سوائے چہرے کے گردن اور کان کو ڈھک لیتی ہیں

**بخاری** وسط ایشیا کے پختہ عقیدہ رکھنے والے مسلمان۔ ہمت بلند۔
حوصلہ عالی۔ نیک نفسی شعار، سرد ملک کے باشندہ ہونیکی وجہ سے گرم لباس
پہننے کے عادی ہیں۔ معاشرت اچھی نہیں، لباس کثیف رہتا ہے خواتین پردہ
کی پابند ہیں۔ توانا و تندرست ہیں۔ معمولی اردو بول سکتے ہیں۔

**ترکی** ترکی حجاج کم آئے ہیں کم آنے کی وجہ دوسری جگہ بیان ہو چکی ہے۔ دین
حنیفہ کے پیرو ہیں جذبۂ ملت جذبۂ قومیت جذبۂ وطنیت، جذبۂ آزادی، جذبۂ
نصرت کوٹ کوٹ کران میں بھر دیا گیا ہے۔ خوبصورت اور توانا انسان ہیں۔
ارادے کے پختہ عزم کے سچے۔ وعدہ کے پابند لباس اکثر مغربی پہنتے ہیں
زبان ترکی ہے۔ عربی انگریزی سمجھتے اور بولتے ہیں۔

**شامی** زبان عربی ہے۔ لباس مختلف ہیں۔ ڈھیلے پاجاموں پر لمبے کوٹ
بھی ہیں۔ کوٹ پتلون بھی۔ کمر میں پٹکا سر پر ٹوپی کے اوپر سفید پگڑی۔ آدمی
خلیق اور خوبصورت ہیں۔

**ایرانی** شیعہ عقیدے کے ہیں تعداد بہت کم ہے۔ پرانی وضع ختم ہو رہی ہے
جدید فیشن کا شوق بڑھ رہا ہے۔ ڈاڑھی ندارد۔ زبان فارسی ہے۔ بظاہر اخلاق
اچھا ہے لیکن بناوٹ کی بو آتی ہے۔

**جاوی** جاوا۔ فلپائن۔ سماترا کے حجاج بہت ہیں۔ اس قدر راسخ العقیدہ ہیں کہ شادی حج کے بعد کرتے ہیں۔ چینیوں کی سی صورتیں ہیں۔ چھوٹے کوٹ پہنتے ہیں۔ بھیک مانگنا عیب سمجھتے ہیں۔ مذہبی تعلیم کا بیحد شوق ہے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں۔

**عراقی** نجف اشرف سے بسواری موٹر آئے ہیں مفصل حالات آئینہ عراق میں درج ہو چکا ہے۔

**ہندوستانی** یو پی اور نواح دہلی کے حجاج نفاست پسند، نازک مزاج آرام طلب ہیں، عقیدتاً حنفی ہیں۔ پنجابی اور خصوصاً وہابی حضرات کی تعداد بہت ہے عقیدے میں نجدیوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اپنے سوا دنیا کو مشرک سمجھتے ہیں۔ پنجابی حنفی بھی ہیں تو ایسے کہ جنت کا ٹھیکیدار سوائے اپنے کسی دوسرے کو نہیں سمجھتے، پیر پرستی اور قبہ پرستی کا جذبہ بھی ہے۔ لباس پنجابی شلوار اور صافہ بھی ہے جدید فیشن کے کوٹ بوٹ بھی۔

**بنگالی** اکثر غریب ہیں۔ علم کی کمی ہے۔ زبان بنگالی بولتے ہیں رنگ سانولا ہے۔ بھیک مانگنے میں عار نہیں۔ تندرستی خراب ہے۔ چاول کھاتے ہیں۔ ٹھنڈک کی وجہ سے منیٰ میں زیادہ تر اموات انھیں کی ہوئیں۔

**حیدرآبادی** تعلیم یافتہ، مہذب دنیا کے حالات سے باخبر۔ قافلہ بنا کر آتے ہیں۔ امسال کے قافلہ سالار الحاج عبدالقادر محی الدین صاحب ہیں۔

**افغانی سرحدی بلوچستانی** لب ولہجہ سخت، تندرست و تنومند، لباس قدیمی مگر میلے۔ مکہ معظمہ میں غصہ ساتھ نہیں رکھتے ایک نجدی سپاہی نے ہمارے سامنے جب قربانی کر کے دنبہ ساتھ لا رہے تھے نصف طلب کیا، کابلی صاحب نے حجت کی سپاہی نے ڈاڑھی پکڑ کر طمانچے رسید کیے، چپ چاپ آدھا دنبہ دینے پر رضا مند ہو گئے۔

**حبشی، سوڈانی** سیاہ رنگ، باہمت۔ حبشیوں کے ڈاڑھیاں موجود

سوڈانیوں کے عجائب۔ چلنے پھرنے اور طواف کرنے میں دھکم دھکا کرتے ہیں عورتیں اپنی کمر سے بچے باندھے رہتی ہیں۔ چہروں پر نشان ہوتے ہیں۔ نجدی، حجازی، یمنی۔ اونٹوں پر آتے ہیں۔ عرب کا ملک اپنا اور بادشاہ وقت اپنا سمجھ کر دوسروں کو حقیر نظر سے دیکھتے ہیں۔ خصوصاً نجدی تو اونٹوں کو بے تحاشہ چلاتے ہیں دوسروں کے چوٹ لگنے یا گرنے کا خیال نہیں کرتے۔ عورتوں کو حلقے میں لیکر چلتے ہیں۔ آواز میں سختی اور لہجہ میں کرختگی ہوتی ہے۔

## دعا قبولیت حج

کیا ہے ہم سے جو وعدہ اسے یا رب وفا کر دے
ہمارے حج کو توفیق قبولیت عطا کر دے

بجا لایا ہوں تیرے حکم کی تعمیل آنکھوں سے
ترے قربان مجھ کو اب حقیقت آشنا کر دے

اب اپنا عشق دے اور خدمت دین محمدؐ دے
خرافات زمانہ سب مرے دل سے جدا کر دے

یہ دنیا رشک سے دیکھے مرے عصیاں کی بخشش کو
تو اپنے فضل و رحمت کی الٰہی انتہا کر دے

جو چاہے وہ بنا دے تو مجھے قادر ہے مالک ہے
جو تو کرنے پہ آجائے تو کیا جانے کہ کیا کر دے

ترے محبوب کی تقلید ہو اور میرا ایماں ہو
حقیقت میں مجھے اب پیرو شاہِ ہدا کر دے

ہزاروں حسرتیں لیکر وفا آیا ہے کعبہ تک
جو اس کی آرزوئیں ہیں وہ پوری کبریا کر دے

**مکہ کو واپسی** کنکریاں مار کر فراغت ہو گئی۔ بعد نماز ظہر مکہ مکرمہ کو چلدیے۔
**۱۲ ذی الحجہ** راستہ میں مسجد عشرہ ملی جہاں حضورؐ نے عشرۂ مبشرہ کیساتھ قیام فرمایا تھا۔ یہاں سے شغدف کو چھوڑ دیا۔ بھائی صاحب اور بھابی صاحبہ تانگہ میں چلے گئے میں پیدل ہولیا وادیٔ محصب میں نصف گھنٹہ ٹھہر کر جنت المعلیٰ میں دور سے فاتحہ پڑھتا ہوا عصر کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ خدا کا شکر کہ ارکانِ حج باحسن و خوبی ادا ہو گئے۔ مقبولیت اس کے رحم و کرم پر منحصر ہے۔
۱۳ ذی الحجہ۔ حکیم سہسوانی صاحب کو پولیس کی نگرانی میں حج کرایا گیا۔

مولانا حسرت موہانی سے ایک گھنٹہ ملاقات رہی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی حکیم صاحب کے متعلق ایک وفد کی تشکیل عمل میں لائی گئی ہے حکومت سے اجازت ملنے پر یہ وفد ملک الحجاز سے ملیگا خدا کامیابی عطا فرمائے۔ مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی بھی تشریف لائے ہیں۔ ملاقات ہوئی۔ آج سردی کم ہے۔ لوگوں کی واپسی شروع ہوگئی ہے۔ کوئی جدّہ کوئی مدینہ جارہا ہے۔ ہم ابھی ٹھہریں گے مولا سے تنہائی میں گفتگو ہوگی۔

۱۴؍ذی الحجہ آقائے دوعالمؐ کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھا، طواف وسعی سے فارغ ہوکر سر منڈایا۔ مسجد عائشہ میں حاضری ہوئی۔

۱۵؍ذی الحجہ۔ وفد کی ملاقات کیلئے اجازت مل گئی۔ نوآدمیوں کا وفد نذیر شرطہ مہدی بے سے ملا۔ ان کے کمرہ میں ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس پر قرآن شریف کی ایک آیت زرّیں حروف سے کڑھی ہوئی تھی اور وسط میں ملک الحجاز کی تصویر آویزاں تھی، اس سین کو دیکھ کر روح کو تکلیف ہوئی کہ آیاتِ قرآنی کی حرمت اور اس طرح؟

ارباب وفد۔ مولانا حسرت موہانی صاحب۔ مولانا عبدالحامد صاحب۔ مولانا اسمٰعیل غزنوی صاحب۔ مولانا عبدالخالق صاحب۔ ڈپٹی عبدالرب صاحب۔ مولوی عبدالعزیز صاحب۔ مولوی کرم علی صاحب۔ رئیس المعلمین۔ اور یہ خاکسار رؤفا۔ ایک گھنٹہ سے زائد گفتگو رہی۔ نتیجہ میں یہ طے پایا کہ وفد تحریری طور پر حکیم صاحب کی حرکات و سکنات کی ذمہ داری لے تو انھیں رہا کیا جاسکتا ہے چنانچہ سب کے دستخطوں سے ایک تحریر مرتب ہوکر حکومت کے حوالہ کیگئی اور بحمداللہ حکیم صاحب کو رہائی مل گئی۔ حکیم صاحب اب مصر وغیرہ نہیں جائیں گے اُن کا ارادہ مدینہ منورہ ہوکر ہندوستان واپس جانیکا ہے حکیم صاحب سے گرفتاری کی وجہ معلوم ہوئی، اُن کے خلاف علی گڑھ سے کسی نے خط بھیجا تھا کہ حکیم صاحب ملک الحجاز کو قتل کرنے کے لئے مکہ گئے

ہیں - بہرحال معاملہ کچھ ہو صورتِ حال نازک ہو گئی تھی، حکیم صاحب کی تو یہ غلطی تھی کہ انھوں نے روانگی سے قبل علی گڑھ میں مشہور کیا تھا کہ میں ملک الحجاز کیلئے تحائف لے جا رہا ہوں اجازت حاصل نہیں کی تھی ان کے مخالفین کو موقع مل گیا حکومت کا قصور یہ تھا کہ اس نے ایسے سنگین واقعہ کو بلا تحقیق و تصدیق یقین کی صورت میں سمجھ لیا اور ہمیشہ کے لئے اپنی غیر تدبرانہ حکومت کی مثال قائم کر دی اس طرح کے خطوط پر جو ہر حاجی کے خلاف ہندوستان یا غیر ممالک سے بھیجے جا سکتے ہیں بلا دریافت حال یکایک عمل کرنا آئین جہانداری کے منافی ہے۔ اور یوں تو ہر مکہ معظمہ جانیوالے کو واپسی تک خطرہ رہنے کا احتمال ہمیشہ رہیگا ــــ!

۱۶ ر ذی الحجہ - امسال حجاج کی تعداد بہت ہے۔ حج اکبر اور اسلامی شاہوں کی کانفرنس کے پروپیگنڈے نے کافی اثر کیا۔ ۵ ر ذی الحجہ تک اعلان حکومت کے مطابق باہر سے آنیوالے حجاج کی تعداد یہ تھی - سمندر کے ذریعہ جاوا وغیرہ سے ۶۴۷۱ - کراچی کلکتہ بمبئی سے - ۸۶۸ ۲۴ - سوئز کیطرف سے - ۳۳۱۶۷ - (۶۱ ۴۷ ۷) براہ خشکی ۴۲۱۲ - حضرات تشریف لائے - آج مولانا زاہد القادری دہلوی سے ملاقات ہوئی۔

**غارِ ثور** - ۱۷ ر ذی الحجہ کو غارِ ثور دیکھنے گئے جہاں ہجرت مکہ معظمہ کے وقت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کے ہمراہ تین روز قیام فرمایا تھا جبل ثور مکہ معظمہ سے جانب جنوب مشرق ہے دو پہاڑیاں اور ڈھائی میل ریگستان طے کرنے کے بعد پہونچ گئے، غار کا راستہ بہت تنگ ہے۔ بمشکل بیٹھ کر داخلہ ممکن ہے۔ لیٹ کر داخل ہوئے، دل کو قرار و سکون ملا - نوافل پڑھے، درود کا ورد رہا۔ خدا سے گناہوں کی مغفرت کی دعا مانگ کر التجا کی کہ اس جگہ لیٹ چلے ہیں جہاں تیرے محبوب نے آرام فرمایا، محبوب کے طفیل میں لاج رکھلے اور ایسا یارِ غار مجھے بھی نصیب کر۔ ظہر تک واپسی ہوئی۔ نماز با جماعت حرم میں ادا کی۔

**غارِ حرا** - ۱۸ ذی الحجہ تمام مقامات مقدسہ پر حاضری ہو چکی تھی جبلِ نو ـ باقی

تھا بحمد اللہ کہ وہاں جانے کا بھی موقع مل گیا۔ غارِ حرا میں نماز پڑھی، دعا مانگی ایک مسجد یہاں بنی ہوئی تھی جس کی اینٹوں کا ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اللہ اللہ جس جگہ خدا کے برگزیدہ اور محبوب نبی نے چالیس برس عبادت کی ہو وہاں مسجد کا وجود بھی شاملِ بدعت سمجھا گیا۔ خیر .......... سورۂ اقراء اسی غار میں نازل ہوئی تھی۔ بڑی متبرک جگہ ہے کوئی نہ مانے مگر غلامانِ محمدؐ ہزاروں کوس سے آکر ہمیشہ مانتے رہیں گے اور اس کی عظمت میں کسی طرح کمی نہ ہوگی۔ (انشاء اللہ)

# رَبِّ کعبہ سے خطاب

اے کہ ہے ذات مقدس تری پاک و برتر — لاشریک لہٗ، تیرا نہیں کوئی ہمسر
لفظِ کُن کہہ کے دو عالم کئے تو نے پیدا — جن و انسان و ملک سب ہوئے تجھ پر شیدا
عرشِ اعظم بھی ترا فرشِ زمیں بھی تیرا — تخت والا بھی ترا خاک نشیں بھی تیرا
بندہ ہوں تیرا تو سودا بھی ہے تیرا سر میں — حاضری دی ہے ترے حکم سے تیری گھر میں
مرے مولا تری دربار میں ہے عبدِ ذلیل — ہر دو عالم میں تو ہی اسکا نگہبان و کفیل
ہاتھ پھیلائے ہوئے سامنے آج حاضر ہوں — مرے مولا مجھے دے صبر و قرار اور سکوں
مئے وحدت سے بنا دے مجھے سرشارِ حیات — مرے معبود دکھا دے مجھے اب راہِ نجات
نہ رہوں تیرے سوا اب میں کسی کا محتاج — بخش دے مجھ کو محبت کی حقیقی معراج
حق پہ قائم رہوں جب تک کہ زمانہ میں جیوں — زندگی بھر میں غم و رنج سے آزاد رہوں
نصرتیں دینِ محمدؐ کو عطا کر یا رب — ہر مسلماں کا دو عالم میں بھلا کر یا رب

وسعتیں عشقِ حقیقی کی عنایت کر دے
میرے مولا مرا پھیلا ہوا دامن بھر دے

۲۲ر تا ۲۵ر ذی الحجہ۔ عمرے اور نفلی طواف ادا کر رہا ہوں، بھیڑ چھٹ گئی ہے عبادت کا لطف مل رہا ہے مدینہ منورہ کیلئے لاری کا کرایہ داخل کر دیا ہے آٹھ گنی کی جگہ نو وصول کی گئی ہیں اس لئے کہ ہمیں بجائے آٹھ روز کے اکیس روز قیام

کرنا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس میں ۱½ گنی صرفہ لاری ۱½ گنی صرفہ عملہ و معلم بقیہ ملک الحجاز کی جیب خاص کیلئے ہوتی ہیں۔ اور "صنیم اکبر کے پجاریوں سے" بطور جزیہ وصول کی جاتی ہیں، ہمارے دوسرے ساتھی بھی رخصت ہوکر اونٹ پر تشریف لے گئے۔ اب ہم گھر کے تین آدمی رہ گئے جو مجوزہ پروگرام کی تحت ایک مہینہ مکہ معظمہ میں رہ کر ۲۶ کو مدینہ منورہ روانہ ہوں گے جہاں اکیس روز حاضری دینی ہے۔

۲۶ تا ۲۸ ذی الحجہ اللہ اللہ شادی وغم کا احساس بھی کیا

**طواف الوداع** مسرت خیز و درد انگیز ہے۔ دیارِ حبیب میں پہو نچنے کی خوشی اور مالک بے نیاز کے گھر چھوٹنے کا وقت آگیا۔

رب العالمین کی سرکار سے رحمۃ اللعالمین کے دربار کا قصد ہے۔ توحید کی شان دیکھ چکے رسالت کا اعزاز دیکھیں گے۔ غلافِ کعبہ سر پہ رکھ کر مانگا جو مانگا گیا۔ دوبارہ حاضری کی دُعا کی، سلامتی ایمان ثابت قدمی اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی استدعا کی، چوتھا شوط کر رہے تھے کہ ملک الحجاز تشریف لائے سنگینوں کا پہرہ ساتھ، سب کو مطاف سے نکال دیا گیا اس عمل پر نیم بسملوں کے دِل لرز گئے، کہتے کس سے بادشاہِ وقت کی شکایت مالک الملک ہی سے کر سکتے تھے، طوافِ الوداع کے بعد مقام ابراہیم پہ دو رکعت نماز پڑھی اور سیدھے لاری میں آبیٹھے، دوست احباب (جو کافی ہو گئے تھے اور جن سے گھر کا سا آرام ملا تھا) سے رخصت ہوئے دل کی عجیب کیفیت تھی نگاہیں کعبہ کی طرف سے ہٹائے نہ ہٹتیں تو سبز گنبد کا نقشہ تصور میں کھینچکر اُن کے سامنے کر دیتا، دس بجے روانہ ہوئے، بارش کی وجہ سے راستہ میں دلدل ہو گئی تھی اس لئے ایک مقام پر لاری پھنس گئی، رابغ اور تول کے درمیان پانچ گھنٹہ ٹھہرنا پڑا جہاں فرصت کے اوقات میں جذبات کے تحت ایک نظم مکمل ہوگئی۔

# مدینہ کی طرف

دیر ہوتی ہے تو تاخیر پہ پچھتاتا ہوں
پھر تقدیر کے تدبیر سے سلجھاتا ہوں
دامنِ شوق درودوں سے میں مہکاتا ہوں
دلِ بیتاب میں اک کیف حسیں پاتا ہوں
پھر گئے دن کہ مدینہ کی طرف جاتا ہوں

شوق ہے دل میں لبوں پر ہیں درود اور سلام
خدمتِ سرورِ عالی میں پہونچتا ہے غلام
دن قیامت کا ہے دن شام شب و غم کی شام
اک سواری ہے کہ آہستہ روی سے جسے کام
ایک میں ہوں کہ ہوا بن کہ اڑا جاتا ہوں

شاق ایک ایک گھڑی اب ہے غمِ فرقت میں
لمحے کٹتے ہیں عجب رنج و غم و حسرت میں
فاصلہ موت سے کم ہے نہ رہِ رحمت میں
شوق یہ ہے کہ پہونچ جاؤں ابھی خدمت میں
جتنی دیر ہوتی ہے اتنا ہی میں گھبراتا ہوں

دیکھ آ پہونچا ہے نزدیک نظر کوئی حبیب
تری تقدیر سے دیدار ابھی ہوگا نصیب
ابھی آتی ہے ترے کان میں آوازِ نقیب
پاس ہے دور نہیں، آگیا منزل کے قریب
دلِ مضطر کو ہر اک طرح سے سمجھاتا ہوں

آگیا سامنے سرکار کا شاید مسکن

حیف بر آئی نہ خدمت کوئی وجہ احسن
ہے وفا سخت خجالت مجھے اور سخت محن

میں معاصی ہوں ندامت سے ہے نیچی گردن
سامنے ہوتے ہوئے شاہ کے شرماتا ہوں

سرکاری لاری میں انجینئر آیا اُس نے دلدل سے لاری نکلوائی۔ عم محترم الحاج مولوی شمس الحسن صاحب پنشنر جج نے فرمایا تھا کہ اصلی اور صحیح خیرات مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے راستہ میں غربا کو کپڑا تقسیم کرنا ہے بیشک یہی حال تھا، عرب عورتیں اور بچے لاری کو آکر گھیر لیتے ہیں۔ اُن کی مفلوک الحالی اور خستگی سے دل لرز جاتا ہے۔ ہوٹلوں میں ٹھہرتے اور دیارِ حبیب کے سفر کا لطف اٹھاتے ۲۰ ر کی سہ پہر کو بیر علی پہونچ گئے۔

الحمد للہ کہ دل کی تمنا پوری ہوئی، آنکھوں کا نور آنکھوں کے سامنے ہے۔ جذبۂ دل میں تڑپ پیدا ہوئی، ضبط و تحمل کی کوشش کی۔ بڑی سرکار اور بڑا دربار ہے خیال تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو جو خلافِ آداب کوئی حرکت ہو جائے۔

## سرکار کے دربار میں

میرا چھوٹا بچہ میاں مسرور سلمہٗ جب معصومانہ انداز میں "میرے مولا بلا لو مدینہ مجھے" پڑھا کرتا تھا تو میں آبدیدہ ہوکر آمین کہا کرتا تھا، قربان جائے اپنے آقا و مولا کے کہ غلام کی آرزو پوری کی اور خدمتِ اقدس میں بلا ہی لیا۔

متوالوں کا تو کیا ذکر یہاں ہوش والوں کے بھی حواس ٹھکانے نہ تھے دیوانہ وار تمام عمر کے پیاسے درِ ساقیِ کوثر پر پہونچے۔

## سبز گنبد پر پہلی نظر

اللہ اللہ سامنے آنکھوں کے ہے آنکھوں کا نور　　گنبدِ خضریٰ جہاں آرام فرما ہیں حضور
سبز گنبد کی زیارت اور چشمِ آرزو　　ہے کرم اس پر شہنشاہِ مدینہ کا ضرور

ہوش گم ہے عقل گم ہے بیخودی ہے کیف ہے — ایک جلوے نے نظر میں بھر دیئے لاکھوں سرور
آنکھ ہٹتی ہے نہ جی بھرتا ہے اس کی دید سے — دم بخود ہے کسقدر اس وقت قلبِ ناصبور
اُس کے جلووں کی فراوانی کا عالم کچھ نہ پوچھ — کوندتی ہے جس پہ لاکھوں بار آکر برقِ طور
اسکی چمکیلی شعاعوں کی نظر کیا تاب لائے — جس کو پلکوں سے بہاریں خود ملک غلمان و حور
طائرِ دل کی رسائی اس کلس تک ہے محال — طائرانِ سدرہ ہیں جس کے ادب سے دور دور
آنکھ والو یہ محل ہے عرش کے مہمان کا — کیوں نہ اس کے سامنے شرمائیں جنت کے قصور

ڈھونڈتا ہوں دل کے ٹکڑوں کو وفا ملتے نہیں
نشۂ حبِ نبی میں ہو رہے ہیں چور چور

گنبدِ خضریٰ پر نگاہ پڑی تھی کہ بے اختیار ایک چیخ نکل گئی، تن بدن کا ہوش باقی نہ رہا۔

## سلام

اللہ کے محبوب و مطلوب کو سلام۔ عرش کے مہمان کو سلام۔ بی بی آمنہ کے لال کو سلام۔ حضرتِ عبداللہ کے نورِ نظر کو سلام۔ باعثِ کون و مکان کو سلام مدینہ کے تاجدار کو سلام۔ سبز گنبد میں آرام فرمانے والے آقا کو سلام۔ امت کے غم میں آنسو بہانے والے مولا کو سلام۔ غریبوں کے والی کو سلام۔ یتیموں کے وارث کو سلام۔ شفیع المذنبین کو سلام۔ رحمۃ اللعالمین کو سلام۔

سرکار قبول فرمائے، سلام حفظ الرحمٰن کا۔ اُس کے مہجور والدین کا، دور افتادہ اہل و عیال کا۔ مجبور اعزہ و احباب کا۔ حضور! سلام عرض ہے ڈبائی کے اہلِ سنت والجماعت کا۔ علی گڑھ کے مسلمانوں کا۔ ہندوستان کے پریشان حال کلمہ گویوں کا۔ آقا! تباہ حالی حد سے بڑھ گئی ہے۔ امت میں انتشار پھیل گیا ہے۔ نفاق کی گرم بازاری ہے۔ غربت و افلاس نے گھیر لیا ہے۔ ذلتوں کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ مولا! کرم کیجے۔ بداعمالیوں نے روزِ بد دکھا ہے۔ کشتیٔ اسلام ڈوب رہی ہے۔ کوئی ناخدائی کرنیوالا نہیں!

مہمان نواز والی ۔ آج سخی داتا کے دوار پر منگتا آیا ہے ۔ کہاں سے آیا ہے کہاں کہاں ہوکر آیا ہے یہ حضور کو سب معلوم ہے مدینہ کے دھنی اس کی جھولی بھر دے ۔ گود پھیلی ہوئی ہے، دستِ طلب دراز ہیں ۔ کیا چاہتا ہے کیا خواہش ہے یہ واقفِ اسرارِ حق سے پوشیدہ نہیں! رہنمائے حقیقی! خلافتِ راشدہ کا نمونہ دیکھنے کی ہوس ہے ۔ اس کے بعد میں نے اُس سلام کے چند بند نذرِ حضور کیے جو سفر میں لکھ لیا تھا۔

## نذرِ حضورؐ

السّلام اے باعثِ کون و مکاں　　السّلام اے تاجدارِ انس و جاں
السّلام اے مالکِ دونوں جہاں　　السّلام اے غمگسارِ بیکساں
السّلام اے رحمت اللعالمیں　　السّلام اے عرشِ اعظم کے مکیں
السّلام اے سرورِ دنیا و دیں　　السّلام اے کبریا کے ہمنشیں
السّلام اے حامئ وحئ الٰہ　　السّلام اے آشنائے لا الٰہ
السّلام اے صاحبِ توقیر و جاہ　　السّلام اے گمرہوں کے خضرِ راہ
السّلام اے شافعِ روزِ قیام　　السّلام اے انبیاؤں کے امام
السّلام اے پیشوائے خاص و عام　　السّلام اے رحمتِ ربی تمام
السّلام اے میرے آقا السّلام　　السّلام اے میرے داتا السّلام
السّلام اے میرے مولا السّلام　　السّلام اے شاہِ بطحا السّلام

بن کے اک ادنیٰ گدا آیا ہوں میں　　بارِ عصیاں سے لدا آیا ہوں میں
بادشاہا غمزدہ آیا ہوں میں　　در پہ دینے یہ صدا آیا ہوں میں
روئے انور بس دکھا دیجے حضور　　سیدھے رستہ پر لگا دیجے حضور
بحرِ عصیاں سے چھڑا دیجے حضور　　نارِ دوزخ سے بچا دیجے حضور
اے حقیقی رہنما و ناخدا　　خدمتِ اقدس میں حاضر ہے وفا
مانگنے آیا ہے دل کا مدعا　　کیا سخی کے در سے خالی جائیگا؟

تمام اعزہ و اقربا میری نگاہ میں تھے نام بنام سب کی طرف سے سلام عرض کیا۔ جتنے کو کس کا دل چاہتا تھا، تجلیات کے بادل، رحمت کی بارش، صلوٰۃ و سلام کی بھرمار اشکوں کا تار بندھا ہوا۔ اسی عالم میں ایک قدم دائیں جانب ہٹ کر سیدنا صدیق اکبرؓ کو سلام عرض کر کے کہا۔

## صدیق اکبرؓ

اے امیر المومنیں اے جانشینِ مصطفےٰ
آپ صدیق الامم ہیں اور امینِ مصطفےٰ

آپ ہیں بیشک رسولِ کبریا کے یارِ غار
آپ پر بیشک تھا مولا کو ہمیشہ اعتبار

پیروِ حکمِ خدا و تابعِ حکمِ رسول
ایک ذرہ بھر شریعت میں نہیں ممکن ہے بھول

اللہ اللہ عاشقِ زارِ رسولِ ذی الکرام
جانشینِ اولیں ہیں آپ امت کی امام

آپکی توقیر کرتے تھے رسولِ کبریا
آپ نے دنیا میں نورِ دینِ حق چمکا دیا

آپ کی توصیف میں صدہا احادیثیں ہیں آج
آپ کے فیضِ کرم سے رہ گئی امت کی لاج

خلق و ایثار و مساوات آپ سے روشن ہوئے
جا بجا آباد جن سے دین کے گلشن ہوئے

مل چکا ہے آپکو دنیا میں جنت کا پیام
آپ پر کردی گئی ہے آتشِ دوزخ حرام

واقعہ ہے ختم ہو جاتی نہ گر پیغمبری
آپ کو ملتی یقیناً دینِ حق کی سروری

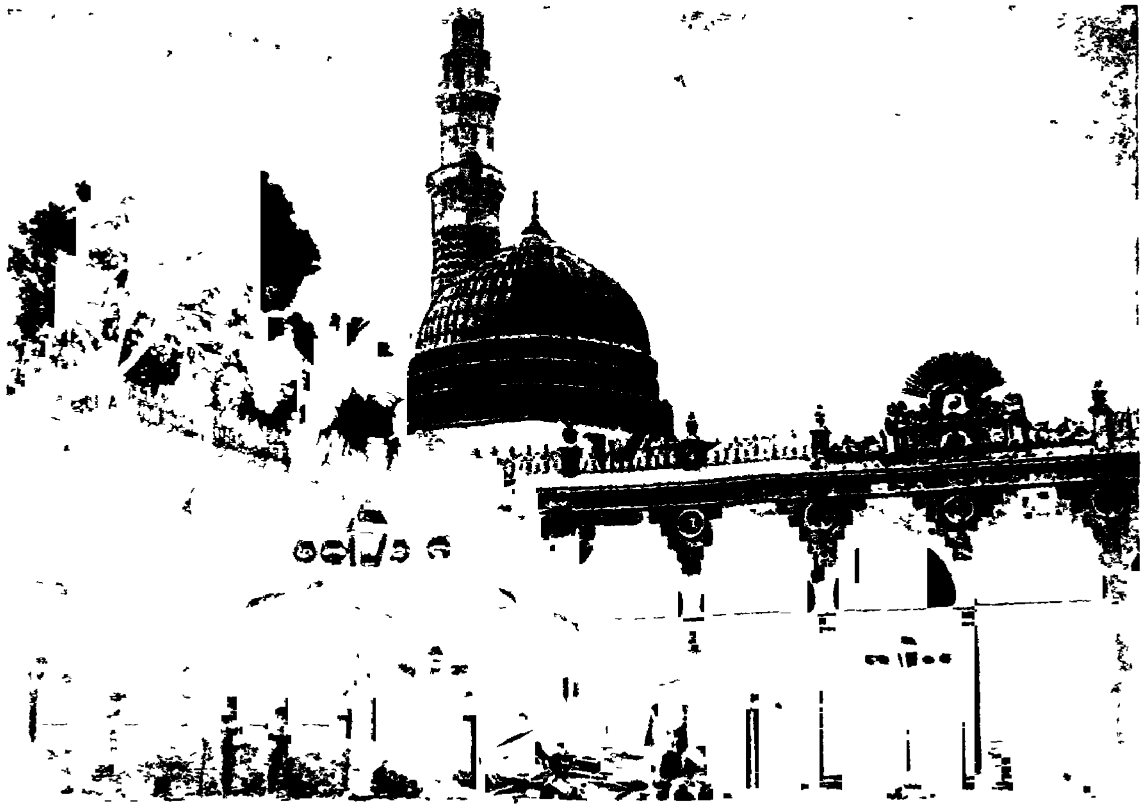
ہاتھ سے ابتک نہیں چھوٹا جو دامانِ رسول
کیوں نہ ہو پھر آپ پر انوارِ رحمت کا نزول

اے امیر المومنیں میرے لئے کیجے دعا
خدمتِ اقدس میں چلکر ہند سے آیا وفا

پھر ایک قدم اور ہٹ کر جلالۃ الاسلام، سیدنا عمر فاروقؓ کو سلام پہونچا کر یہ نظم پیش کی

## فاروق اعظمؓ

زہے عز و وقار و عظمتِ دربارِ فاروقی
زہے جاہ و جلال و سطوتِ تلوارِ فاروقی



اللہ اللہ سامنے انکھوں کے ہے انکھوں کا نور ۔ گنبد حضرو جہاں ارام فرما ہیں حضور ( وہا )

زہے شانِ سخا و شوکتِ گفتارِ فاروقی — زہے انصاف و خلق و برکتِ ایثارِ فاروقی
شریعت آشنا دل تھا حقیقت آشنا نظریں — ہے نخلِ دینِ شاداب ساری عالم میں بعینِ شاخیں
جلال ایسا کہ جس سے کانپتے تھے قیصرِ سلطانی — کرم ایسا کہ کی راتوں میں خود ہمت کی دربانی
نظر ایسی کہ لرزی جس سے ایرانی و تورانی — سخا ایسی کہ ناداروں کے گھر جا کر بھرا پانی
امیر المومنین کا قصر اور ایک ٹاٹ کا بستر — لباسِ زندگی اور اس میں سو پیوند کی چادر
اُجالا ملت بیضیٰ میں ہے فاروقِ اعظم کا — جہاں میں یوں بالا کر دیا ہے حق کے پرچم کا
خدا کا فضل اور سایہ ہے سرکارِ دو عالم کا — ہر اک شمشیر فاتح عکس ہے ابروئے پرخم کا
رسولِ کبریا نے ان کو جنت کی بشارت دی — خدا نے ہیبت و توقیر و تعظیم و شجاعت دی
امیر المومنیں کا مرتبہ سرکار نے سمجھا — شجاعت کا دھنی اسلام کی تلوار نے سمجھا
غنیٔ دینِ حق ہر مسلمِ نادار نے سمجھا — حکیمِ امت مرحومہ ہر بیمار نے سمجھا
خلیفہ ہے دوئم ہیں آپ سرکارِ مدینہ کے — جلالت، تمکنت میں آپ دربارِ مدینہ کے

تعصب کی عینک اُتار کر اگر کوئی چشمِ بصیرت سے دیکھے تو بارگاہِ رسالت میں اِن دونوں بزرگ ہستیوں کا درجہ صاف معلوم ہو جائے۔

الحمد للہ کہ مسجد نبوی میں پانچوں دروازوں سے حاضری ہو چکی ہے "روضہ" میں جماعت سے نماز پڑھ رہا ہوں محبوبِ خدا کا ارشاد ہے۔ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ مسجد نبوی میں یہ جگہ جنت کی کیاری کے نام سے مشہور ہے یہاں نماز پڑھنے والے کو جنت کا مژدہ ہے۔ یہ خشوع و خضوع نماز پڑھی یقین ہے کہ رب العالمین فرمانِ محبوبی کے صدقہ میں خلد عطا کرے گا

## جنّت کی کیاری

مبارک ہو جاگی ہے قسمت ہماری — کہ دیکھی مدینہ میں جنّت کی کیاری
مبارک جگہ ہے مبارک زمیں ہے — گذرگاہِ سرکار ہے راہ ساری
بشارت رسولِ خدا دے گئے ہیں — کہ جس نے نماز اس پہ اپنی گذاری

وہ لاریب فردوس کا مستحق ہے
ہے اُس مردِ مومن پہ اکرام باری
ہمہ وقت اس کی نگہباں ملک ہیں
ہمہ وقت ظلِ خدا اُس پہ طاری
اسی خاکِ پائے نبی پر بسر ہو
گذر جائے یا رب یہیں عمر ساری
یہیں پر عطا کچھ ہو خوانِ کرم سے
یہیں پر کچھ ہو جائے اب پرہ داری
کرم کیجیے بخش کر میرے مولا
کہ ہو دور آنکھوں سے کچھ شرمساری
اگر مژدۂ دید فردوس مل جائے
تو ہو دور مولا یہ سب بیقراری
خدا کیلئے اب تو منظورِ کرم ہو
بہت کر چکا ہوں میں بس آہ و زاری
بفرمانِ مولا مجھے خلد دینا
کہ میں بھی ہوں یا رب یہیں کا بھکاری

وفا یوں تو رونی کو روئی ہیں اکثر
مزہ دے گئی آج کی اشکباری

آج محرم کی پہلی تاریخ ہے موسم خوب سرد ہے۔ ہندوستان کیطرح محرم میں یہاں ڈھول ہیں نہ تاشے۔ تعزیہ ہے نہ آہ و بکا۔ اللہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہدایت دے کہ وہ صحیح جذبے اور مذہبی نکتہ کو سمجھ کر تلاوت کلام پاک اور مساکین کو خیرات دینے پر قناعت کریں اس سے زیادہ ثواب اور کسی طرح نہیں پہونچ سکتا۔

بیشتر حصہ مسجد نبوی میں گذر رہا ہے جینے کا مزہ اور زندگی کا ماحصل میسر ہے۔ باب السلام سے قریب دس قدم کے فاصلہ پر شیخ علی بن عثمان کے یہاں مقیم ہوں مہماں نوازی ان کا حصہ ہے۔ مسجدِ نبوی کی شان اور روضۂ اطہر کی کیفیت فرشتوں سے بھی مفصل بیان نہیں ہو سکتی میں پوری کیفیت لکھنے پر آؤں تو ایک ضخیم کتاب میں بھی عشر عشیر نہیں لکھ سکتا۔ ایک نظم میں کچھ جذبات کی جھلک پیدا ہو گئی ہے اس لئے نذرِ ناظرین ہے۔

# مسجدِ نبویؐ

خدا کی شان کہ میں اور مسجدِ نبوی　عجیب رتبہ ہے اس کا عجیب بوالعجبی
نماز پڑھتے تھے اس میں رسولِ ربِّ انام　یہاں نزول ہے رحمت کا ہر سحر ہر شام
اسی میں ٹاٹ کی تھی جا نمازِ مولا کی　اسی میں بیٹھ کے قسمت پلٹ دی دنیا کی
یہیں سے ہوتے تھے فرمانِ خسروی جاری　اسی کا قیصر و کسریٰ پہ رعب تھا طاری
یہاں پیامِ شہنشاہِ عز و جل آئے　یہاں ملک بھی اگر آئے سر کے بل آئے
یہاں کی راہ ہے مشہور خلد کی کیاری　یہاں اذانِ بلالیؓ تھی صورِ بیداری
یہاں سے دین کا پرچم جہاں میں لہرایا　یہاں سے عظمتِ اسلام کو ہے پھیلایا
یہاں کی خاک کو حق نے شرف وہ بخشا ہے　جو ذرہ ہے وہی ہم رتبۂ مسیحا ہے
جواب اس کا بھلا کیا زمیں پہ ہوگا کہیں　یہی ہے نور کا فرش اور یہی ہے عرشِ زمیں
اسی زمین پہ رہتی ہے رحمتِ یزداں　یہی زمین کا دل ہے یہی زمین کی جاں

باوجود حکومت کی سختیوں اور آٹھ نو گنیاں وصول کرنے کے دیوانگانِ محمدؐ کی بھیڑ لگی رہتی ہے، شمعِ رسالت کے پروانے اقطاعِ عالم سے اُڑ اُڑ کر پہونچ گئے ہیں، مدینہ کی تنگ گلیوں میں ہر وقت چہل پہل ہے۔

# مدینہ کی گلیاں

مری رہنما ہیں مدینہ کی گلیاں　رہِ کبریا ہیں مدینہ کی گلیاں
برستے ہیں ہر وقت رحمت کے بادل　خدا جانے کیا ہیں مدینہ کی گلیاں
جو بیمار آیا شفا پا کے لوٹا　وہ دار الشفا ہیں مدینہ کی گلیاں
نکلنے کو ان سے نہیں چاہتا دل　کہ جنت فضا ہیں مدینہ کی گلیاں
حقیقت کے جلوے نبوت کی شانیں　بڑی حق نما ہیں مدینہ کی گلیاں

جو ہو بات ان میں کہاں خلد میں ہے — نرالی ادا ہیں مدینہ کی گلیاں
جو ان تنگ راہوں سے گذرے وہ دیکھو — کہ راہِ خدا ہیں مدینہ کی گلیاں
یہیں سے ملی ہیں حقیقت کی راہیں — خدا کا پتہ ہیں مدینہ کی گلیاں
جو کرنا ہے تم کو طلب ان میں کر لو — کہ حاجت روا ہیں مدینہ کی گلیاں
ضیا پاش ہر وقت ہے نورِ وحدت — وہ ماہِ لقا ہیں مدینہ کی گلیاں
انھیں تنگیوں میں ہے رحمت کی وسعت — کہ عرش آشنا ہیں مدینہ کی گلیاں

وفا جی نہیں چاہتا چھوڑنے کو
بڑی دلرُبا ہیں مدینہ کی گلیاں

آج عصر کے بعد جنت البقیع میں حاضری ہوئی، حکومتِ سعودیہ کی بربریت کا روح فرسا منظر نظر کے سامنے تھا۔ تیرہ سو برس کے آرام کرنیوالوں کی ہڈیاں کُدالوں اور پھاوڑوں سے کھود کر پھینکدی گئی تھیں، جامع القرآن، سیدۃ النساء راکب دوشِ رسول۔ اہلبیت اطہار۔ ازواج مطہرات کے ساتھ یہ سلوک! کسی ظالم سے ظالم حکومت کی بھی یہ بربریت نہیں ہوسکتی کہ ستر کرور مسلمانوں کے پیشوایانِ دین کی ہڈیوں اور اسلام کی ایسی عظیم الشان تاریخی یادگار کو اس طرح کھود کر پھینکدے اور عامۃ المسلمین کے جذبات کا مطلق خیال نہ کرے۔ خدا کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں! افسوس کہ اُن حضرات کی جنھوں نے باغِ اسلام کو اپنے خون سے سینچا، جن کی عظمت و بزرگی کے طفیل آج عیش اڑائے جا رہے ہیں۔ آہ! یہ قدر! محسن کشی اسی کا نام ہے۔ میں نہ قبر پرست ہوں نہ قبہ پرست لیکن سینہ میں دل اور دل میں جذبۂ اسلام ہے اس لئے اس فعل کو کسی طرح مستحسن نہیں کہہ سکتا۔ نجدی مذہب و قانون میں بھی کوئی دفعہ ایسی نہیں جس میں تیرہ سو برس کی قبروں کو کھود کر پھینک دینا جائز ہو،

کتاب اللہ اور سنتِ رسول کے عاملوں کی نظر سے غالباً یہ حدیث نہیں گذری

کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیاً (مردے کی ہڈیوں کو توڑنا اور اسکو تکلیف پہونچانا مثل زندہ کی ہڈیوں کے ہے)

مجھ ایسے تہی دامن اور بے دست و پا کے پاس صرف ایک آہ کا تیر تھا جو کسی ملحد و سفاک کے سینے کو توڑنے کیلئے چھپا رکھا تھا آج بے اختیاری کی عالم میں چھوٹ گیا کمزور کا تیر ہے رفتار سست دیکھئے کب تک نشانہ پر پہونچکر اپنا کام کرے۔ امید تو یہ ہے کہ جس طرح مری ہوئی کھال کی آہ سے لوہا پگھل جاتا ہے اسی طرح مجبور کی آہ کا تیر بھی خالی نہ جائیگا۔

خدا بھلا کرے نظام حیدرآباد دکن کا کہ اُن کی فرمائش اور زور دینے پر بعض قبروں کے نشان بنوا دئے گئے ہیں ورنہ یہ بھی پتہ نہ چلتا کہ کون کہاں آرام فرما ہے۔ فرداً فرداً ہر ایک کی خدمت میں سلام و دعا پیش کرکے یہ نظم پڑھی

## جنت البقیع

اے جنت البقیع تو وہ سرزمین ہے — مقبول بارگاہ جہاں ہر مکین ہے
توقیر باغِ خلد ہے حسنِ حسین ہے — آغوشِ پاک میں تری مدفون دین ہے
ذروں سے تیری نورِ حقیقت ہے آشکار — کحل البصر نظر کے لئے ہے ترا غبار

---

کس کس کی جلوہ گاہ ہے کس کس کا ہے مکان — تاریخ کو خبر ہے کہ مفقود ہیں نشان
بتلا اگر خبر ہے تجھے کون ہیں کہاں — کس کس جگہ ہیں دفن یہاں دیں کے پاسباں
حاضر ہوا ہوں دور سے میں بہرِ فاتحہ — پڑھنا پڑا پہونچ کے یہاں تیرا مرثیہ

---

اب ہے نہ وہ بقیع نہ بقا اور نہ وہ دوام — تیرے وجودِ صبح کی یوں ہو چکی ہے شام
دیوار و در ہیں تیری نہ باقی کہیں پہ بام — تجھ کو شہید گاہ کے کہنے میں کیا کلام
بھر لائیں اشک دیکھ کے سلطانِ کربلا — ہر گوشہ آہ تیرا ہے دامانِ کربلا

---

مسماریت عروج کی ملت کا ہے زوال — لہرائیگا زمیں پہ کہاں پرچمِ ہلال
ہو شارعانِ راہِ حقیقت کا جب یہ حال — باقی رہا بقیعِ معلےٰ کا کیا سوال

بلبل ہے آج ختم تو کل آشیاں بھی ختم پھر باغِ دیں بھی ختم ہے دارالاماں بھی ختم

بادیدۂ نم واپسی ہوئی دن بھر آنکھوں سے آنسو جاری رہے۔ دوسرے روز یتیم خانے میں گیا بچوں کو کام کرتے ہوئے دیکھ کر خوشی ہوئی باب مجیدی کے بالکل قریب ہے۔ یہاں ہر قسم کی صنعت سکھائی جاتی ہے۔ مکہ مکرمہ کا یتیم خانہ صرف حکومت کا گورکھ دھندہ ہے اور یہ ہندوستان کے ایک مخیّر سیٹھ کا قائم کردہ ہے۔

آج جمعہ ہے بہت جلد مسجد نبوی میں پہونچ گیا لیکن "روضہ" میں جگہ نہ ملی شمع رسالت کے پروانوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، محراب عثمان کے سامنے نماز پڑھی۔ اللہ اللہ مسجد نبوی کا جمعہ جس کی قسمت میں ہو اسی کو میسّر آتا ہے۔ بعد نماز صلوٰۃ وسلام کا منظر وجدانی کیفیت طاری کرکے دنیا و مافیہا سے بےخبر کردیتا ہے۔ ادب واحترام سے ہاتھ باندھے ہوئے اشکوں کے ہار حضور کو پیش کررہا تھا۔ نگاہِ کرم کا ملتجی، شفاعت کا متمنّی، رحمت کا بھکاری، امت کی حالت درست ہونے کی بھیک مانگ رہا تھا۔

آج جن حضرات کو آٹھ دن آئے ہوچکے وہ رخصتی سلام عرض کررہے ہیں، بارش بند ہوکر دھوپ نکل آئی ہے خرید و فروخت کا بازار گرم ہے۔ فقرا و مساکین کو خیرات تقسیم ہو رہی ہے۔

اپنے معزز میزبان کے صاحبزادے اور اپنے جوان وصالح دوست شیخ احمد کو ساتھ لیکر شہر سے باہر نکل گیا، جنت البقیع کے قریب اینٹوں کے ڈھیر اور شہر کے کوڑے کرکٹ کا انبار دیکھ کر کلیجہ پھٹ گیا۔ باغات کی طرف چلدئے آہ! کیا دیکھا کاش کہ نہ دیکھتا! ہزارہا مکان موجود مگر مکین ندارد، معلوم ہوا کہ محمد کے دیوانے، عقائد کے پختہ، ارادوں کے مضبوط حضرات نقل سکونت پر مجبور ہوئے، دنیا کے ٹھکرائے ہوؤں کا ایک یہی ٹھکانا تھا مگر افسوس کہ حکومت سعودی کے ظلم سے تنگ آکر یہاں کے باشندے خود ہجرت کرنے پر

مجبور ہو گئے، مدینہ کے لوگ ہیں سنتِ رسول ادا کی ہے، آقائے دو عالم بھی تو کفارِ مکہ کے ظلم سے تنگ آ کر مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تھے، بعض بعض کھنڈروں اور ٹوٹے پھوٹے مکانوں میں ضعیف العمر عورتیں، پڑی ہوئی ملیں جن کا کوئی محافظ ہے نہ نگراں کچھ بچے اور مرد بھی دیکھے جوان کھنڈروں کو جائے پناہ سمجھے ہوئے ہیں - ان کی شکستہ حالی دیکھ کر دل لرز اٹھا، جو کچھ جیب میں تھا تھوڑا تھوڑا سب کی نذر کیا -

مدینہ منورہ کی جتنی آبادی فصیل کے اندر ہے اس سے زیادہ شہر کے باہر چاروں طرف مکانات ہیں مگر اب تمام ویران پڑے ہیں - ارادہ کر لیا ہے کہ روزانہ ادھر گشت کروں گا - محلّوں محلّوں چل پھر کر شریف اور بھوکی خواتین کی خدمت کروں گا - حرم میں قیمتی عبا پہن کر مخیّر حضرات سے وصول کرنیوالے بہت ہیں مگر ان مجبوروں تک اللہ کے بندے بہت کم پہونچتے ہیں، میں مدینہ طیّبہ کے کسی سائل کو منع کرنا خلافِ ادب و سنت سمجھتا ہوں اور بحمد اللہ اس کا عامل ہوں سبلیے چنوں اور نیچے کرتوں والوں سے محلّوں میں ٹوٹے پھوٹے مکانوں کے اندر شرافت و عزت سے زندگی بسر کرنیوالوں کی خدمتِ اولیٰ ہے - میرا دل اس وقت بھرا ہوا ہے اگر خدا مجھے اس سے زیادہ ان کی خدمت کی توفیق دیتا تو میں سب کچھ خوشی کے ساتھ ان مستحقوں کی نذر کرتا -

آج صبح کی نماز پڑھ کر مسجد قبا میں حاضر ہوئے اور فرمانِ نبوی کے مطابق ایک عمرے کا ثواب حاصل کیا - وہ مقام دیکھا جہاں مدینہ منورہ میں رونق افروز ہونے کے بعد حضور کا اونٹ بیٹھا تھا - قریب ہی وہ کنواں دیکھا جس میں مہرِ نبوت (حضور کی انگوٹھی) گر گئی تھی - مساجد خمسہ میں پہونچکر نمازیں پڑھیں - مسجد قبلتین میں حاضری دی - جہاں عین حالتِ نماز میں محبوبِ خدا پر وحی نازل ہوئی اور قبلہ کی تبدیلی کا حکم ملا - خانۂ کعبہ یہاں سے جنوب میں اور بیت المقدس شمال میں ہے - یہاں سے جبلِ احد دیکھنے گئے - سیدنا حضرتِ حمزہؓ اور سیدنا عقیلؓ

کے مزارات پر فاتحہ پڑھی۔ شہدائے احد کی روحوں کو آیاتِ قرآنی کی تلاوت کا ثواب پہونچایا۔ پہاڑ پر چڑھ کر وہ غار دیکھا جس میں دندانِ مبارک شہید ہونے کے بعد حضورؐ نے آرام فرمایا تھا۔ ظہر کی نماز سے قبل مکان واپس آ گئے۔

۷ مارچ دوشنبہ۔ علی گڑھ سے آنیوالے تمام حضرات آج واپس ہو گئے۔ خدا مع الخیر وطن پہونچائے۔ مدینہ کا بازار ہر قسم کی سبزی اور کھجوروں سے پٹا ہوا ہے۔ یہاں سے بہتر دُنبہ کا گوشت کہیں نہیں کھایا۔ یہاں کے پانی کی تعریف نہیں کیجا سکتی، سرد، شیریں، ہلکا اور ہاضم ہے۔ مولی نہایت عمدہ پتلی اور میٹھی ہوتی ہے۔ دیارِ حبیب کی ہر چیز محبوب و مرغوب ہے۔ حسبِ معمول باغات کی طرف نکل گیا۔ کھجوروں پر پھول آ رہا ہے۔ مسجد بنو ظفر جس کا نام بغلہ بھی ہے کھنڈرات کی شکل میں دیکھ کر افسوس ہوا اور بھی کئی مسجدیں پتھر اور چونے کی ڈھیر میں تبدیل دیکھیں۔

# کالی کملیا

مالکِ جنت ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم
رحمتِ عالم شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم

فخرِ رسل ہیں ہادیٔ کل ہیں داعیٔ حق ہیں شانِ حق ہیں
دونوں جہاں سے بہتر و برتر صلی اللہ علیہ وسلم

سایۂ رحمت نام ہے جس کا حسنِ دو عالم اُسپہ تصدق
کالی کملیا نور کی چادر صلی اللہ علیہ وسلم

موسم شبِ معراج تھی آئی سرورِ عالم سیرِ جہاں کو
فوج ملک تھی ساتھ میں در بر صلی اللہ علیہ وسلم

شافعِ عصیاں اپنا نبی ہے اسکو کرم کی آس لگی ہے
ہمکو نہیں ہے حشر کا کچھ ڈر صلی اللہ علیہ وسلم

مست ہیں ابتک بوئے نبی سے کعبہ کی گلیاں کوچۂ طیبہ کی گلیاں
راستے ہیں خوشبو سے معطر صلی اللہ علیہ وسلم

شمع ہدیٰ ہیں رشکِ قمر ہیں فخرِ جہاں ہیں نورِ خدا ہیں
کون و مکاں ہیں جن سے منور صلی اللہ علیہ وسلم

ایسے دلاور ایسے بہادر قیصر و کسریٰ نام سے لرزے
ٹھاٹ جو دیکھو ٹاٹ کا بستر صلی اللہ علیہ وسلم

فاتحِ عالم آج وفا ہے خلقِ نبی ایثارِ محمد
جن و بشر ہیں جن سے مسخر صلی اللہ علیہ وسلم

۸ رمارچ ۱۹۷۸ء صبح کو تاروں کی جھلملاہٹ میں گنبدِ خضریٰ پر حاضری ہوئی، تجلیاتِ الٰہی کی بارش، انوارِ رحمت کی بھرن، مقصدِ حیات مل گیا، دل کی کلیاں کھل گئیں، بھینی بھینی خوشبو کہ جسم معطر و منور ہوگیا، میں اب میں نہیں ہوں خدا معلوم کیا ہوگیا ہوں، معصیت کے دہتے گناہوں کی گٹھریاں، جو کچھ زندگی کی پونجی تھی وہ مدینہ کے سیٹھ کو رحمت کے مول بیچ دی آج سودا ہوگیا۔ جدھر نگاہ اٹھ جاتی ہے تبسمِ معصومیت نظر آرہا ہے۔ خود کو دیکھتا ہوں "کیا تھا کیا ہوگیا" حالت ہی کچھ اور ہے۔

توقع سے ترے فضل و کرم کو بیشتر پایا مجھے شرم آگئی جب اپنا دامن مختصر دیکھا

اللہ اللہ چشمِ رحمت کی کارفرمائیاں بس ایک ہی جلوے میں بیڑا پار کردیا۔ آج جالی کے قریب نجدی سپاہی کا پہرہ ہے دیوانگانِ محبت کیساتھ سختی کا برتاؤ ہورہا ہے۔ جالی پکڑنے پر ایک مصری بچہ کو سپاہی نے دھکا دیا پچاس سے زیادہ مصری عورتیں اس سے لپٹ گئیں سپاہی کا گلا پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا۔ معاملہ رفع دفع ہوگیا ورنہ جھگڑا بڑھنے کا احتمال تھا۔ دنیا میں قوت بڑی چیز ہے، سعودی حکومت مصریوں سے دبتی ہے اگر مصری بچہ کی جگہ ہندوستان کا نوجوان بھی ہوتا تو پٹ کٹ کر دامن جھاڑ لیتا، اور ایسا ہی ہوتا ہے، یہ اکڑیں تو کس کے بل بوتے پر، مصریوں کی تو بادشاہت ہے۔ ہندوستانی غلام در غلام ہیں ان کی پرواہ کون کرے۔

ایک میمن صاحب نے مسافرخانۂ میمن میں محفلِ میلاد کا اہتمام کیا تھا مجھے بھی بلوایا، سب کے بل حاضری دی۔ عربی لہجہ میں قصائد، نعت، حمد کا مزہ حقیقی طور پر آج نصیب ہوا۔ فارسی اردو کی بھی نظمیں پڑھی گئیں۔ جو حضرات محفلِ میلاد میں شریک تھے صبح کو ان سب کے یہاں کھانا بھی بھجوایا گیا جو پانچسو سے زائد ہی ہوں گے۔

سچ ہے خدا جن کو دیتا ہے وہ اللہ کے راستہ میں لٹا کر دو دو دنیا سر در آخرت حاصل کرتے ہیں۔ جنت کی کیاری میں نماز کے علاوہ ہر وقت قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے۔ شیخ الروضہ بزرگ سیرت و صورت کے انسان ہیں، کلامِ پاک لینے دینے کا انتظام ان کے اور ان کی نائب کے سپرد ہے۔ عشاء کی نماز سے ایک گھنٹہ کے بعد حرم نبویؐ کے پانچوں دروازہ بند ہوجاتے ہیں۔ رات کو حضوری میں حاضری کی کسی کو اجازت نہیں۔ رات کے وقت روضۂ منور کی

جالیوں کے اندر جو موم بتیاں روشن ہوا کرتی تھیں وہ اب نہیں جلائی جاتیں۔ اس ظاہری روشنی کو بند کرنیوالے شاید یہ نہیں جانتے کہ یہاں ہمہ وقت نوری شمعیں روشن رہتی ہیں، مگر "دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے" افسوس کہ جس جگہ زور سے بولنا بھی بے ادبی میں داخل ہو وہاں نجدی سپاہی ہنسی مذاق کرتے ہیں اور بید ہلا ہلا کر چیخ چیخ کر عاشقانِ رسول کو دھکے دیتے ہیں، پولیس بھی فقیروں کی طرح بعض اوقات ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگنے پر مجبور ہے، چھ مہینہ سے تنخواہ ایک پیسہ نہیں ملی،

الحمدللہ کہ دوسرا جمعہ بھی مسجد نبوی میں پڑھا۔ ہزاروں چلے گئے مگر مجمع میں کمی نہیں، ایک بزرگ روزانہ کہیں نہ کہیں دو گلاب کے پھول دے جاتے ہیں میں فخر کے ساتھ لیتا ہوں درود پڑھ کر آنکھوں سے لگاتا ہوں سر پر رکھتا ہوں اور دوستوں کے لئے جمع کرتا جاتا ہوں جو خدمت ہو سکتی ہے ان بزرگ کی کر دیتا ہوں، سبحان اللہ مدینہ کا گلاب جنت کے پھولوں سے افضل۔ ایسے پھول اس سے پہلے کہیں دیکھے نہ سنے، پہلی مہک میں دماغ تر و تازہ ہو جاتا ہے۔ وہ مکان جہاں مدینہ منورہ میں سب سے پہلے حضورؐ نے قیام فرمایا۔ وہ مکان جہاں امیرالمومنین جامع القرآن سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کیا گیا۔ وہ مکان جہاں حضرت عمر فاروقؓ رہا کرتے دیکھا۔ آج محرم کی دسویں ہے غربا و مساکین کو خیرات تقسیم ہو رہی ہے۔ جنت البقیع میں فاتحہ پڑھی جا رہی ہے قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب پہونچایا جا رہا ہے۔

۷۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ۔ مولا کے دربار میں غلاموں کا ہجوم ہے۔ کالے اور گورے امیر اور غریب سب اسی در کے بھکاری ہیں سخی کے دربار میں منگتاؤں کی بھیڑ لگی ہے کملی اوڑھنے والے آقا نے غیروں کے دامن بھر دیئے ہیں تو امتِ مرحومہ تہی دامن کیوں رہیگی۔ آج ذرا موقع مل گیا تھا، جالی کے قریب پہونچکر عرض کیا مولا ہند سے چل کر آیا ہوں، بارِ عصیاں سے لدا ہوں، لبوں پر آپ کا وظیفہ ہے۔ اشکِ ندامت اور اعترافِ جرم کے سوا میرے پاس کچھ نہیں، آپ بھی کریم ہیں اللہ بھی کریم ہے عفو کی التجا کر رہا ہوں سرکارؐ آپ کی امتِ مرحومہ انحطاط و انتشار میں مبتلا ہے۔ گلشنِ اسلام میں خزاں کا دور دورہ ہے بہار رخصت

ہو چکی۔ مغربیت کا بھوت سروں پر سوار ہے۔ مسلمان کا کہیں دنیا میں اعتبار و وقار باقی نہیں رہا۔ قرآن سے دوری ہوتی جاتی ہے، نشۂ باطل پرستی میں چور ہیں، آتشِ نفاق نے بھڑک کر خرمنِ اتحاد کو خاکستر کر دیا ہے۔ شجرِ اسلام کی شاخیں جُدا جُدا ہو گئی ہیں، کشتیٔ دینِ خدا بھنور میں ہے مولا ناخدائی کی ضرورت ہے آقا، اب تو نگاہِ کرم فرما کر بیڑا پار لگا دیجئے۔ ڈوبتی ہوئی ناؤ منجدھار سے پار ہو، آپ کی اُمت ساحلِ مقصود پر پہونچے، پہلا سا عروج و کمال نصیب ہو۔ خلافتِ راشدہ کی سی شان و جلال۔ شوکت و عظمت عطا ہو۔ عزم و یقین میں پختگی پیدا ہو۔ صداقت و اخوت، خلوص و مساوات سے دل لبریز ہوں۔ قوتِ حسنِ عمل واپس آجائے۔ دین و دنیا کی دولت ہمارے ساتھ میں ہو، جذبۂ وحدتِ ملیہ کے ساتھ مشرق و مغرب میں اسلامی پرچم لہرائے۔ آمین

$\frac{13}{14}$ رفروری ۱۹۶۰ء۔ آج ہمارے پڑوسی بنگلور کے ایک سیٹھ محمد حسین صاحب نے جو حاجی عبداللہ حاجی ابوبکر کمپنی کے مالک ہیں اور بہت ہی خلیق و ملنسار ہیں ہماری دعوت کی، کل واپس جا رہے ہیں، بنگلور آنے کی دعوت دی ہے، علی گڑھ پہونچنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بازار سے خرید شروع کر دی ہے، ہیشہ ورحضرات کی کوئی نہ کوئی چیز ضرور خرید رہا ہوں، ایک ترک صاحب نے گھڑیوں کی مرمت کرنے کیلئے دوکان کھول رکھی ہے یہاں سے جانے کو اُن کا جی نہیں چاہتا۔ کپڑے پر طغریٰ نویسی بھی کرتے ہیں، دو کتبے مجھے بھی دیئے ہیں، عورتوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی ٹوپیاں۔ بدوؤں کے ہاتھ کی بٹی ہوئی اونٹ کے بالوں کی رسیاں خریدیں

۱۵رفروری ہندوستان ظلمت نشان کی ڈاک آئی، حالات معلوم ہوئے، اعزہ و احباب کے خطوط ملے، سب نظر میں ہیں، سب کیلئے دعائیں مانگ رہا ہوں، وفا کی فطرت میں بیوفائی نہیں۔ آج ایک کتاب "مراۃ الحرمین مولفہ ابراہیم رفعت پاشا امیر الحج مطبوعہ مصر ۱۹۲۵ء دو جلدوں میں دیکھ رہا ہوں، پانچ گنی قیمت ہے۔ اُس زمانہ میں حجاز مقدس کے مفصل حالات مقدس مقامات کے فوٹو موجود ہیں دیکھ دیکھ کر آنسو بہا رہا ہوں، کیسے کیسے عظیم الشان مقامات کو غارت و برباد کیا گیا ہے۔ حرم محترم اور روضۃ الرسول کے کروروں روپیہ کے جواہرات کو خورد بُرد کیا گیا ہے۔ آج شیخ صاحب

ایک دوست کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تجہیز و تکفین میں شرکت کی۔ یہاں کے دفن و کفن کا طریقہ دیکھا۔ میت نکال کر مکان کے سامنے رکھتے ہیں۔ کفن پر ڈالنے کی چادر جو وقف ہوتی ہے۔ قبرستان تک میت کے اوپر ڈالی جاتی ہے ڈالی گئی، فاتحہ پڑھی گئی، حرم شریف میں لیجا کر نماز جنازہ ہوئی اور وہاں سے جنت البقیع میں پہونچے۔ قبر بغلی کھودی جاتی ہے اوپر سے گول گڑھا ہوتا ہے۔ میت کو سر کے بل اُتارا جاتا ہے۔ اور بغلی حصہ میں رکھ کر برابر کچی اینٹیں چُن دی جاتی ہیں۔ اُس گڑھے میں مٹی بھر دی جاتی ہے، جب قبر تیار ہو جاتی ہے تو سب لوگ فاتحہ پڑھ کر جنت البقیع سے باہر آتے ہیں وہاں مرنے والے کے قریبی اعزہ و احباب ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور تمام شرکائے میت اُن کے سینوں پر ہاتھ رکھ کر صبر کی تلقین کرتے ہیں، اسی طرح مکان پر پہونچ کر کیا جاتا ہے۔ رات کو قرآن خوانی ہوتی ہے۔ قہوہ کا دور چلتا رہتا ہے۔ تیسرے روز غربا کو کھانا کھلایا جاتا ہے قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے۔

۱۷ مارچ - آج اپنے دوست احمد کو لیکر نواحِ مدینہ کی سیر کو چلے، دو خچروں پر سوار ہوئے۔ دور تک دیہاتی زندگی کے نظارے دیکھتے ہوئے نکل گئے۔ مفلوک الحالی فقر عام ہے، لیکن جوہرِ شرافت اور اخلاق میں کمی نہیں۔ مہمان نوازی مدینہ والوں کی فطرت ہے۔ کئی جگہ چائے پی، ایک جگہ باغ میں ایسی چائے پی کہ عمر بھر یاد رہیگی خدا معلوم مدینہ کی گھاس کی دو پتیوں کو چائے میں ڈالتے ہی کیسی لذت پیدا ہو گئی تھی کہ جس سے اب تک لب بھی آشنا نہ تھے، مالکِ باغ کا اثاث البیت دیکھا، ایک کچی دیواروں کی کٹیا، چٹائی کا فرش۔ پرانے مگر صاف گدّوں پر تکیئے۔ ایک طرف جا نماز۔ اوپر تختہ پر کلام پاک برابر ہی چائے کی پیالیاں۔ ایک چھوٹا سا صندوق۔ چلتے وقت دو گلاب کے پھول اور دو ہی پتیاں بطور یادگار محبت پیش کیں شکریہ کے ساتھ لیکر چلدیئے اور ظہر کے وقت مدینہ منورہ کا طواف کرتے ہوئے گھر پہونچ گئے۔

ہم نے مکہ مکرمہ میں آٹھ گنی کی جگہ نو گنی کرایہ آمد و رفت مکہ مدینہ داخل کیا تھا۔ وہاں سے بیس یوم ٹھہرنے کی باقاعدہ تحریری اجازت مل گئی تھی۔ مگر جس طرح اونٹ کی کوئی

کل سیدھی نہیں اسی طرح حجازی حکومت کا بھی قول وفعل ٹھیک نہیں! زبان سے کچھ کہتے ہیں، تحریر میں کچھ لکھتے ہیں، مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔ ہم کو بتایا تھا کہ آٹھ روز کے علاوہ بیس روز اور ٹھہر سکتے ہو۔ روپیہ لیتے وقت تحریر میں صرف بیس روز ٹھہرنا لکھا یہاں پہونچکر آج حکم ملا کہ پرسوں سنیچر کو مدینہ چھوڑنا پڑے گا۔ اس حکم سے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔ آنے اور جانے کا دن بھی بیس دن میں شامل کر لیا گیا۔ حکم حاکم مرگِ مفاجات مجبوراً جانا پڑے گا۔ اس سنیچر کے بعد ایک ہفتہ تک کوئی لاری پھر جدہ کو نہیں جائیگی اللہ کو اسی طرح منظور تھا۔ مولا کی یہی منشاء ہوگی۔ ممکن ہو اسی میں کچھ بہتری ہو۔

۱۸ر مارچ — روانگی کی اطلاع سے دل کو بیچینی پیدا ہوگئی ہے۔ رات کو نیند تک نہیں آئی، کمرہ میں بیٹھا ہوا سبز گنبد کو تکتا رہا آنکھوں سے جھڑیاں رواں تھیں آج مدینہ منورہ میں تیسرا اور آخری جمعہ پڑھا۔ بعد نماز صلوٰۃ وسلام گریہ وزاری سے ادا ہوئے۔ رخصتی میں بس یہ انتظار ہے کہ دیکھیئے "درِ مولا درِ محبوب سے کیا ملتا ہے" عرض کیا سرکار! آج کی رات اور ہے، جانے کے تصور سے دل لرز رہا ہے۔ مجبوراً جارہا ہوں، ملازمت کیا اگر سلطنت بھی ہوتی تو اس پر لات مار کر جاروب کشیٔ روضۂ اطہر پر فخر کرتا مگر خدا کے حکم اور آپ کے فرمان سے معذوری ہے۔ ضعیف العمر والدین کی خدمت، بچوں کی پرورش کا بار میرے ذمہ ہے مولا آخری رات ہے، نگاہِ کرم ہوجائے۔

## مدینہ سے رخصتی

۱۹ر مارچ

روراہا ہوں، اشکوں سے منہ دھورہا ہوں، مانگ رہا ہوں جو نہ مانگنا چاہیئے تھا یعنی رخصت کی اجازت مولا الوداعی سلام قبول ہو، قلب کی حالت متغیر اور حضور پر روشن ہے۔ ذریعہ تسکین آپ کے پاس ہے دیدیجئے۔ پھر حاضری کی تمنا ہے منظور کرلیجئے۔ سرورِ عالم چشم رحمت سے کچھ اشارہ ہوجائے تو مجھے بقیہ سفر اور آئندہ زندگی اطمینان سے بسر ہونیکا پختہ بھروسہ ہو! اچھا حضور سلام۔ سرکار الوداعی سلام۔ - - - -

# واپسی

درِ مولا درِ محبوب سے غمخوار چلے — چارہ باقی نہ رہا کوئی تو لاچار چلے
دل گرفتہ بھی ہیں اور پاؤں شکستہ بھی ہیں — جس طرح جاتے ہیں سب عشق کے بیمار چلے
یہ خدا کو ہی خبر اس سے ہیں ناواقف ہم — جانے معصوم چلے ہیں کہ گنہگار چلے
اے مدینہ کی دھنی بھول نہ جانا ہم کو — امتِ عاصیٔ مرحوم کے نادار چلے
منگتا آئے تھے داتا کے درِ دولت پر — جنت و کوثر و رحمت کے طلبگار چلے
زندگی ان کی ہے جو ان کا ہو طاعت انکی — نفس امارہ کو اس راہ میں جو مار چلے
دھوم ہو جاتی ہے ساقیٔ ارم سے مل کر — بادۂ حبِ الٰہی کے جو میخوار چلے
روک لے جذبۂ طوفانِ محبت بڑھ کر — مستِ مولا چلے میکش چلے سرشار چلے
زندگی ہجر کی ہو شاقِ شہنشاہِ رسل — ایسے جینے سے تو ہم اصل میں بیزار چلے
اتنی توفیق ہو قائم رہیں ان پر مولا — کر کے جو نیکیاں کا تجھ سے ہم اقرار چلے
ان سے مل جائے رہائی تو ملے لطفِ حیات — رنج و غم آپ پہ ہم کر کے جو اظہار چلے
زندگی بھر یہ غلامی پہ رہیں گے نازاں — حرمِ پاک کے طیبہ کے نمکخوار چلے

ہند میں رہ کے نہ پھر چین میسر ہوگا
یہیں بس جاتے وفاؔ آپ تو بیکار چلے

مڑ مڑ کر سبز گنبد پر نظر ڈال رہا تھا، بار بار آنسو پونچھ رہا تھا۔ بادلِ ناخواستہ رخصت ہوا۔ بابِ عنبری پر عربی ٹائم سے گیارہ بجے شیخ علی کابلی اور ان کے صاحبزادے احمد کابلی سے گلے مل کر رخصت ہوئے، موٹر لاری میں بیٹھے، ہوش باقی نہ تھا۔ تمام بدن میں لرزہ، جب تک مدینہ کی آبادی اور سبز گنبد نظر آتا رہا مڑ مڑ کر دیکھتا رہا جب اضطرابِ قلب بہت ہی سوا ہو جاتا اور قدرے ہوش ہوتا تو درود شریف کی کثرت کرتا اس سے کچھ تسکینِ خاطر میسر ہو جاتی۔

حکومتِ سعودیہ میں بے قاعدہ لوٹ مار بند ہو کر باقاعدہ شرفا کی جیبوں پر ڈاکہ

ڈالنا شروع ہوگیا ہے۔ لاری والے نے اٹھارہ سواریاں پوری کرلیں۔ کھجوروں کی پیٹیوں پر چار چار ریال کرایہ وصول کرکے پچاس روپیہ جیب میں الگ ڈالی پھر بھی جیب خالی رہی تو دس دس پندرہ پندرہ ریال میں پانچ مسافر راستہ میں اور بٹھائے مسافر اس طرح لاری میں ٹھنسے ہوئے تھے جیسے اناج کی بوریاں ہلنے کے نہ جُلنے کے، راستہ ریگستانی۔ سڑک کا پتہ نہیں حجاج سے ہر سال سڑک کیلئے (اصلاح الطریق کے نام سے) چندہ وصول ہوتا ہے مگر ایک قدم بھی نہیں بنی کاش کہ حکومت حجاج کے وصول کئے ہوئے روپیہ سے سڑک کی جگہ اونچے اونچے فرلانگ کے نشانات ہی لگوادے جس سے مسافر تو نہ بھٹکیں۔ ہوا کے طوفان سے ریت نے اُڑکر لاری کو گھیر لیا، راستہ کا نشان مفقود ہوگیا، ڈرائیور راستہ بھول کر ادھر طرف چل دیا۔ ایک جگہ بدوی عورت بکریاں چرا رہی تھی اس نے راستہ بتایا، اسی طرح راہِ وفا میں دھکے کھاتے ہوئے شام کو جدّہ پہونچے۔ سید لال شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی حکیم سہسوانی صاحب کے متعلق دیر تک گفتگو رہی اُن سے معلوم ہوا کہ روانگی کے وقت وزیر مالیات نے کچھ تحالف دے کر اشک شوئی کردی ہے تاکہ ہندوستان جاکر داویلا نہ کریں۔ اس کے بعد میں نے موٹر لاری والوں کی بے ضابطگیوں کا ذکر کیا اُنھوں نے تمام باتیں نوٹ کرکے اصلاح کرانے کا وعدہ کیا ہے چا، پی کر وہاں سے واپس ہوئے جہازوں میں کیپٹن تھا مغل لائن سے چالیس روپیہ میں بمبئی کا ٹکٹ لیا جمعہ کو جہاز روانہ ہوگا عباس صاحب کو مکہ معظمہ تار دیدیا تھا وہ جدہ آگئے، مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی بھی اسی جہاز سے جارہے ہیں، ہمارے پورے سفر کے شریک سید محمد حسین صاحب جو مکہ سے مدینہ تک اونٹ پر جانے کی وجہ سے علیحدہ ہوگئے تھے آج جدّہ پہونچ گئے اور اُن کو بھی کراچی تک کا ٹکٹ دلادیا گیا، جدّہ کا بندرگاہ بہت غلیظ ہے۔ مچھر اور پسوؤں کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔ تین چار روز کا قیام سخت مشکل ہوگیا، خدا خدا کرکے جمعہ آیا ہمارے معلم صاحب نے موٹر لانچ میں معہ سامان کے ہم کو جہاز تک پہونچا دیا۔ رضوانی

جس میں ہم سوار ہوئے ہیں ۵۰۰۰۳ ٹن وزنی ہے۔ جدہ سے کراچی ۲،۱۲ میل اور کراچی سے بمبئی ۵۰۰ میل ہے۔

۲۵ مارچ ۱۹۵۳ء۔ بحمداللہ کہ جہاز میں پہلے آجانے کی وجہ سے کافی جگہ مل گئی ہے اور ہم نہایت آرام کیساتھ اسباب کا قلعہ بناکر بارہ تیرہ روز کے لئے مقیم ہو گئے۔ جہاز میں عبدالرحمٰن صاحب رڑکی والے معہ اپنی ہمشیرہ کے ہمارے ساتھ ہیں۔ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی ایڈیٹر النجم، مولانا عبدالخالق صاحب معلم دیوبند اور مولانا زاہد القادری صاحب کی وجہ سے خاصہ لطف حاصل ہے۔ ملک دین محمد صاحب تاجر کتب لاہور سے ملاقات ہوئی حالاتِ سفر سننے کے بعد خواہش کی کہ سفرنامہ اُن کی معرفت شائع ہو لیکن میرا دل مدینہ منورہ کی مفلوک الحالی سے اس قدر متاثر تھا کہ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ سفرنامہ خود شائع کروں گا اور اس کی آمدنی اس مبارک خطے کے یتیموں اور بیواؤں کو بھیجوں گا۔ اس لئے انھیں جواب دیا کہ اس کے متعلق مکان پر جاکر طے کروں گا۔

تمام مسافر کراچی اور بمبئی جارہے ہیں اس لئے راستے کے بندرگاہ پر جہاز نہیں ٹھہرا۔ صبح و شام مناظرِ فطرت کا لطف اٹھاتے ہوئے چلے جارہے ہیں بحمداللہ کسی قسم کی تکلیف نہیں، سندھی اور بخاری حجاج نے اپنی اپنی جگہوں کو غلیظ کر رکھا ہے ہر درجے کے مسافروں کو کھانے کی شکایت ہے۔ ڈاکٹر اور کپتان سے شکایت کی گئی امیر الحجاج نے ہوٹل کے منیجر سے تاکید مزید کی تو پھر کھانا اچھا ملنے لگا۔ بنگلور کے سیٹھ محمد حسین صاحب بھی فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے ہیں محبتِ قلبی کی بنا پر اکثر و بیشتر کھانا بھجواتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی مولانا زاہد القادری صاحب کے ساتھ کھانے کا لطف رہتا ہے۔ غرضیکہ اس مرتبہ بھی بحری سفر بڑے آرام سے گذر رہا ہے۔ روشناس احباب سے مختلف موضوعات پر گفتگو رہتی ہے۔ فرصت کے دن ہیں، اطمینان کی راتیں ہیں۔ ہر قسم کی سہولت اور آسانی ہے، گھر کا عزم ہے مگر ان تمام باتوں کے باوجود ایک رنجِ مفارقت بھی ہے جو حجاز مقدس کی سرزمین چھوٹنے سے ہو رہا ہے، تصور میں، تخیل میں وہی جلوے ہیں وہی کیفیات۔ کانوں میں ابھی تک وہیں کی آوازیں گونج رہی ہیں سرزمینِ حجاز کے

چھوٹنے کا غم آبدیدہ کر رہا ہے، پورے دو مہینہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ کس کس سے ملاقات ہوئی، کیا کیا حالات معلوم ہوئے۔ کہنے کے ہیں نہ سننے کے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ لیکن طبیعت نہیں مانتی اور اس پر مجبور کر رہی ہو کہ حجاز مقدس میں جو کچھ دیکھا ہے وہ مسلمانانِ ہند کی آگاہی کیلئے بے کم وکاست معرضِ تحریر میں لاؤں اس سے مجھے کسی کی دلآزاری منظور نہیں بلکہ میں اس خدمت کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر انجام دے رہا ہوں۔

# مرقع حجاز

عبدالعزیز ابن سعود ملک الحجاز ہیں، حکومت پارلیمنٹری ہے نہ شخصی، اتحادِ ثلاثہ پر گامزن ہے۔

نمبر۱۔ مسٹر فلبی عبداللہ مشیر سیاسی۔ مہدی بے مدیر شرطہ (انچارج پولیس) ۳۔ عبداللہ بن سلیمان وزیر مالیات یہ تینوں حضرات حکومتِ برطانیہ کے منتخب شدہ ہیں مسٹر فلبی شریف حسین کے زمانے سے حجاز میں رہنے اور قدم جمانے کی کوشش کر رہے تھے بالآخر ملک الحجاز کے ہاتھوں پر بظاہر مشرف باسلام ہوئے اور فلبی عبداللہ مشہور ہو کر مشیر سیاست بنے انہیں کی کوششوں سے ۱۷ رمضان ۱۳۵۲ھ ہجری مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء کو معدنیات کا ٹھیکہ ہوا اور معاہدہ پر حکومت کی طرف سے عبداللہ بن سلیمان اور برطانیہ کی جانب سے مسٹر ٹوئشل کے دستخط ہوئے، اسی وقت سے مہد الذہب پر جو جدہ سے دو سو پچاس کیلومیٹر ہے کھدائی شروع ہوئی سونے کی کان نکلی سینکڑوں کی تعداد میں انگریز آباد ہوئے، کام برابر جاری ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل پیرا ہونے والوں کے عہد میں آقائے دو عالمؐ کی وصیت "اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب" پر اس طرح عمل کیا گیا جس کے صلہ میں عہد رمضان ۱۳۵۳ھ کو سفیر برطانیہ کے ہاتھ تمغۂ محبت ووفاداری موصول ہوا اور تمام حجاز میں سرکاری طور پر خوشیاں منائی گئیں ۱۳۵۵ھ میں حکومتِ حجاز کے وزیر خارجہ فواد حمزہ نے کتاب (تاریخ البلاد العربیہ السعودیہ) لکھی جس کے صفحہ ۶۰ پر ملک عبدالعزیز بن سعود کے اولاد

نرینہ کی تعداد پچیس[25] ہے (اللھم زد فزد) نام یہ ہیں۔ الامیر سعود[1]۔ فیصل[2]۔ محمد[3]۔ خالد[4]۔ ناصر[5]۔ سعد[6]۔ فہد[7]۔ منصور[8]۔ عبداللہ[9]۔ بندر[10]۔ سلطان[11]۔ مشعل[12]۔ مساعد[13]۔ متعب[14]۔ عبدالمحسن[15]۔ طلال[16]۔ مشاری[17]۔ عبدالرحمن[18]۔ ترکی[19]۔ بدر[20]۔ نالف[21]۔ فواز[22]۔ نواف[23]۔ ماجد[24]۔ سلمان[25]۔ (معلوم ہوا کہ چار سو سے زاید منکوحہ وغیر منکوحہ بیویاں ہیں جن پر کافی رقم خرچ کی جاتی ہے)

سنہ ۱۳۵۲ھ میں الامیر سعود ولیعہد حجاز مقرر ہوئے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۵ پر موٹر لاریوں کے راستے بحساب کیلو میٹر حسب ذیل ہیں۔
مکہ سے جدہ ۷۵ کیلو میٹر۔ مکہ سے مدینہ ۴۷۵ مکہ سے ینبوع ۴۴۲۔ مکہ سے عرفات ۲۲۔ مکہ سے منیٰ ۷۔ منیٰ سے مزدلفہ ۲۔ مزدلفہ سے عرفات ۱۳ مکہ سے بغداد ۲۰۰۶۔ مدینہ سے ینبوع ۲۵۰۔ (ایک کیلو میٹر کے دو میل انگریزی ہوتے ہیں۔)

مدینہ منورہ جانیوالوں سے آٹھ گنی کرایہ وصول کیا جاتا ہے ایک گنی زائد وصول کرتے پر ۱۲ روز کی اجازت دی جاتی ہے مگر بعض حضرات کو صرف چار روز ٹھہرنے دیا گیا۔ مسجد نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرنیکا موقع نہیں دیا مدینہ منورہ کے رہنے والوں سے تصویر کھنچوا کر انکا پاسپورٹ لینے کے بعد مکہ معظمہ میں آنیکی اجازت دیجاتی ہے۔ اُن مہاجرین کو جو دیارِ حبیب میں آپڑے تھے اخراج کا حکم دیدیا گیا ہے۔ رہنے والوں سے ٹیکس و معاہدہ کی تکمیل کرائی گئی ہے۔ جدہ سے مکہ مکرمہ لاری پر جانیوالوں سے معہ سعودی ٹیکس چوراسی روپیہ کچھ آنہ اور پیدل جانیوالوں سے چونسٹھ روپیہ وصول کئے جاتے ہیں۔ ہر مقام پر رشوت کا بازار گرم ہے۔ سعودی حکومت کی شرع میں قانوناً جہاں دعا مانگنا یا نماز پڑھنا منع ہے وہاں چند قرش رشوت دے کر جائز ہو جاتا ہے۔ بیت اللہ شریف کی داخلی پر بھی تین روپیہ کھلم کھلا رشوت لیجاتی ہے۔ تعلیمی و صنعتی اداروں کا حکومت کی جانب سے کوئی معقول انتظام نہیں، بعض ہندوستانی مہاجرین و مخیر تجار نے تعلیمی و صنعتی مدارس قائم کر رکھے ہیں جہاں خاطر خواہ تعلیم ہوتی ہے حرم محترم میں مساوات اسلام باقی نہیں رہی، ملک الحجاز طواف کیلئے آتے ہیں

تو تمام لوگ باہر نکالدیئے جاتے ہیں۔ اور وہ تلواروں کے سایہ میں طواف کرتے ہیں مسلح فوج ہمراہ ہوتی ہے خاندانِ حکومت کی افراد موٹر میں بیٹھ کر سعی کرتے ہیں۔

نجدیوں نے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں جو مسجدیں ڈھائی ہیں اُن کے نام یہ ہیں۔ مسجد بغلہ۔ مسجد الجن۔ مسجد فاطمہ۔ مسجد حمزہ۔ مسجد الاسفان۔ مسجد الشمس۔ مسجد بوقبیس

حج کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تمام عالمِ اسلام کو مسلمان ایک جگہ اکٹھے ہو کر آپس میں تبادلۂ خیالات کریں مگر حکومت کی طرف سے کوئی ایسا انتظام نہیں۔ گنبدِ خضریٰ میں حدیث نبوی کو چھیل کر پھینکدیا اور جالیوں پر یا محمد کندہ تھا جس میں سے لفظ یا نکال دیا گیا۔ مولد النبیؐ، جنت البقیع، جنت معلیٰ، وغیرہ کو تو اس لئے کھود کر پھینکدیا کہ یہ چیزیں حکومت کی نظر میں خلافِ سنت و توحید تھیں، لیکن مسجدوں میں نماز کے سوا کیا بدعت ہوتی تھی جن کو منہدم کیا گیا۔

ہندوستان کے اکثر مولویوں کو سعودی ٹیکس معاف ہے صرف کرایہ میں حج کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے زبان بند رکھنی پڑتی ہے۔ اور اگر زبان کھولتے بھی ہیں تو آہ کی جگہ واہ اور سبحان اللہ۔

دیہاتی بدوؤں کی عام حالت تباہ ہے۔ ان کی طرف حکومت کی توجہ نہیں، ولیعہد حجاز کے اطوار سے لوگ نالاں ہیں یہ کئی دفعہ انگلستان کی بھی سیر کر آئے ہیں۔

مسجد نبوی کی مرمت کیلئے مصر سے روپیہ آیا ہے۔ گنبدِ خضریٰ پر بھی سبزی کی ضرورت ہے۔ امسال بہت سے حجاج کو دورِ سعودی کا نالاں پایا اگر حکومت کے روپے اور ٹیکسوں میں کمی نہ ہوئی تو حجاج کی تعداد دن بدن کم ہوتی چلی جائیگی۔ ہر سال حج اکبر اور کسی نہ کسی کانفرنس کا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے مگر وقت پر کچھ نہیں ہوتا۔

جس طرح معدنیات کا ٹھیکہ دیدیا گیا ہے اگر اسی طرح دنبوں کی کھالوں اور ہڈیوں کا ٹھیکہ بھی کسی عراقی۔ نجدی، شامی، ایرانی مسلمان تاجر کو دیدیا جایا کرے تو کافی نفع ہو جس سے حجاز کے غریبوں اور لاچاروں کے لئے صنعتی ادارے کھولے جاسکتے ہیں۔ مکہ والوں کے اخلاق سے مدینہ والوں کا اخلاق بہتر ہے۔ مکہ والوں ک

ب ولہجہ سخت۔ مدینہ والوں کا نرم اور شیریں۔ مکہ والے بات بات پر ہندی بطال کہنے کے عادی، مدینہ والے اخی یا شیخ کے خوگر۔ اخوت و مساوات کا نمونہ مدینے میں ہے، نجدیوں کی پہچان یہ ہے کہ اُن کے ہاتھ میں ہر وقت مسواک لٹکتی رہتی ہے جو نماز کی حالت میں بھی دو چار مرتبہ دانتوں پر پھیر لیتے ہیں۔ پولیس کا انتظام معقول ہے دوکانیں رات کو کھلی رہتی ہیں۔ چوریاں قطعی نہیں ہوتیں، ملکی انتظامات ترقی یافتہ ممالک کے مانند ہوتے جا رہے ہیں۔ شفاخانے اچھے ہیں۔ ڈاکخانہ کا انتظام بہت بہتر ہے۔ فقیر محمد ہیڈ پوسٹمین ہوشیار آدمی اور ہفت زبان ہیں۔ ہر قسم کا سامانِ زندگی آسانی سے مل جاتا ہے۔ مرد لمبا کرتہ اور اونچا کوٹ پہنتے ہیں۔ خواتین برقعہ میں رہتی ہیں۔ اونچی ایڑی کے جوتے کا عام رواج ہے۔

آج جہاز میں وعظ ہوا مولوی عبدالحق صاحب کے ساتھ مجھے بھی شامل کر دیا گیا موصوف کے مسلسل اصرار پر نصف گھنٹہ سے زیادہ میں نے بھی نظمیں پڑھ کر سنائیں اور ایک مختصر سی تقریر کی۔

یکم اپریل ۱۹۶۰ء جمعہ۔ مولوی محمد الیاس صاحب منصور پور ضلع مظفر نگر کے مع اپنی والدہ محترمہ کے حج کو آئے تھے کیسے خلیق اور بامروت انسان ہیں کہ مجھے دیکھتے ہیں تو محبت آمیز مسکراہٹ لبوں پر رقص کرتی ہے۔

۲۔ اپریل سنیچر۔ آج صبح سے جہاز میں چہل پہل ہے۔ کراچی پہونچنے کی تیاریاں ہیں۔ اُترنے والوں کو خوشی ہے۔ بہت سے دوستوں کو مجھے بھی الوداع کہنا ہے۔ صبح آٹھ بجے اطلاع ملی کہ جہاز میں ایک موت ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تلاش کے لئے نکلا معلوم ہوا کہ ایک بھاولپوری حاجی صاحب کا چراغ زندگی گل ہو گیا جہاز کا یہ جانکاہ سین نظروں سے دیکھا، مرنے والے کیلئے مغفرت کی دعا کی۔

عزیزوں اور دوستوں سے ملنے کی تمنا میں لوگ جہاز کے اوپری حصہ سے کراچی کو دیکھ رہے تھے، دیکھتے ہی دیکھتے ایک پہاڑ دکھائی دیا۔ سب کو خوشی ہوئی مگر چند منٹ میں یہ خوشی پریشانی میں تبدیل ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ کہرا ہے جو پہاڑ کی صورت میں نمودار

ہو رہا ہے، اس نے تھوڑی دیر میں جہاز کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کپتان اور اس کے اسسٹنٹ پریشان ہوئے۔ بار بار سیٹی دی جانے لگی تاکہ جہاز کسی دوسرے جہاز یا کشتی سے اندھیرے میں نہ ٹکرا جائے۔ گھنٹہ بھر سے زیادہ یہ کیفیت رہی اللہ کا شکر کہ اس کے بعد کہرہ صاف ہو گیا مگر اس عرصہ میں جہاز اپنے راستہ سے ہٹ گیا تھا، کپتان کو دوربین کے ذریعہ ٹھیک راستہ پہ لانے میں بڑی دقت ہوئی۔ تین بجے جہاز ساحل کراچی پر پہونچا ہزاروں آدمی اپنے اپنے عزیزوں کے لینے کو آئے تھے۔ بہت سے موٹر لانچ میں بیٹھ کر پانچ چھ میل سمندر میں پہونچ گئے تھے جہاز اور موٹر لانچ سے نعرۂ تکبیر کی آوازیں سمندر کا نہیں فلک کا دل ہلا رہی تھیں۔ جہاز گودی کے کنارے اُسی پلیٹ فارم پر لگا جہاں سے ۱۹ر دسمبر کو میں روانہ ہوا تھا۔ لوگ اترنا شروع ہوئے حج مبارک اور نعرہ تکبیر کا شور ہے لوگ اپنے اپنے اعزہ کے گلوں میں ہار ڈال رہے ہیں پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ مصافحے اور معانقے ہو رہے ہیں میں بھی جہاز سے اتر کر اپنے دوستوں کو رخصت کیا۔ عبد الخالق صاحب جن کے یہاں کراچی میں میرا قیام تھا ساحل پر تشریف لائے تھے بڑی محبت سے بغلگیر ہوئے اللہ انھیں شاد و آباد اور خوش و خورم رکھے آمین۔

۳ر اپریل ۱۹۵۴ء اتوار۔ کراچی سے رات کے دس بجے جہاز روانہ ہوا۔ بعد عصر ایڈیٹر صاحب النجم نے فتح مکہ پہ تیسری تقریر کی۔ معلومات کا ذخیرہ ہیں کتابوں کے نام اور صفحات تک یاد ہیں۔ رحیم الدین صاحب حیدر آبادی سے ملاقات ہوئی بہت ہی شریف طبیعت انسان ہیں۔ آج صفر کی پہلی تاریخ ہے۔

۴ر اپریل ۱۹۵۴ء دوشنبہ گیارہ روز کے بعد بحمد اللہ شام کے ۵ بجے بمبئی کو ساحل پر اترا جمال صاحب صابری کو نہ پاکر حیرت ہوئی غالباً انھیں میرا خط نہیں ملا۔ جہاز سے اُتر کر کسٹم، پولیس اور ڈاکٹر کے مرحلوں سے فارغ ہو کر صابو صدیق کے مسافر خانہ میں آ گئے۔ یہاں ہر طرح کا آرام ملا۔

۵ر اپریل ۱۹۵۴ء منگل۔ صبح کی نماز کے بعد پوری نیازمندی کے ساتھ بارگاہ بے نیاز

ہیں بحری سفر کے بخیریت اختتام ہونیکا شکر ادا کیا۔ چاے کے بعد جمال صاحب کی تلاش میں خلافت ہاؤس پہونچا، ابھی تک مصروفِ استراحت تھے، محبت کی انگڑائی لیکر اٹھے عاشق مہجور کی طرح میرے گلے میں باہیں ڈال کر تھوڑی دیر سکتے میں رہے انھیں ساتھ لیکر مسافر خانہ واپس آیا رات کے دس بجے تک ساتھ رہے صبح آنے کا وعدہ کرکے چلے گئے۔ مولانا عرفان صاحب اور انھوں نے بہت اصرار کیا کہ ہم خلافت ہاؤس میں ٹھہریں اوپر کا ایک کمرہ بھی خالی کرادیا گیا مگر بھابی صاحبہ کی وجہ سے معذرت چاہی کہ ان کو لیجانے میں تکلیف ہوگی خلافت ہاؤس شہر سے دور ہے۔

مولانا عرفان صاحب نے دوسرے روز تمام شہر کی سیر کرائی، چوپاٹی، انڈیا گیٹ ہنگنگ گارڈن اور تمام مشہور مقامات کی موٹر میں سیر کی۔ بمبئی اچھا شہر ہے مگر جس کی نظر میں سبز گنبد کے جلوے سما چکے ہوں وہ ان مناظر کو نظر میں کیا لائے۔ عمارات بلند اور شاندار ہیں مگر صفائی کراچی کی سی نہیں۔ آج بچے بہت یاد آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں آفاتِ ارضی و سماوی سے محفوظ رکھے۔ محبت کی صحیح تفسیر آج سمجھ میں آئی۔ اب دل کسی چیز میں نہیں لگتا۔ پر ہوں تو ابھی اڑکر علی گڑھ پہونچوں۔ ضعیف العمر والدین کے قدموں کو چوموں، بھائیوں عزیزوں اور محبوں کے گلوں سے ملوں، جمال صاحب کا اصرار ہے کہ دو ایک روز ٹھہرو، تعمیلِ حکم اور پروگرام کی پابندی ضروری سمجھ کر جمعہ تک ٹھہرا۔ اور آرام و سکون کے ساتھ تین دن جمال صاحب کی محبت اور مولانا صاحب کی شفقت میں بسر ہوئے۔

مولانا محمد عارف صاحب سے بھی ملاقات ہوئی علی گڑھ سے آئے ہوئے ہیں مگر آج کل کچھ پریشان خاطر ہیں ایک روز انھوں نے بھی دعوت کی اور موٹر میں بٹھا کر خوب سیر کرائی۔ محبیّ نورالدین صاحب اگر بتی مرچنٹ بالائے قلعہ علی گڑھ بھی آجکل بمبئی میں ہیں بڑی محبت کیساتھ ملے ان کا شاندار ہوٹل ہے جس میں انھوں نے میری دعوت کی۔

علی گڑھ پہونچنے کی اطلاع دے چکا تھا کہ ۱۰ اپریل کو دس بجے میل سے پہونچونگا

بمبئی میں وطنی احباب کی وجہ سے گھر کا سا لطف رہا، آخر رخصت کا دن آگیا سب نے محبت کیساتھ اسٹیشن پر سوار کرایا اور میں پورے چار مہینہ راہِ وفا میں گذار کر گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں بھوپال، جھانسی، گوالیار، آگرہ، متھرا پر اعزہ و احباب سے ملاقاتیں ہوئیں۔

دہلی اسٹیشن پر وطنی اعزہ، دفتری احباب اور علی گڑھ کے شہری کرم فرما یان کی تعداد کثیر دیکھ کر حیرت ہوئی حالانکہ میں ان حضرات کو لکھ چکا تھا کہ دہلی تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں مگر اس پر بھی ان کی محبت و خلوص نے مجبور کیا، قابل فخر اور سب سے زیادہ مسرت کی یہ بات تھی کہ انھیں حضرات کے ہمراہ جناب مولوی منظور احمد خاں صاحب چیف اکاونٹنٹ مسلم یونیورسٹی نے بھی اپنے اخلاق کریمانہ اور الطافِ افسرانہ سے تشریف لاکر ذرّہ ناچیز کو عزّت عطا فرماتے ہوئے اپنی پُر خلوص نیک نفسی اور قابل یادگار منکسر المزاجی کی مثال پیش فرمائی۔ یہاں ہمارے شریکِ سفر الحاج حضرت خواجہ سید ظہیر احمد صاحب نے جو ہم سے پہلے ہندوستان پہونچ گئے تھے شاندار استقبال کیا اور اپنے دولت کدہ واقعہ نظام الدین اولیاء پر تمام اعزہ و احباب کو جو علی گڑھ اور ڈبائی سے تشریف لائے تھے لے جاکر عظیم الشان دعوت کی جس کا اثر میرے اور جملہ اعزہ و احباب کے قلوب پر ہمیشہ رہیگا۔

**واپسئی وطن** ۔ پروردگارِ عالم کا شکر و احسان ہے کہ ۱۱ دسمبر ۵۲ء کو علی گڑھ سے روانہ ہوکر ۱۰ اپریل ۵۳ء کو پورے چار مہینہ سفر راہِ وفا میں گذار کر آج دس بجے دن کی ڈاک گاڑی سے واپس پہونچ رہا ہوں، اللہ اللہ، اس قدر کم مدت میں کہاں کہاں کی سیر کی، کس کس مقدس مقام پر حاضری ہوئی، کیا کیا دیکھا؟ بحری سفر کے مدوجزر، ریگستانی علاقوں کی کیفیات، سبزہ زار خطوں کی شادابیاں، برفستانی پہاڑوں کی دلفریبیاں، کھنڈرات کی عبرت خیزیاں۔ شاہانِ اسلام کی اولوالعزمیاں مجاہدینِ ملت کے کارنامے۔ غازیانِ دین کی فتوحات۔ شہدا کی قربانیاں۔ اولیاء اللہ کی کرامتیں صحابۂ کرام کی عظمتیں۔ آلِ رسول کی سخاوتیں امہات المومنین کی شانیں۔ انبیاء

مرسلین کی برکتیں، تاجدارِ مدینہ کی رحمتیں اور انوارِ الٰہیہ کی بارشیں نظر میں سمائی ہوئی ہیں۔ شرابِ تخیّل میں مخمور اور خمارِ سفر سے چور تھا اور والدین کی قدمبوسی بچوں کی ہم آغوشی، اعزہ واحباب سے گلے ملنے کی آرزو، اور فطرتاً مع الخیر واپس ہونے کی خوشی میں محو تھا کہ محبی منظور علی صاحب فاروقی اور مکرمی حافظ غلام غوث صاحب نے علی گڑھ اسٹیشن آجانے کی اطلاع دی چند ہی منٹ میں گاڑی پلیٹ فارم پر پہونچی پہیوں کے نیچے رکھے ہوئے پٹاخوں نے اپنی فلک شگاف آواز سے تمام اسٹیشن کو دہلا دیا یہاں وہ مجمع کثیر تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، میرے اعزہ اور احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنے خادم اور حقیر دوست کو عزت عطا فرمانے کیلئے خیر مقدم کیواسطے موجود تھے ابھی گاڑی ٹھہرنے بھی نہ پائی تھی کہ ڈبے میں احباب چڑھ آئے، نعرۂ تکبیر اور حج مبارک کی صداؤں سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی، سنہری روپہلی ہاروں سے مجھے لادنا شروع کیا، پھولوں کے ہاروں میں مجھے چھپا دیا، ڈبائی کے جملہ اعزہ احباب اور محترم خواتین نے جو ایک روز قبل تشریف لائے تھے، مجھے آغوش محبت میں لیا۔ مجھے اسوقت کچھ ہوش نہ تھا، لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ اُتارا اور ایک عظیم الشان جلوس کیساتھ (جس کی قطعی ضرورت نہ تھی) لے چلے۔

مقامی دوستوں اور عزیزوں نے دروازہ لگائے تھے جہاں تھوڑی دیر ان کی تواضع سے ٹھہرتا ہوا مکان کے قریب پہونچا، محلہ کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی، مکان پر جملہ احباب، اعزہ اور اقربا کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، شامیانے کے نیچے فرش پر بیٹھنے کا انتظام تھا۔ جہاں میرے دوستوں نے اپنی اپنی محبت سے مبارکبادی کی نظمیں سنائیں۔ اس کے بعد ایک مہینہ تک مسلسل دعوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ سب سے پُرخلوص اور قابلِ ناز وہ دعوت تھی جو ہمارے دفتر کے چپراسیوں نے محض حسنِ عقیدت اور جذبۂ ملت کی بنا پر کی جس میں دفتر کے تمام کلرک اور ہیڈ آفیسر صاحب بھی شامل تھے۔ محبت کی دعوت تھی محبت کے کھانے ہر شخص کو مزہ آگیا ان میزبانوں کی پرخلوص دعوت اور جذبۂ محبت دونوں ناقابلِ فراموش ہیں۔

ایک روز محترمی ارشاد علی صاحب بکسیلر کے یہاں مخصوص دعوت اور مخصوص مجمع میں کچھ حالات سفر بھی بیان کئے۔ اس کے بعد وطن مالوف یعنی ڈبائی پہونچا تقاضو پر تقاضے ہو رہے تھے مگر علی گڑھ کے احباب سے چھٹنا بہت مشکل تھا، صبح کہیں مدعو ہوتا شام کو کہیں دعوت ہوتی، بالآخر اس لامتناہی سلسلہ کو ترک کرنے پر مجبور ہی ہونا پڑا۔ ڈبائی کے اسٹیشن پر بھی بعینہ وہی کیفیت رہی جو علی گڑھ میں تھی، قصبہ میں داخل ہوا تو تمام اعزہ و احباب نے جلوس کی شکل ترتیب دے لی۔ ہزار دل آدمیوں کا مجمع تھا۔ بازار میں ہو کر نکلے تو لالہ جوالا پرشاد صاحب زرگر نے چاندی سونے کے پھول نچھاور کئے اُن کے اس جذبۂ محبت و عقیدت کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا (لالہ صاحب موصوف بابا تاج الدینؒ سے حسن عقیدت رکھتے ہیں اُن کا بیان ہے کہ مجھے سوتے میں کسی نے بشارت دی کہ تیرے قصبہ میں حاجی آرہا ہے اور تونے استقبال کا کوئی سامان نہیں کیا عجلت میں یہی کر سکا)

وطن کے لطف، گھر کی محبت، عزیزوں کے برتاؤ کا ذکر کرنا ہی عبث ہے۔ اسکو کون نہیں جانتا، دو نظمیں یہاں بھی پیش کی گئیں۔

آخر میں مجھے یہ نہایت ضروری بات اور عرض کرنی ہے کہ اس کتاب میں چند بلاک سفر نامہ صراط الحمید کے فاضل مصنف مولانا حاجی محمد الیاس برنی صاحب کی اجازت سے استعمال کئے گئے ہیں جس کے لئے ممدوح کا میں از حد ممنون ہوں۔

بہرحال داستانِ سفر بہت طویل ہو گئی۔ ناظرین بھی اکتا گئے ہوں گے اب اس سلسلہ کو ختم کرنے کی اجازت چاہتا ہوں اور مالک بحر و بر کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے اتنے بڑے کام کو اپنی رحمتِ کاملہ کے صدقہ میں تکمیل کو پہونچایا۔

محفلِ خموش صبح کے آثار جلوہ گر
اب حکم ہو تو ختم کروں داستاں کو میں

خاکسار
حفظ الرحمٰن

# مبارکبادیاں

(وہ نظمیں جو بوقت آمد میر مکان پر علی گڑھ میں پڑھی گئیں)

## از جناب مولانا عبدالقیوم صاحب نسیم

خوشی ہے دھوم ہے چاروں طرف فیضانِ رحمت سے
الٰہی آج کیوں چھایا ہوا ابرِ مسرت ہے

ترنم ریز ہیں بستانِ عالم میں عنادل کیوں
ہنسے جاتے ہیں کھلتے جا رہے ہیں غنچۂ دل کیوں

فلک پر کیوں گھٹائیں جھومتی آتی ہیں مستانہ
صبا کے ہاتھ میں کیوں ہے مئے عشرت کا پیمانہ

یہ کیوں مہرِ خموشی توڑ دی شیریں ترنم نے
کھلائے غنچۂ دل کس لئے موجِ تبسم نے

یہ کیوں بکھری ہوئی ہے زلفِ موسیقی ہواؤں پر
یہ نغمے چھا رہے ہیں کیف بن کر کیوں فضاؤں پر

سماں چھایا ہوا کیوں ہے یہ متوالی بہاروں کا
فسوں کیوں چل گیا ہے آج بہتی آبشاروں کا

گھٹائیں چھا رہی ہیں آج کیسی باغِ عشرت میں
صبا اتراتی ہے کیوں ڈوب کر عطرِ مسرت میں

چلو دیکھیں نسیمِ صبح کچھ پیغام لائی ہے
کہ سن سنکر چمن کی ہر کلی کچھ مسکرائی ہے

یہ سب آرائشیں کیوں ہو رہی ہیں صحنِ گلشن میں
صبا کس کے لئے یہ پھول چن کر لائی دامن میں

یہ سب رنگینیاں کیوں اور یہ نیرنگیاں کیا ہیں
چمن آرائیاں ہیں کس لئے رعنائیاں کیا ہیں

یہ رنگِ میکدہ بدلا ہوا پیرِ مغاں کیوں ہے
کہاں کا میکدہ بدلا ہوا سارا جہاں کیوں ہے

خدا جانے ہیں کس کے منتظر اربابِ میخانہ
لئے پھرتا ہے کس کی نذر کو ساقی یہ پیمانہ

سمجھ ہی میں نہیں آتا الٰہی ماجرا کیا ہے
یہ غنچوں کی ہنسی کیسی یہ پھولوں کی ادا کیا ہے

زمیں سے عرش تک کیسا یہ غل ہے شادمانی کا
یہ چرچا ہو رہا ہے کس جواں کی کامرانی کا

انھیں افکار میں کھویا ہوا پہنچا جو اسٹیشن
تو یہ دیکھا کہ ہے اک مجمعِ اربابِ علم و فن

یہ دیکھا منتظر سب ہیں کسی کی آمد آمد کے
وہ سب جویا نظر آتے ہیں لیکن اک خاص مقصد کے

کسی سے پوچھا میں نے کیا کوئی سردار آتا ہے
کہا میخانۂ یثرب کا اک میخوار آتا ہے

بظاہر گرچہ یہ الفاظ تھے مستی سے بیگانہ
مگر میرے لئے ہر لفظ تھا پر کیف پیمانہ

گرا بیہوش ہو کر پائے صبح شادمانی پر — زباں سے مرحبا نکلا وفا کی کامرانی پر
بلند ہونے لگے رنگین نغمے لالہ زاروں سے — سریلے زمزمے بل کھا کے اُٹھے آبشاروں سے
نظر آئی بالآخر مٹنے امید کی صورت — نکالی ڈاک گاڑی نے کسی کی دید کی صورت
وہ آیا ہاں وہ آیا دیکھو بیت اللہ کا زائر — وہ آیا روضۂ پاک رسول اللہ کا زائر
وہ استقلال کا پتلہ خلوص و صدق کا پیکر — مرقع عزم و ہمت کا مجسم عشق کا پیکر
وہ آنکھیں مل کر آیا ہے رسول اللہ کے در پر — کہ رحمت سایہ گستر ہو رہی ہے فرقِ انور پر
چمکتے ہیں رُخِ پر نور پر انوارِ ربانی — چھلکتا ہے نگاہوں میں خمارِ جامِ عرفانی
عقیدت سے نچھاور آج کرنے کیلئے ہمدم — زمانہ پھول لایا اور کچھ گل پارۂ دل ہم
فرومایہ سہی لیکن اگر مقبول ہو جائے — تو میرا قلبِ پژمردہ شگفتہ پھول ہو جائے
بنا کر ایک گلدستہ یہ گلہائے مضامیں کا — وفا تیرے لئے لایا نسیمِ بینوا تیرا

مئے الطاف سے لبریز کر دے میرا پیمانہ
قیامت تک رہے آباد ساقی تیرا میخانہ

## ازجناب نیاز محمد صاحب نیاز

توجہ کر کے آیا مبارک مبارک — ہوا حق کا پیارا مبارک مبارک
بخیر حج سے واپس ہوا حفظ رحمٰن — کرم آج حق کا مبارک مبارک
مدینے گئے تھے سلامی سے شہ کو — یہ اعزاز اولیٰ مبارک مبارک
زیارت ہوئی روضۂ شاہِ حق کی — بر آئی تمنا مبارک مبارک
ہوئے شاد احباب آمد سے تیری — ہے ہر جا یہ چرچا مبارک مبارک
مسرت سے دل کی کھلیں کیوں نہ کلیاں — کہ ہے دن خوشی کا مبارک مبارک
عزیزوں کے لب پر سلامت سلامت — محبوں کا کہنا مبارک مبارک
علی گڑھ کے گلشن میں ہے آج آئی — بہارِ دل آرا مبارک مبارک

عجب کیا نیاز اب تیری تہنیت پر
کہے کل زمانہ مبارک مبارک

## از جناب محمد انوار الحق صاحب انوار صدیقی

مشیت جب مسافر کو وطن کی حد میں لاتی ہے　　فضاؤں سے مبارک باد کی آواز آتی ہے
صبا اٹھکیلیاں کرتی ہو اور نغمے سناتی ہے　　کلی فرط طرب سے پھول بنکر مسکراتی ہے
در و دیوار رقصاں فرباً مسرور ہوتی ہیں　　وطن کی خاک کو ذرے سراپا نور ہوتی ہیں
زہے قسمت وفا اس شان سے تشریف لائے ہیں　　کہ حاضر بہر استقبال اپنے اور پرائے ہیں
مدینہ کی زیارت حج کعبہ کرکے آئے ہیں　　نظر میں نور ہے دریائے رحمت میں نہائے ہیں

جدھر دیکھو ادھر ہے بارش انوار یزدانی
نظر آتی ہے ہر ذرہ میں جلوؤں کی فراوانی

—:(وہ نظمیں جو ارشاد صاحب کے یہاں پڑھی گئیں ):—

## از جناب منظر صاحب جلیسری

مبارک ہو روح صفا بن کے آئے　　سزاوار فضل خدا بن کے آئے
تقدس کی شانیں کوئی آج دیکھے　　مجسم وفا اتقا بن کے آئے
حرم اور مدینہ کی گلیوں میں پھر کر　　گنہگار تک پارسا بن کے آئے
زمین نجف کو ہو سیاح بیشک　　کہ ہمراز مشکل کشا بن کے آئے
لمن یقتل اللہ کا مژدہ سنادو　　پیام رہ کربلا بن کے آئے
مزار محمد علیؒ پر گئے ہو　　جہاں سے تم اک ناخدا بن کے آئے
بتاؤ ذرا گمرہوں کو بھی رستہ　　فلسطین سے راہ ہدا بن کے آئے
حرم میں پہونچکر بنے حق تما تم　　مدینہ سے کیا جانے کیا بن کے آئے

شریعت طریقت کا کیا ذکر منظر
حقیقت میں نقش وفا بن کے آئے

## از جناب نشتر صاحب بلرامی

مبارک ہو کہ حج خانۂ کعبہ سے گھر آئے　　خدا کا فرض تم جا کر ادا پر شوق کر آئے
ہجوم بے بسی سے اشک جب آنکھوں میں بھر آئے　　تو پھر ہم نے انھیں دیکھا جو انکو دیکھ کر آئے

خدا کیواسطے میری نظر میں بھی انھیں بھر دو جو جلوے کعبہ و طیبہ کی گلیوں میں نظر آئے
تکلّم کے مزے تم نے جو لوٹے ہیں وہ تم جانو ہمیں اتنا پتہ ہے صرف سیرِ طور کر آئے
تمہاری دست بوسی سے قدم بوسی بڑھی ہوگی کہ نقشِ پائے مولا پر مدینہ میں گذر آئے
اسے کہتے ہیں مجبوری و مجبوری و معذوری نہ آنا چاہتے تھے ہند میں واپس مگر آئے
ذرا اپنی طرح سے گڑگڑا کر یہ دعا کر دو تمنائے دلِ نادار بھی اک روز بر آئے
سخاوت کے دھنی نکلے بڑے دل کے غنی نکلے خدا کی راہ میں گویا لٹا کر مال و زر آئے
حرام اللہ نے کی تم پہ گویا آتشِ دوزخ کہ سجدے عبدیت کے آبِ زمزم سے نکھر آئے
رہیگا یادگار وجانشینِ خضر ملت کا سفرنامہ کہ جس سے خدمتِ اسلام کر آئے
بھٹکتے پھر رہے تھے منزلِ ہستی میں مدت سے مبارک باد گمراہو تمہاری راہ بر آئے
پھلیں پھولیں وفا گلزارِ عالم میں قیامت تک نہالِ آرزو میں عمر بھر یارب ثمر آئے

خدا کا شکر ہے باغِ محبت میں بہار آئی
مدینہ کی ہوا سے داغِ دل نشتر ابھر آئے

—:( وہ نظمیں جو ڈبائی میں پڑھی گئیں ):—

## از جناب عبد الحمید صاحب حمید ڈبائیوی

اے خوشا قسمت کہ ہے شانِ وفا پھر جلوہ گر بھر گیا امید کی کلیوں سے دامانِ سحر
پردۂ ظلمت میں جا کر چھپ رہیں تاریکیاں سبزہ سوتے سے اٹھا لیتا ہوا انگڑائیاں
شبنمی چھینٹوں سے تھا شاداب رنگِ گلستاں صبح کی دیوی نے اوڑھی چادرِ آبِ رواں
صبح کا تارہ بھی نازاں ہے رخِ پُر نور پر کہہ رہا ہے مجھ میں دیکھو جو تھا جلوہ طور پر
گونجتی ہے نعرۂ اللہ اکبر کی صدا او زہے تقدیر کہ تشریف لائے ہیں وفا
زندگی کے مشغلے وقفِ حجازی ہو گئے یوں ہوا راضی خدا اُن سے کہ حاجی ہو گئے
حج سے واپس ہوئے ہیں منبعِ لطف و کرم کر کے آئے ہیں طوافِ روضۂ شاہِ اُمم
وہ نگاہیں جن سے دیکھا ہے مزارِ مصطفےٰ ہائے وہ آنکھیں جو آنکھیں دیکھ آئیں کربلا
سنگ اسود کو لبِ تابندہ تر سے چومتے آرہے ہیں کل عرب کی وادیوں سے گھومتے

ان نگاہوں اور قدموں پہ بصد عز و وقار — میں بھی ہوں تیری طرح سے اے سحر دل نثار

## از جناب محمد افتتاح الرحمٰن صاحب آرزو حسنی ڈبائیوی

وطن چھوڑ کر عشق میں جانیوالے — محبت سے دل اپنا برمانیوالے
دیارِ نبی دیکھکر آنیوالے — مبارک ہو دیدارِ حق پانیوالے
مرادوں سے دامن کو بھر لانیوالے

جو بیت المقدس کی رنگیں فضا میں — تو بغداد کے کوچۂ دلربا میں
نجف کی زمیں قاہرہ کی ہوا میں — مدینہ میں مکّہ میں اور کربلا میں
عقیدت کے پھولوں کو برسانیوالے

مسلّط ترے سر پہ ہو فضلِ باری — مسلّم ترا جوشِ مذہب شعاری
ترا ذکر ہے دل کی موجوں میں جاری — مبارک ہے تو پیکرِ دینداری
وفا کرکے نامِ وفا پانے والے

محبت کے انداز سب دلنشیں تھے — فلک کے ستم تھے اور اہلِ زمیں تھے
کہیں جسم احباب تھے دل کہیں تھے — جدائی میں سب تیری اندوہگیں تھے
کئی ماہ فرقت میں تڑپانیوالے

برآئے ترے دل کا ایک ایک ارماں — رہے رحمتِ خاص تیری نگہباں
رہیں ہجر میں تیری نظریں پریشاں — ہوئی دید تیری کھلیں دل کی کلیاں
محبت کے جھالوں کو برسانیوالے

---

## تاریخ راہِ وفا

### از جناب عبد الواحد صاحب واحد (قریشی اینڈکو)

بے بدل، لاجواب بے تمثیل — خوب نسخہ ہے یہ خدا شاہد
مصرعۂ سالِ طبع ہاتف نے — خضرِ راہِ وفا کہا واحد
۲ ۱۹ ۳ ۸

---